زخموں کی ڈائری

ویسے تو اتنا کہنا ہی کافی ہوگا کہ اسے صابر چوہدری نے لکھا ہے!

صابر چوہدری (ماہرِ نفسیات)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

H/Dr. Tayyab Bhatti
Contact No
0300-9817174
0345-4829477

زخموں کی ڈائری

زخموں کی ڈائری

ویسے تو اتنا کہنا ہی کافی ہو گا کہ اسے صابر چوہدری نے لکھا ہے!

H/Dr. Tayyab Bhatti

صابر چوہدری (ماہرِ نفسیات)

علم و عرفان پبلشرز
الحمد مارکیٹ، 40۔ اُردو بازار، لاہور
فون۔ 37352332_37232336-042

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ

نام کتاب	....	زخموں کی ڈائری
مصنف	....	صابر چوہدری (ماہر نفسیات)
ناشر	....	علم و عرفان پبلشرز، لاہور
مطبع	....	آر-آر پرنٹرز، لاہور
کمپوزنگ	....	دلدار حسین
سنِ اشاعت	....	جنوری 2019ء
قیمت	....	-/400 روپے

ملنے کے پتے

علم و عرفان پبلشرز

الحمد مارکیٹ، 40 اُردو بازار، لاہور

اشرف بک ایجنسی اقبال روڈ، کمیٹی چوک، راولپنڈی	کتاب گھر اقبال روڈ، کمیٹی چوک، راولپنڈی
خزینہ علم و ادب الکریم مارکیٹ، اُردو بازار، لاہور	ویلکم بک پورٹ اُردو بازار، کراچی
بیکن بکس گلگشت کالونی، ملتان	رشید نیوز ایجنسی اخبار مارکیٹ، اُردو بازار، کراچی
کشمیر بک ڈپو تلہ گنگ روڈ، چکوال	فضلی سنز اُردو بازار، کراچی

ادارہ کا مقصد ایسی کتب کی اشاعت کرنا ہے جو تحقیق کے لحاظ سے اعلیٰ معیار کی ہوں۔ اس ادارے کے تحت جو کتب شائع ہوں گی اس کا مقصد کسی کی دل آزاری یا کسی کو نقصان پہنچانا نہیں بلکہ اشاعتی دنیا میں ایک نئی جدت پیدا کرنا ہے۔ جب کوئی مصنف کتاب لکھتا ہے تو اس میں اس کی اپنی تحقیق اور اپنے خیالات شامل ہوتے ہیں یہ ضروری نہیں کہ آپ اور ہمارا ادارہ مصنف کے خیالات اور تحقیق سے متفق ہوں۔ اللہ کے فضل و کرم، انسانی طاقت اور بساط کے مطابق کمپوزنگ طباعت، تصحیح اور جلد سازی میں پوری احتیاط کی گئی ہے۔ بشری تقاضے سے اگر کوئی غلطی یا صفحات درست نہ ہوں تو از راہ کرم مطلع فرمادیں۔ انشاء اللہ اگلے ایڈیشن میں ازالہ کیا جائے گا۔ (ناشر)

انتساب!

اپنی ہیرو اور۔۔۔

ہیرے جیسی بہنوں۔۔۔

میمونہ۔۔۔رفعت۔۔۔اور نورین کے نام۔۔۔

کہ تم تینوں میرا ہیرو ہو۔۔۔

وہ ہیرو۔۔۔

جس سے انسان کو۔۔۔

جینے اور جیتنے کی۔۔۔

موٹی ویشن ملتی ہے۔۔۔

میں یہی بیٹھا ہوں۔۔۔

جب تک۔۔۔تمہاری خاموشی ختم نہیں ہوتی۔۔۔
جب تک۔۔۔تمہاری روح روشن نہیں ہوتی۔۔۔
جب تک۔۔۔تمہاری مری ہوئی محبت جاگ نہیں جاتی۔۔۔

استاد رومیؒ

زخم۔۔۔
صرف جسموں پر ہی نہیں لگتے۔۔۔
روحیں بھی زخمی ہوتی ہیں۔۔۔
فرق صرف اتنا ہے کہ۔۔۔
جسم پر لگے زخم۔۔۔
سب کو نظر آسکتے ہیں مگر۔۔۔
روح پر لگے زخم۔۔۔
کسی کو نظر نہیں آتے۔۔۔

سنا ہے زخموں کو سیتے ہو۔۔۔
میرا بھی اِک گہرا گھاؤ ہے سرکار۔۔۔

سرکار۔۔۔

سلائی کریں۔۔۔

اَن سلے زخموں کا زہر۔۔۔

سارے جسم میں۔۔۔

پھیل رہا ہے۔۔۔

زخم یافتہ۔۔۔

میری پہلی کتاب۔۔۔ابنارمل کی ڈائری کو ماسٹر پیس اور دوسری کتاب۔۔۔ماہر نفسیات کی ڈائری کو لائیف پیس کہنے کا شکریہ۔ مجھے اندازہ نہیں تھا کہ لکھنا اتنا طاقتور ہو سکتا ہے کہ یہ مجھے لاکھوں لوگوں سے جوڑ دے گا اور میں ان لاکھوں لوگوں کے دلوں میں دھڑکنے لگوں گا۔لوگ مجھے اپنا ہیرو بنا لیں گے۔وہ ہیرو جس سے جینے اور جیتنے کی موٹی ویشن ملتی ہے۔

سچ پوچھیں تو میرا بہت دل چاہتا ہے کہ میں ایسی ڈائریاں لکھوں۔جن میں خوشیوں سے بھری کہانیاں ہوں۔ایسی کہانیاں جن میں ایک خوبصورت شہزادہ دکھوں کی ماری غریب اور یتیم لڑکی کو گھر گھر ڈھونڈتا پھرے اور پھر جب وہ مل جائے تو اس مشکل سے ملی محبت کو تمام عمر سنبھال کر رکھے۔اسے کوئی دکھ نہ دے۔دونوں عمر بھر ہنسی خوشی رہیں۔میرا دل چاہتا ہے کہ میں خواب صورت کہانیاں لکھوں۔ایسی خواب صورت جن کے خواب کھلی آنکھوں سے پورے ہوں۔مگر

میں کیا کروں۔میرے پاس زخم آتے ہیں۔زخمی آتے ہیں۔میں زخمی کہانیاں لکھتا ہوں۔خوشیوں کی ڈائری لکھنے کا خواہشمند ہوتے ہوئے بھی میں زخموں کی ڈائری لکھتا ہوں۔کیونکہ حقیقی دنیا میں یتیم لڑکی سے شادی کرنے والے شہزادے کہاں ملتے ہیں؟شہزادے تو دور کی بات حقیقی دنیا کے غریب اور بدصورت لڑکے تک امیر اور خوبصورت لڑکیوں سے شادی کے خواب دیکھتے ہیں۔بے شمار لوگوں کو تو محبت ملتی ہی

نہیں۔ جن نصیب والوں کو مل جاتی ہے۔ وہ اسے بے قدری کر کے برباد کر دیتے ہیں۔ جو خوش نہیں رہ سکتے وہ خوش رہنا سیکھنے کی بجائے دوسروں کی خوشیاں خراب کر کے انھیں بھی زخمی کر دیتے ہیں۔

میں سکینہ کے معاشرے میں سنڈریلا جیسی کہانیاں نہیں لکھ سکتا۔

میں دل سے مانتا ہوں کہ ظالم کا کوئی جینڈر نہیں ہوتا۔ وہ عورت بھی ہو سکتی ہے اور مرد بھی۔ دونوں کے اندر ظلم کا مادا موجود ہے۔ مگر ہمارے معاشرے میں ایک لمبا عرصہ مرد اپنے اندر پڑے ظلم کے مادے کو کھل کر استعمال کرتا رہا ہے مگر اب عورتوں کی آنکھیں کھل رہی ہیں۔ وہ ظلم کے خلاف بولنے اور اس سے باہر نکلنے کی کوششیں کرنے لگیں ہیں۔ پہلے مرد عورت کو چھوڑتا تھا اب عورت مرد کو چھوڑ رہی ہے۔ عورت ساری عمر ساتھ رہ کر ظلم کا درد سہنے سے علیحدگی کا زخم قبول کرنے لگی ہے۔ پہلے شوہر طلاق دیتا تھا اب بیوی خلع لینے لگی ہے۔ ہم خلع کے دور سے گزر رہے ہیں۔

زندگی میں کبھی کبھی جہاں انسان کو جو وہ چاہتا ہے وہ نہیں ملتا تو وہیں اسے بہت کچھ ایسا بھی ملتا ہے جو وہ نہیں چاہتا کہ اسے ملے۔ اس ملنے اور نہ ملنے سے ملنے والے زخموں سے بظاہر تو وہ زندہ رہتا ہے مگر اندر کہیں روتا اور رستا رہتا ہے۔ کیونکہ اندرونی زخموں کے آنسو باہر گرنے کی بجائے اندر گرتے ہیں۔ اندر سے زخمی انسان تنہائی میں آدھی رات کو اٹھ کر اپنے زخم سے سوال کرتا ہے کہ تمہارا کیا کیا جائے؟ تمہاری سمجھ نہیں آتی کہ تم بن مانگے کیوں ملے ہو؟ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ ہم زخموں کے دور سے گزر رہے ہیں۔

کچھ دن پہلے ایک لڑکی کا فون آیا تو وہ روتے ہوئے پوچھنے لگی۔سر صابر۔۔۔ایک بات تو بتائیں۔۔۔رات سونے کے لئے ہوتی ہے یا رونے کے لئے؟اس سے پہلے کہ میں کچھ بولتا۔اس نے بتایا کہ میں طلاق کے نام تک سے ڈرتی تھی۔خود پر کسی صورت بھی طلاق کا لیبل نہیں لگوانا چاہتی تھی۔اس لئے میں نے اپنے شوہر کا ہر ظلم سہا مگر ظلم سہنے سے بھی کچھ حاصل نہیں ہوا۔جس دن اسے کوئی اور عورت ملی اس نے مجھے طلاق دے دی۔

اور اب جب سے مجھے طلاق ہوئی ہے لوگ مجھے "طلاق یافتہ" کہتے ہیں۔یہ لفظ سن کر مجھے سخت تکلیف ہوتی ہے۔یہ لفظ ایک دن میری جان لے لے گا۔میں نے اسے سمجھایا کہ حادثات کو لوگوں کی نظر سے دیکھنا چھوڑ دیں۔انسان پر مشکل وقت اسے مضبوط بنانے کے لئے آتا ہے۔زخموں کی بے شمار قسمیں ہیں۔جن میں ایک تعلق کا ٹوٹنا بھی ہے۔آپ "طلاق یافتہ" نہیں "زخم یافتہ" ہیں۔یاد رکھیں دنیا میں جتنے بھی "انعام یافتہ" ہیں۔۔۔وہ سب زخم یافتہ ہیں۔بطور ماہر نفسیات۔۔۔یہی میری سالوں کی پریکٹس۔۔۔ریسرچ اور سفید بالوں کا حاصل ہے۔

آپ کی دعاؤں میں۔۔۔تھوڑی سی جگہ کا طالب۔۔۔

ماہر نفسیات۔۔۔صابر چوہدری۔۔۔

جوہر ٹاؤن لاہور

0345-4060430

فہرست

1......	یادوں کا مریض۔۔۔	17
2......	تمہاری رہوں گی۔۔۔	18
3......	کسی زخمی کے الفاظ۔۔۔	20
4......	تمہاری بیمار۔۔۔	22
5......	سزا یافتہ۔۔۔	23
6......	درد کا گچھا۔۔۔	25
7......	لڑکی مرگئی۔۔۔	26
8......	میں زندہ ہی کیوں ہوں؟۔۔۔	31
9......	منیبہ مزاری کے نام خط۔۔۔	36
10......	منگنی توڑ دی۔۔۔	38
11......	کچھ نہیں کرسکتی۔۔۔	39
12......	ناسمجھی کی انتہا۔۔۔	41
13......	جسم جیتنے کے لئے۔۔۔	44
14......	انسان اچھا لگنے لگا۔۔۔	49
15......	بارات آگئی۔۔۔	51
16......	خاموشی۔۔۔	53
17......	گرسڈڈے۔۔۔	55
18......	سلگتی سنڈریلا۔۔۔	59
19......	بےوقوف بننے کے بعد۔۔۔	65
20......	جذباتی مجبور۔۔۔	68

21..... روحانی رہنمائی---	73
22..... شمائلہ کی شادی---	74
23..... بڑی عمر کی لڑکی---	78
24..... بدنامی کا خوف---	82
25..... بیس سال کا لڑکا---	85
26..... شکی لڑکا---	88
27..... تھوڑا سا شوہر---	90
28..... شادی شدہ مرد سے دوستی---	92
29..... اندر کا سمندر---	94
30..... لڑکے کی ماں---	96
31..... دسمبر---	99
32..... کالی لڑکی---	101
33..... دل نہیں کرتا---	103
34..... میرا درد شناس کوئی نہیں---	105
35..... بہترین اداکارہ---	106
36..... ہمت کا ہار---	107
37..... قیمتی کوڑا---	111
36..... عمر قید---	112
38..... تکلیف کا تحفہ---	115
39..... بے رنگ آنکھیں---	117
40..... زندگی کی پلاننگ---	120
41..... سزا---	122

42..... گند۔۔۔	126
43..... سائیں سرکار۔۔۔	128
44..... میٹھور۔۔۔	130
45..... یتیمی۔۔۔	133
46..... بڑا آدمی۔۔۔	135
47..... محبت کا مریض۔۔۔	136
48..... آئی ایم سوری۔۔۔	138
49..... اَن پڑھ۔۔۔	142
50..... حادثوں کا شہر۔۔۔	145
51..... جیتنے کی خواہش۔۔۔	148
52..... سکیم۔۔۔	149
53..... دھوکہ کھایا ہوا۔۔۔	151
52..... خودکشی کا فیصلہ۔۔۔	153
53..... غلط فیصلے کا خوف۔۔۔	156
54..... کیمیائے محبت۔۔۔	158
56..... سوچوں کا شور۔۔۔	159
57..... وہ۔۔۔	162
58..... سنہرا دن۔۔۔	165
59..... سوچنے والی لڑکی۔۔۔	168
60..... تم۔۔۔	182
61..... مختصر مگر زخمی۔۔۔	185
62..... زخمی جملے۔۔۔	191

یادوں کا مریض۔۔۔

جب یادوں کے مندر کے اندر۔۔۔
تمہاری یادوں کی گھنٹیاں بجتی ہیں تو۔۔۔
اک عجیب سی گھٹن ہونے لگتی ہے۔
کسی دمہ کے مریض کی مانند۔۔۔
کھینچ کھینچ کر۔۔۔
منہ سے سانس لینی پڑتی ہے۔
تنہائی کی کھڑکیاں کھولنے سے بھی۔۔۔
اس کیفیت میں کوئی کمی واقع نہیں ہوتی۔
بے چینی اس قدر بڑھ جاتی ہے کہ۔۔۔
بندے کو سمجھ ہی نہیں آتی کہ وہ۔۔۔
بند کمرے میں بیٹھا رہے یا باہر بھاگے۔۔
یادوں کے مریض کا مرض۔۔۔
اس قدر بڑھ جاتا ہے کہ۔۔۔
وہ من ہی من میں۔۔۔
موت کی خواہش پالنے لگتا ہے۔

تمہاری رہوں گی۔۔۔

میں۔۔۔
تب بھی۔۔۔
تمہاری رہوں گی۔۔۔

جب۔۔۔

بہار بیت جائے گی اور۔۔۔
سڑکوں پر پڑے۔۔۔
سڑتے۔۔۔سوکھتے۔۔۔زرد پتے۔۔۔
اپنے اوپر سے۔۔۔گزرنے والے۔۔۔
بے رحم پاؤں سے پوچھیں گے کہ۔۔۔
کیا چھوڑنے والوں کو بھی۔۔۔ویسا ہی درد ہوتا ہے۔۔۔
جیسا چھوڑے ہوؤں کو ہوتا ہے؟۔۔۔

میں۔۔۔
تب بھی۔۔۔
تمہاری رہوں گی۔۔۔

جب۔۔۔

دریا۔۔۔اپنا رستہ بدل لے گا اور۔۔۔
سلگتی۔۔۔سوکھتی۔۔۔
زندہ لاش بنتی۔۔۔زمین۔۔۔
سب سے سوال کرے گی کہ۔۔۔
کیا رستہ بدلنے والے بھی۔۔۔
اتنے ہی بے چین رہتے ہیں۔۔۔جتنا کہ۔۔۔
جنھیں بیچ راہ بغیر کسی وجہ کے چھوڑ دیا جائے؟۔۔۔

وہ ملے تو۔۔۔اسے دیکھ کر۔۔۔
مجھے ضرور بتانا کہ۔۔۔
بدلے ہوئے۔۔۔
کیسے لگتے ہیں؟۔۔۔

کسی زخمی کے الفاظ۔۔۔

میں زندگی میں جب بھی مڑ کر دیکھتی ہوں تو کئی واقعات ایسے بھی ہیں۔ جنھیں میں ویسے نہیں دیکھنا چاہتی جیسے وہ مجھ پر واقع ہوئے ہیں۔ اسی لئے میں اپنے ماضی کو اپنی مرضی کا رنگ بھر کر یاد رکھنا چاہتی ہوں۔ جب واقعات اپنے حقیقی رنگ میں بے حد بھیانک ہوں اور ان کے اندر جگہ جگہ سیاہ دھبے ہوں تو ایسا کرنا پڑتا ہے۔

کلینکل سائیکولوجی ایک قابل بحث بات کرتے ہوئے کہتی ہے کہ یادوں کو مکمل مارا جا سکتا ہے۔ یہ کہتی ہے کہ کچھ حادثات ایسے ہوتے ہیں جن کے بعد ذہن کے پاس کچھ بھی نہیں بچتا۔ یادوں کو ہمیشہ کے لئے بھی کھویا جا سکتا ہے۔ اس طرح سے کھویا کہ اگر یہ واپس آنا بھی چاہیں تو آ نہیں سکتیں۔ کاش ایسا کوئی حادثہ میرے ساتھ بھی ہو کہ میرے ذہن کے پاس بھی کچھ نہ بچے۔ نہ تم۔۔۔ نہ تمہاری یادیں۔ سب کچھ برباد ہو جائے۔

تو جب تک ایسا کوئی حادثہ نہیں ہوتا۔۔۔ سب کچھ برباد نہیں ہوتا تو اس ماضی کی یاد کے مرض کا ایک خود ساختہ حل میرے پاس یہ بھی ہے کہ میں یہ مان لوں کہ میرا ماضی ایک نامکمل پینٹنگ ہے اور اس پینٹنگ کے آرٹسٹ کے طور پر مجھے اس کے دھبے دور کرنے ہوں گے۔ مجھے اسے خود سے خوبصورت بنانا ہوگا۔

ایسا نہیں ہے کہ میں چیزوں کو ویسے نہیں دیکھنا چاہتی جیسے وہ مجھ پر گزری

ہیں۔بس میں انھیں ایک آرٹسٹ کے انداز میں دیکھنا پسند کرتی ہوں۔میں ایک آرٹسٹ ہوں اور آرٹسٹ اپنے ماضی میں اپنی مرضی کا رنگ بھرتا ہے۔سچ کہوں تو اپنے ماضی میں اپنی مرضی کا رنگ بھرنا سکون کا باعث بنتا ہے۔ایسا نہیں ہے کہ میں حقیقت پسند نہیں ہوں۔مگر ایسی حقیقت کا کیا کرنا جو خوشیوں کی ہلاکت کا باعث بنے۔

تمہاری بیمار۔۔۔

ایسا نہیں ہے کہ مجھے تمہاری یاد نہیں آتی۔ میرا دل بھی بہت کرتا ہے کہ تمہیں میسج کروں۔ تم سے بات کروں۔ ممکن ہو تو مل بھی لوں اور مجھے پتا بھی ہے کہ اگر میں تمہیں میسج کروں گی تو تم ضرور جواب دو گے۔ بات بھی کر لو گے۔ مل بھی لو گے۔ مگر تم سے رابطہ کر کے سوائے وقتی سکون کے کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ اور میں وقتی سکون ہی تو نہیں چاہتی کیونکہ وقتی سکون حقیقت نہیں ہوتا۔ یہ علاج نہیں ہوتا۔

حقیقت یہ ہے کہ ہم کبھی ایک نہیں ہو سکتے۔ ہم ہمیشہ دو اور دور ہی رہیں گے۔ جب ہم نے ہمیشہ دو اور دور ہی رہنا ہے تو میں وقتی باتوں اور ملاقاتوں سے خود کو فریب کیوں دوں۔ مجھے پتا ہے کہ میں تمہاری بیمار ہوں۔ میرا علاج تم ہو۔ تمہارا مستقل ساتھ میرا مکمل علاج ہے۔ اگر تم مجھے مستقل نہیں مل سکتے تو میرا ایک دوسرا علاج بھی ہے وہ یہ کہ میں تم سے دور رہوں۔ تم سے کوئی رابطہ نہ رکھوں۔ تم سے مکمل پرہیز کروں۔ تا کہ میرا زخم بھر سکے اور میرے اندر زندگی واپس لوٹ آئے۔ میں پھر سے زندہ ہو جاؤں۔

سزا یافتہ۔۔۔

آج۔۔۔

میں نے اپنا وہ ہاتھ جسے میں تمہارے پاؤں پر رکھ کر تم سے معافیاں مانگا کرتی تھی۔ تم سے چھڑوانے کا فیصلہ کر لیا ہے۔

تو پھر اے فرعون صفت انسان میری آخری بات توجہ سے سنو۔۔۔

آج کے بعد۔۔۔

تم اپنے جس ہاتھ سے میرا ہاتھ پکڑتے تھے۔ اسی ہاتھ سے اپنا گریبان پکڑو گے۔ اسی ہاتھ سے اپنے سینے کے سارے بٹن توڑ دو گے۔

اسی ہاتھ سے ہاں بالکل اسی ہاتھ سے جس ہاتھ سے میرا ہاتھ پکڑتے تھے۔ اپنے منہ پر تھپڑ ماروں گے۔ ماتم کرو گے۔ اسی ہاتھ سے اپنے سر پر خاک ڈالو گے۔ خود کو نوچو گے۔ خود سے وہ سوال کرو گے۔ جن کے جواب جلدی نہیں ملتے۔

اسی ہاتھ کو دوسروں کو دکھا دکھا کر پوچھو گے کہ بتاؤ میرے ساتھ بنا کیا ہے؟

میں سزاؤں سے نہیں ڈرتا تھا مگر یہ کونسی سزا ہے کہ بندہ ہتھکڑیوں اور جیل میں نہ ہوتے ہوئے بھی خود کو جکڑا جکڑا ہوا سا محسوس کرے؟ بغیر کسی ظاہری بیماری کے سانس اندر سے باہر آنے سے انکار کر دے؟ دَم گھٹنے لگے۔ سارا دن تھک کر بھی ساری رات سو نہ سکے؟

اور پھر۔۔۔

جب تمہیں روتے۔۔۔ چیختے۔۔۔ تڑپتے۔۔۔ آہیں بھرتے۔۔۔ ماتم کرتے۔۔۔ کئی سال بیت جائیں گے تو ایک پرانا سنیاسی تمہارا ہاتھ دیکھ کر ہاں وہی ہاتھ دیکھ کر جس سے تم میرا ہاتھ پکڑا کرتے تھے اور اب اس پر نیند کی گولیاں رکھ کر کھا رہے ہو گے۔ تمہیں بتائے گا کہ۔۔۔

تمہارے ہاتھ پر بدنصیبی کی وہ لکیر اُبھر آئی ہے جو پیدائشی تو نہیں ہوتی مگر وہ کسی کے ساتھ برا کرنے کے بعد اُبھر آتی ہے۔ اور تب تک رہتی ہے جب تک سزا پوری نہ ہو جائے۔

سنو۔۔۔ میرے مجرم۔۔۔ آج سے تم سزا یافتہ ہو۔۔۔ کیونکہ آج میں نے اپنا مقدمہ کل کائنات کے مالک کی عدالت میں جمع کروا دیا ہے۔

آج۔۔۔ میں نے اپنا ہاتھ تمہارے ہاتھ سے چھڑوانے کا فیصلہ کر لیا ہے۔۔۔

درد کا گچھا۔۔۔

اس گچھے کا میں کیا کروں؟ جو کچھ بھی میرے اور تمہارے درمیان ہے۔ایسا کچھ میرا کبھی کسی کے ساتھ نہیں بنا۔اسے گنجل یا گچھا سا کہہ سکتے ہیں کہ کوئی گنجل سا۔۔۔ گچھا سا۔۔۔بن گیا ہے۔۔۔

اس گچھے کو کچھ بھی کہا جا سکتا ہے مگر تعلق نہیں۔۔۔اس درد کے گچھے کو تعلق کا نام دے کر ہم دونوں ایک دوسرے کو دھوکہ ہی دیں گے۔کیونکہ تعلق میں تو دوستی ہوتی ہے۔۔۔درد شناسی ہوتی ہے۔۔۔دو لوگ ایک دوسرے کو سمجھتے ہیں مگر

ہم۔۔۔

ہم۔۔۔کہاں ایک دوسرے کو سمجھتے ہیں۔ہمیں ایک دوسرے کی بالکل بھی سمجھ نہیں آتی۔ایک دوسرے کا سمجھنا تو دور کی بات ہم تو ایک دوسرے کو دکھ دے کر ایک دوسرے کی خوشیاں خراب کر رہے ہیں۔

لڑکی مر گئی۔۔۔۔

تمہارے لئے خوشی کیا ہے؟

لڑکی نے گاڑی چلاتے ہوئے۔ ساتھ بیٹھے دھوکے باز لڑکے سے پوچھا۔

لڑکا ساتھ والی سیٹ پر بے حسی کا بت بنا بیٹھا رہا۔ کچھ نہیں بولا۔ بولتا بھی تو کیا یہ کہ دھوکے بازوں کو کسی کو دھوکہ دے کر خوشی ملتی ہے۔ لڑکیوں کو دھوکہ دینا ہی ان کے لئے خوشی کہلاتا ہے۔

پہلے تو لڑکی اسے کچھ دیر دیکھتی رہی پھر بولی۔ میرے لئے یہ لمحہ خوشی ہے۔ تم خوشی ہو۔ تمہارا ساتھ خوشی ہے۔ تم ساتھ ہوتے ہو تو میں خوش ہوتی ہوں۔ تم میری طاقت ہو۔ تم سے بات اور ملاقات کر کے مجھے تقویت ملتی ہے۔ میں چاہتی ہوں کہ میں تم سے یونہی باتیں اور ملاقاتیں کرتی رہوں تاکہ کمزور نہ پڑ سکوں۔ تمہارا ساتھ مجھے چارج کرتا ہے۔

تم ساتھ نہیں ہوتے تو میں آہستہ آہستہ اداس ہونے لگتی ہوں۔ یہاں تک کہ مکمل اداس ہو جاتی ہوں۔ ڈیڈ ہو جاتی ہوں۔ کچھ بھی اچھا نہیں لگتا۔ خوش ہونا بھی چاہوں تو خوش ہو نہیں پاتی۔ کچھ سمجھ نہیں آتی کے مجھے کیا ہو جاتا ہے۔ کمزور پڑ جاتی ہوں۔ جسم بے جان ہو جاتا ہے۔ بے چینی سے بھر جاتا ہے۔

کیا تم اللہ کو مانتے ہو؟ اچانک سے لڑکی نے لڑکے سے پوچھا۔
کیا مطلب؟ دھوکے باز لڑکا اسے گھوریاں ڈال کر بولا۔

مطلب یہ کہ کیا تم اللہ کو مانتے ہو؟ (لڑکی جتنا زور سے چیخ سکتی تھی چیخی)۔
یہ کیسا سوال ہے؟ لڑکے نے برا مناتے ہوئے پوچھا۔

سوال۔۔۔سوال ہوتا ہے۔کیسا ویسا نہیں ہوتا۔جو پوچھ رہی ہوں۔اسکا جواب دو۔سوال پر سوال نہ کرو۔ان وعدوں کا کیا بنا۔جو تم نے مجھ سے کیے تھے؟ (لڑکی نے اتنی زور سے گاڑی کا ہارن بجایا کہ لڑکا اور سڑک پر چلتی ارد گرد کی دوسری گاڑیاں گھبرا گئیں کہ ہوا کیا ہے؟)

وعدے؟۔۔۔ہیں کون سے وعدے؟۔۔۔کس نے کیے تم سے وعدے؟ تم ٹھیک تو ہو نا؟ لڑکے نے تشویش ظاہر کرتے ہوئے پوچھا۔

کیا۔۔۔تمہیں نہیں پتا کون سے وعدے۔وعدے صرف وہ ہی نہیں ہوتے جو ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر کیے جائیں۔جب آپ کسی سے مسلسل ملتے ہیں تو دونوں ملنے والوں کی روحیں ایک دوسرے سے مانوس ہو جاتی ہیں۔روحانی وعدے کر لیتی ہیں۔سدا ساتھ رہنے کے۔ایک ساتھ دکھ سکھ سہنے کے۔جو تحریری وعدوں سے زیادہ طاقتور ہوتے ہیں۔

پھر ایسے جیسے خود سے ہی سوال کر رہی ہو۔بولی۔کیا لوگ محبت اور مطلب کے ہوا

بھی ایک دوسرے سے مسلسل ملتے ہیں؟ کیا معلوم تم مجھے سے مطلب سے ملتے رہے ہواور میں اسے محبت سمجھتی رہی ہوں۔نہیں ۔۔۔نہیں ایسا کیسے ہو سکتا ہے؟ بھلاکوئی بی۔بی۔اے کرنے کے بعد بھی بیوقوف بن سکتا ہے۔محبت اور مطلب کو سمجھنے کی میچورٹی تو آ ہی جاتی ہے۔نہیں۔۔۔ایک منٹ بھلا ہم کب سے مل رہے ہیں؟ لڑکی سوچوں میں ہی سال گننے لگی تو اس کی ساری توجہ ڈرائیو سے ہٹ گئی اور ہائی وے پر گاڑی کی سپیڈ حد سے زیادہ ہی ہائی ہوگئی۔

گاڑی آہستہ چلاؤ۔کیا ہو گیا ہے تمہیں؟ کیسی باتیں کر رہی ہو؟ تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے نہ؟ میں نے کہا۔گاڑی آہستہ چلاؤ۔(لڑکے نے ڈیش بورڈ پر زور سے ہاتھ مارا)۔حادثہ ہو جائے گا۔مر جائیں گے ہم۔غلطی ہوئی جو تمہارے ساتھ گاڑی میں بیٹھ گیا۔سن رہی ہو نا تم اور رونا بند کرو۔روتی ہوئی زہر لگتی ہو تم۔(لڑکے کے لہجے میں سختی اور بے حسی تھی)۔رونا ہے تو کہیں اور جا کر رو۔کسی اور کے سامنے جا کر رو۔میرے سامنے رونے سے کچھ حاصل نہیں ہوگا۔لڑکا زور سے چلایا کیونکہ لڑکی کا رونا اسے شرمندہ کر رہا تھا کہ وہ کچھ غلط کر بیٹھا ہے۔لیکن وہ شرمندہ ہی تو ہونا نہیں چاہتا تھا۔شرمندہ ہونا اس کی شان کی خلاف تھا۔

کیا۔۔۔حادثہ ہو جائے گا۔اس سے بڑا کیا حادثہ ہوگا کہ تم دن دہاڑے ہر بات سے دستبردار ہو رہے ہو۔ہم مر جائیں گے۔۔۔واہ۔کون۔۔۔ہم۔۔۔کتنی تیزی سے تم۔۔۔ہم اور تم۔۔۔کا کھیل کھیلتے ہو۔ایک انسان دو بار نہیں مرتا۔موت بار بار نہیں آتی۔میں تو اسی وقت مر گئی تھی جب تم نے کہا تھا۔کون سے وعدے؟

غلطی تم سے نہیں مجھ سے ہوئی جو میں تمہارے ساتھ کافی شاپ پر بیٹھتی رہی۔تمہارے ساتھ کافی پیتی رہی۔باتیں کرتی رہی۔کافی تو بہت دور کی بات ہے۔تم تو ساتھ بیٹھ کر پانی پینے تک کے بھی قابل نہیں تھے۔غلطی ہوئی جو تمہاری محبت کو مان لیا۔اگر میں تمہاری محبت کو ریجیکٹ کر دیتی تو پھرتے رہتے ساری عمر اپنی لاحاصل محبت کی لاش اٹھا کر۔تڑپتے۔۔۔پر تمہاری تکلیف کم نہ ہوتی۔روتے۔۔۔پر تمہارے آنسو ختم ہونے کا نام نہ لیتے۔حاصل کا تو یہی حال ہوتا ہے۔(لڑکی اداس ہوگئی)۔

دیکھو۔۔۔پلیز تم رونا بند کرو اور آگے دیکھ کر گاڑی چلاؤ۔آرام سے بیٹھ کر بات کرتے ہیں۔(لڑکے نے نرم لہجے میں کہا۔جیسے اسے اس پر ترس آ گیا ہو اور وہ اسے بات کرنے کی بھیک دینے کو تیار ہو گیا ہو)۔بیٹھ کر بات کرتے ہیں۔بیٹھے ہی تو ہیں۔کرو کیا بات کرنی ہے۔(لڑکی نے حیرت سے پوچھا)۔

نہیں۔۔۔نہیں۔۔۔میرا مطلب ہے۔۔۔میز پر بیٹھ کر۔۔۔ٹیبل ٹاک۔۔۔سارے مسائل کافی کا (sip) لیتے ہوئے (solve) کئے جا سکتے ہیں۔کیا؟؟؟۔۔۔میز پر۔۔۔میری محبت مسئلہ ہے تمہارے لئے۔جواب تم اسے میز پر رکھ کر بات کرنا چاہتے ہو۔محبت اور مسئلے کے فرق کو تو سمجھتے ہو نا تم کہ نہیں؟اب مجھے تم سے بات ہی نہیں کرنی۔

مانا کہ محبت ہوگی مگر اب وہ مسئلہ بن گئی ہے۔تمہیں کچھ سمجھ آتی بھی ہے یا نہیں۔ میں کہتا ہوں گاڑی روکو۔مرو میری طرف سے۔مجھے تو جینے دو۔لڑکے کا بس چلتا تو وہ چلتی

گاڑی سے چھلانگ لگا دیتا۔ پر سب ڈورز پر سیفٹی لاک لگا تھا۔وہ پنجرے میں قید۔۔۔ پرندے کی طرح۔۔۔ پھڑ پھڑانے لگا۔ بےبسی کہ آج تعلق کی طرح جسے وہ جب چاہتا تھا روک دیتا تھا۔گاڑی کی بریک اس کے پاؤں میں نہیں تھی۔

اس نے سٹیرنگ کو پکڑا کہ گاڑی سائیڈ پر کر سکے مگر کھینچا تانی میں گاڑی اوور ہیڈ برج سے نیچے جا گری اور زور دار آواز کے ساتھ ہی ماحول میں سناٹا سا۔۔۔سکتہ سا۔۔۔ چھا گیا۔جیسے تیز طوفان کے تباہی مچانے کے بعد ہوتا ہے۔

تھوڑی ہی دیر میں لوگ اکٹھے ہو گئے تو ہجوم میں سے ایک درمیانی عمر کے آدمی نے جھک کر الٹی ہوئی گاڑی کے اندر جھانکا اور زور سے کہا۔

جلدی سے لڑکے کو باہر نکالو۔لڑکی مر گئی ہے پر لڑکا ابھی زندہ ہے۔

میں زندہ ہی کیوں ہوں؟۔۔۔

آخر میں زندہ ہی کیوں ہوں؟

میرا تعلق ایک بہت ہی تنگ نظر بلوچ گھرانے سے ہے۔ایسے گھرانے سے جہاں بیٹیاں اپنے والدین کو انکار نہیں کرسکتیں۔ میں اٹھارہ سال کی تھی جب میری شادی کردی گئی۔جب میرے والد میری شادی کرنا چاہتے تھے تو میں نے بس ان سے اتنا ہی کہا کہ اگر آپ کی خوشی اسی میں ہے تو میں ہاں کہتی ہوں۔

یہ ایک خوشگوار شادی نہیں تھی۔شادی کے صرف دو سال بعد ہی میری گاڑی حادثے کا شکار ہوگئی۔میرے شوہر کو گاڑی چلاتے ہوئے نیند آ گئی اور گاڑی کھائی میں جا گری۔وہ گاڑی سے باہر چھلانگ لگا کر اپنے آپ کو بچانے میں کامیاب ہوگیا۔جس پر مجھے خوشی ہے۔لیکن میں گاڑی کے اندر ہی رہ گئی اور مجھے شدید چوٹیں لگیں۔جن کی کافی لمبی لسٹ ہے۔

میرا دائیں بازو، کندھے، ریڑھ کی ہڈی اور تمام پسلیاں ٹوٹ گئیں۔لیکن جس حادثے نے مجھے اور میری زندگی کو مکمل طور پر بدل دیا وہ ریڑھ کی ہڈی کا ٹوٹنا تھا۔بہت سے لوگ مجھے بچانے کے لئے آئے۔انہوں نے مجھے سی۔پی۔آر دیا۔انہوں نے مجھے کھینچ کر گاڑی سے باہر نکالا اور جب وہ مجھے کھینچ کر باہر نکال رہے تھے۔مجھے اپنی ریڑھ کی ہڈی

مکمل طور پر ٹوٹتی محسوس ہوئی۔ میں نے لوگوں سے پوچھا کہ میری ٹانگیں کہاں ہیں؟ کیونکہ میں انھیں اپنے جسم کے ساتھ محسوس نہیں کر رہی تھی۔ سب نے کہا۔ فکر نہ کرو۔ تمہارے ساتھ ہی ہیں۔

اسپتال میں اڑھائی ماہ بہت ہی برے گزرے۔ میں انتہائی مایوس ہو گئی۔ ایک دن ڈاکٹر میرے پاس آیا اور اس نے مجھے کہا۔ میں نے سنا ہے کہ تم ایک آرٹسٹ بننا چاہتی تھی لیکن تمہیں ہاؤس وائف بنا دیا گیا۔ میرے پاس تمہارے لئے بری خبر ہے۔ تم دوبارہ کبھی پینٹنگ نہیں کر سکو گی۔ اگلے دن ڈاکٹر میرے پاس آیا اور کہا۔ تمہاری ریڑھ کی ہڈی بہت بری طرح سے ٹوٹ چکی ہے۔ تم کبھی چل نہیں سکو گی۔

میں نے ایک گہری لمبی سانس لی اور کہا۔ جی ٹھیک ہے۔ اگلے دن پھر ڈاکٹر میرے پاس آیا اور کہنے لگا۔ ریڑھ کی ہڈی ٹوٹنے اور اس کے ٹھیک ہونے کی وجہ سے کیے جانے والے آپریشن کی وجہ سے تم تمام عمر ماں نہیں بن سکتی۔ اس دن مجھ پر قیامت ٹوٹ پڑی۔ میں نے اپنے بچ جانے پر سوالات کرنے شروع کر دیئے کہ آخر میں زندہ ہی کیوں ہوں؟

جس بات نے مجھے زندہ رکھا وہ یہ تھی کہ ایک دن میں نے اپنے بھائیوں سے پوچھا۔ میں جانتی ہوں کہ میرے ہاتھ کا علاج ہو رہا ہے۔ لیکن میں اس اسپتال کی سفید دیواریں دیکھ دیکھ کر تھک چکی ہوں۔ مجھے رنگ لا کر دو۔ مجھے ایک چھوٹا سا کینوس لا کر دو۔ میں پینٹنگ کرنا چاہتی ہوں۔

میں نے اپنی زندگی کی پہلی پینٹنگ اپنے ڈیتھ بیڈ (بستر مرگ) پر بنائی۔ جہاں میں نے زندگی میں پہلی بار پینٹنگ بنائی۔ پینٹنگ کرنا کیا کمال کی تھیرپی تھی کہ ایک لفظ بھی بولے بغیر میں اپنے اندر کا سارا درد پینٹ کر دیتی تھی۔ پینٹنگ کے ذریعے میں اپنی داستانِ درد سناتی تھی۔

لوگ میری پینٹنگ دیکھ کر کہتے کہ کیا خوبصورت پینٹنگ ہے۔ کتنے زیادہ اور زبردست رنگ استعمال کئے ہیں۔ لیکن کوئی میرے سوا ان پینٹنگ کے اندر پڑا درد نہیں دیکھ سکتا تھا اور اس دن میں نے فیصلہ کیا کہ مجھے اپنے آپ کے لئے جینا ہے۔ میں کسی اور کے لئے مکمل انسان بننے کی کوشش نہیں کروں گی۔ میں اس وقت کو چنوں گی اور اسے اپنے لئے بہترین بنانے کی کوشش کروں گی۔ میں اپنے خوف سے لڑوں گی۔

میں نے ایک ایک کر کے اپنے اندر پڑے سارے خوف پکڑنا شروع کئے۔ ان کی ایک لسٹ بنائی اور پھر میں نے فیصلہ کیا کہ میں آج سے ان سب سے ایک ایک کر کے لڑوں گی۔ کیا آپ جانتے ہیں کہ میرا سب سے بڑا خوف کیا تھا؟ طلاق۔

لیکن جس دن میں نے فیصلہ کیا کہ یہ صرف میرے خوف کے علاوہ کچھ بھی نہیں ہے۔ تو میں نے اپنے شوہر کو چھوڑ کر اپنے آپ کو اس سے آزاد کرا لیا۔ اور میں نے خود کو جذباتی طور پر اس قدر مضبوط بنا لیا کہ جس دن مجھے یہ خبر ملی کہ وہ دوسری شادی کر رہا ہے تو میں نے اسے پیغام بھیجا۔ میں تمہارے لئے بہت خوش ہوں۔ تمہارے لئے نیک تمنائیں اور وہ جانتا ہے کہ میں آج بھی اس کے لئے دعا کرتی ہوں۔

میرا دوسرا بڑا خوف یہ تھا کہ میں کبھی ماں نہیں بن سکتی۔ جو میرے لئے کافی تکلیف دہ تھا۔ لیکن پھر مجھے اندازہ ہوا کہ دنیا میں بے شمار بچے ایسے ہیں جو صرف قبول کیے جانے کے منتظر ہیں۔ تو رونے کا کوئی مقصد ہی نہیں ہے۔ صرف جاؤ اور کوئی ایک بچہ گود لے لو۔ اور میں نے ایسا ہی کیا۔

میں نے اپنا نام مختلف آرگنائزیشن اور یتیم خانوں میں دے دیا اور بے صبری سے انتظار کرنے لگی۔ دو سال بعد مجھے ایک چھوٹے سے شہر سے فون آیا کہ کیا آپ منیبہ مزاری ہیں؟ ہمارے پاس ایک بچہ ہے کیا آپ اسے گود لیں گی؟۔ مجھے ایسے لگا کہ میں ماں بن گئی ہوں۔ جی جی میں اسے گود لینا چاہوں گی اور میں اس کو لینے کے لئے آ رہی ہوں۔ اس دن وہ بچہ دو دن کا تھا اور آج بڑا ہو گیا ہے۔

آپ جانتے ہیں کہ جب آپ وہیل چیئر پر آتے ہیں تو سب سے زیادہ تکلیف دہ بات کیا ہوتی ہے؟ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ دوسرے لوگ اس بات کو قبول نہیں کر پائیں گے۔ کیونکہ ہم مکمل لوگوں کی دنیا میں مکمل نہیں ہوتے۔ تو میں نے لوگوں میں جانے کا فیصلہ کیا۔ میں نے پینٹنگ کرنا شروع کی۔ بہت سی ماڈلنگ کمپیین کیں۔ میں نے پاکستان کے نیشنل ٹیلی ویژن میں اینکر کے طور پر شامل ہونے کا فیصلہ کیا۔ میں پاکستان کی خواتین کی تنظیم کی سفیر بنی اور اب میں پاکستان کی خواتین اور بچوں کے حقوق کے بارے میں آواز اٹھاتی ہوں۔ 2015 میں بی بی سی نے میرا نام سو متاثر کن خواتین کی فہرست میں اور 2016 میں فوربز میگزین نے تھرٹی انڈر تھرٹی میں شامل کیا۔

جب آپ اپنے آپ کو خود قبول کر لیتے ہو جیسے بھی آپ ہو تو دنیا بھی آپ کو تسلیم کر لیتی ہے۔ یہ سب آپ کے اندر سے شروع ہوتا ہے۔ ہمارے پاس زندگی کا ایک حیران کن تصور موجود ہے کہ چیزیں اس طرح ہونی چاہیے۔ جو میں چاہتا ہوں ویسے ہونا چاہیے۔ اگر ویسا نہیں ہوتا جیسا ہم چاہتے ہیں تو ہم ہمت ہار جاتے ہیں۔ میں کبھی وہیل چیئر پر آنا نہیں چاہتی تھی۔ میں کبھی ایسا سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔ یہ زندگی ایک امتحان اور موقع ہے اور امتحان کو کبھی آسان نہیں سمجھنا چاہیے۔

ٹھیک ہے کہ آپ ڈرتے ہیں۔ آپ روتے ہیں۔ سب کچھ ٹھیک ہے مگر ہمت ہارنا بالکل بھی ٹھیک نہیں ہے۔ کہتے ہیں کہ ہارنا نہیں چاہیے۔ لیکن ہارنا ضروری ہوتا ہے کیونکہ جب آپ ہارو گے۔ پھر آپ اٹھو گے۔ آپ پھر ہارو گے پھر اٹھو گے۔ یہی آپ کو آگے لے کر جاتا ہے۔ جب آپ گرتے ہو تو آپ اٹھتے ہو۔

زندگی کو سیلیبریٹ کرو۔ ایک ایک سانس لینے کو سیلیبریٹ کرو۔

اپنی زندگی کا جشن مناؤ۔ ایک ایک سانس لینے کا جشن مناؤ۔ اسے جیو۔ مرنے سے پہلے نہ مرو۔ شکر گزار بنو۔ اور زندہ رہو۔ زندگی کا ہر لمحہ جیو۔

منیبہ مزاری کے نام خط۔۔۔

ڈیئر منیبہ۔۔۔

میں آپ کی دل سے عزت کرتا ہوں۔اس لئے نہیں کہ آپ "عورت" ہیں۔اس لئے بھی نہیں کہ آپ "وہیل چیئر" پر ہیں۔اس لئے بھی نہیں کہ آپ اقوام متحدہ پاکستان کی خیر سگالی سفیر ہیں۔اس لئے بھی نہیں کہ 2015 میں بی۔بی۔سی نے آپ کو سو متاثر کن خواتین کی فہرست میں شامل کیا۔اس لئے بھی نہیں کہ 2016 میں فوربز میگزین نے آپ کو تیس سال سے کم عمر اہم شخصیات میں سے ایک بن جانا قرار دیا۔بلکہ اس لئے کہ آپ واقعی بغیر کسی مہر کے ایک مضبوط شخصیت کی مالک ہیں۔آپ کو جو درد محسوس ہوتا ہے۔آپ اس پر کھل کر بات کر سکتی ہیں تا کہ سننے والوں کو حوصلہ ملے۔

مجھے یہ جان کر بہت دکھ ہوا کہ آپ کا تعلق ایک ایسے تنگ نظر گھرانے سے ہے جہاں بیٹیاں اپنے والدین کو "ناں" نہیں کہہ سکتیں۔آپ کی شادی صرف اٹھارہ سال کی عمر میں ہوئی اور جسے آپ نے صرف اور صرف اپنے والد کو خوش کرنے کے لئے کیا۔آپ کئی سال شادی کے نام پر ایک تکلیف دہ تعلق میں رہیں۔گاڑی چلاتے وقت آپ کے شوہر کی آنکھ لگ گئی جس کی وجہ سے آپ ایک ہولناک حادثے کا شکار ہوئیں۔

آپ کی آنکھوں نے دیکھا کہ آپ کے شوہر نے خود کو بچانے کے لئے گاڑی

سے باہر چھلانگ لگا دی۔اپنی اذیت بھری شادی اور شوہر کی بے حسی پر کھل کر بات کرنے کا شکریہ مگر کبھی اس ساری کہانی کے باقی بے حس کرداروں اور مجرموں پر بھی کھل کر بات کریں۔

ان والدین کے خلاف آواز اٹھائیں جو اپنی بیٹیوں کی شادی ان کی خوشی کے لئے نہیں بلکہ صرف اپنی خوشی کے لئے کرتے ہیں۔ان لوگوں کے خلاف آواز اٹھائیں جو رشتہ دار بن کر ایسی شادی میں جہاں لڑکی کی خوشی شامل نہ ہو۔شریک ہوتے ہیں۔کھانا کھاتے ہیں۔

اس معاشرے کے خلاف آواز اٹھائیں جہاں کامیاب شادی اسے کہا جاتا ہے جو مرتے دَم تک قائم رہے۔چاہے دونوں میاں بیوی مرتے دَم تک ایک دوسرے کا گلہ دبا کر زندگی عذاب بنا کر رکھیں۔ایسے معاشرے کے خلاف آواز اٹھائیں جہاں لڑکیاں شادی کے نام پر ایک تکلیف دہ تعلق کی جیل میں صرف اس لئے قید رہتی ہیں کہ انھیں طلاق یافتہ کا لیبل نہ لگ جائے۔

آپ کے شوہر کی آنکھ لگی تو گاڑی کا حادثہ ہوا۔مگر آپ کے والد کی آنکھ لگی تو آپ کی زندگی حادثہ بن گئی۔برائے مہربانی اپنی طاقت کے تحفے کو کھل کر استعمال کریں تاکہ دوبارہ کسی باپ کی آنکھ نہ لگے۔گو کہ بے شمار لوگ آپ کی کہانی کو سچ ماننے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ان کا خیال ہے کہ آپ نے اپنی کہانی میں اپنی مرضی کے رنگ بھرے ہیں۔اس سب کے باوجود میں آپ کے ساتھ ہوں۔ڈھیروں دعائیں اور محبت۔۔۔

منگنی توڑ دی۔۔۔

اندر کہیں مجھے پتا تھا کہ مجھے اس تعلق سے باہر نکلنا ہے مگر میں ایسا کرنے سے ڈرتی تھی۔ کئی سال کی منگنی کو توڑنا آسان نہیں ہوتا۔ والدین کیا کہیں گے؟ میں رشتہ داروں اور دوستوں کو کیا کہوں گی؟ سب لوگ میرے بارے میں کیا سوچیں گے؟

اور سب سے بڑھ کر یہ کہ میں اپنے بارے میں کیا سوچوں گی؟ ہر گزرتے دن کے ساتھ پریشانی بڑھ رہی تھی۔ منگیتر کے ساتھ لڑائیاں بڑھتی جا رہی تھی۔ میری اپنے منگیتر کے ساتھ بالکل بھی نہیں بنتی تھی۔ مجھے اُس کی شکل تک سے نفرت ہونے لگی تھی۔

پھر ایک صبح، سب کچھ تبدیل ہو گیا۔ میں سو کر اٹھی تو میرے اندر ایک سوئی ہوئی سوچ بھی جاگ اٹھی۔ یہ ایسے نہیں چل سکتا۔ مجھے اس تعلق کو ختم کرنا ہے ورنہ یہ مجھے ختم کر دے گا۔ میری زندگی کا سوال ہے۔ میری خوشیوں کا سوال ہے۔ میں ساری عمر اذیت نہیں سہہ سکتی۔ مجھے صحیح طرح سے یاد نہیں کے میں نے خود سے کیا کہا۔ بس اتنا یاد ہے کہ میرے منہ سے نکلا۔ یہ تعلق ختم ہو چکا ہے۔(It's over and I am done with him)

ایک دَم مجھے سکون سا مل گیا۔ آرام آ گیا۔ ظاہر ہے کہ تعلق ختم کرتے وقت تکلیف تو ہوئی مگر میں سمجھتی ہوں کہ یہ میری زندگی کا سب سے خوبصورت فیصلہ تھا۔

کچھ نہیں کر سکتی۔۔۔

میں آپ سے کچھ ایسا شیئر کرنا چاہتی ہوں۔ جو حال ہی میں ہوا اور جس نے مجھے شدید پریشان کیا۔

میں گروپ کے ساتھ جس میں میرے شوہر بھی شامل تھے۔ پہاڑوں پر چھٹیاں منانے گئی۔ گروپ سے بچھڑ جانے پر مجھے کچھ لڑکوں نے گھیر لیا اور اپنے ساتھ تصویر لینے پر مجبور کرنے لگے۔ میرے انکار کرنے پر اصرار کرتے ہوئے آپس میں کہنے لگے۔ یہ کچھ نہیں کر سکتی۔ انھوں نے میرا گھیراؤ کر لیا تو میں گھبرا گئی۔

دن کا وقت تھا۔ ہر طرف روشنی تھی۔ (رات ہوتی تو پتا نہیں کیا ہوتا؟) ہر طرف لوگ تھے۔ کوئی کچھ نہیں بولا۔ میں نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا کہ میں اتنے لوگوں کے ہوتے ہوئے بھی غیر محفوظ ہو جاؤں گی۔ اگر کوئی یہ سوچے کہ پتا نہیں میرا لباس کیسا تھا تو میں آپ کو بتا دوں کہ سردی کی وجہ سے میں نے خود کو اچھی طرح سے ڈھانپ رکھا تھا۔ میرے جسم کے وہ حصے جن پر الزام ہے کہ وہ مردوں کو اپنی طرف متوجہ کرتے ہیں سب چھپے ہوئے تھے۔

جب میرا صبر جواب دے گیا تو میں نے اونچی آواز میں کہا۔ نہیں۔۔۔ کیا تم لوگوں کو نہیں کی سمجھ نہیں آتی؟ اس پر وہ پیچھے ہٹ گئے۔

میں جسمانی طور پر تو بچ گئی مگر میری روح زخمی ہو گئی۔ اور اب روح پر لگے زخم کو بھرنے میں جانے کتنے برس لگیں گے۔

میں کمزور نہیں ہوں۔ میں مظلوم بھی نہیں ہوں۔ میں عورت ہوں۔ میں اپنا خیال رکھ سکتی ہوں۔ میں صرف چیخ اور رو ہی نہیں سکتی۔ میں بول بھی سکتی ہوں۔

اگر میں چاہوں تو میں بہت کچھ کر سکتی ہوں۔

ناسمجھی کی انتہا۔۔۔

تم میری گاڑی میں بیٹھ کر اس کے ساتھ میسجز میں مصروف رہے۔ مجھے تب بھی سمجھ نہیں آئی۔ تم میرے ساتھ اُس کی باتیں کرتے۔ مجھے تب بھی سمجھ نہیں آئی۔ تم نے مجھے بتایا کہ وہ تمہارے بازو پر پرندے بناتی ہے۔ مجھے تب بھی سمجھ نہیں آئی۔

تم نے کہا۔ جب وہ نظر آ جائے تو دل کرتا ہے اسے دیکھتے ہی رہو۔ اس سے بات ہو تو دل کرتا ہے بندہ اسے سنتا ہی رہے۔ مجھے تب بھی سمجھ نہیں آئی۔ میرے ساتھ ہوتے ہوئے تم اس کے خواب دیکھ رہے تھے۔ مجھے تب بھی سمجھ نہیں آئی۔

تم نے ہمیشہ مجھ سے میرے اور اپنے تعلق کے بارے میں کہا کہ "ہم دوست ہیں۔ بہت اچھے "دوست"۔ مجھے تب بھی سمجھ نہیں آئی۔

تم میرے ساتھ اس کے لئے تحفے خریدتے رہے۔ مجھے تب بھی سمجھ نہیں آئی۔ اس کی سالگرہ پر تم اپنی موٹر سائیکل کے ہینڈل پر کچن کوزین کا کیک لٹکا کر اسے دیئے گئے۔ مجھے تب بھی سمجھ نہیں آئی۔ تم نے کبھی مجھے میری سالگرہ پر تحفہ دینا تو دور کی بات مبارک باد بھی دینا گوارا نہیں کیا۔ میں ہمیشہ خود کو سمجھاتی رہی کہ مجھے تحفوں کی ضرورت نہیں۔ کیا یہ کافی نہیں کہ تم میرے ساتھ ہو۔ تمہارا میرے ساتھ ہونا کسی تحفے سے کم تھوڑی ہے۔

تم اُس کی محبت حاصل کرنے کے لئے کتنے جتن کر رہے تھے۔اور میرا تعلق تمہیں بغیر کسی محنت کے مل رہا تھا۔ مجھے تب بھی سمجھ نہیں آئی کہ جو بغیر محنت کے آرام سے حاصل ہو جائے۔اس کی قدر کہاں ہوتی ہے۔تمہیں کیا پتا کہ میں بھی کسی سے کم نہیں ہوں۔ میں بھی قیمتی ہوں۔مگر تمہیں کیا۔تمہیں اس بات کا احساس کہاں تھا۔

ایک دن تم نے مجھے کال کر کے کہا۔تم کہاں ہو؟ مجھے تمہاری بہت یاد آ رہی ہے۔تمہارا یہ جملہ سُن کر میری خوشی کی انتہا نہ رہی کہ کیا۔۔۔تمہیں میری یاد آ رہی ہے۔میں جہاں تھی۔جس کے ساتھ تھی۔سب بے رنگ ہو گیا۔بے رونق ہو گیا۔سمجھ نہ آئے کہ کیسے اڑ کر تمہارے پاس پہنچوں۔

جو جہاں تھا اسے وہی چھوڑا اور تم سے ملنے بھاگی۔ایک لمحے کے لئے بھی نہیں سوچا کہ تمہیں میری یاد نہیں آ رہی بلکہ تمہیں میری "ضرورت" ہے۔اور تم نے مجھے ضرورت کے تحت کال کی ہے۔ورنہ میں ہی ہمیشہ تمہیں کال کرتی تھی۔تم نے کبھی مجھے خود سے کال نہیں کی تھی۔ مجھے کبھی سمجھ نہیں آئی کہ میری بے قدری ہو رہی ہے اور مجھے پتا بھی نہیں چل رہا۔

پھر جب ہم ملے تو تم نے مجھے بتایا کہ اس نے تمہیں چھوڑ دیا ہے۔میری آنکھوں میں آنسو آ گئے۔مجھ پر قیامت ٹوٹ پڑی۔مجھے ایسے لگا جیسے کسی نے مجھے چھوڑ دیا ہو۔میں برباد ہو گئی ہوں۔میری کل کمائی لٹ گئی ہو۔تم میری گاڑی میں بیٹھ کر اُس کے لئے روتے رہے۔مجھے تب بھی سمجھ نہیں آئی۔پھر تم میرے ساتھ پارک کے بینچ پر بیٹھ کر اُس کے لئے

تڑپتے رہے۔ مجھے تب بھی سمجھ نہیں آئی۔ اُس دن تم نے چائے بھی نہیں پی۔ مجھے تب بھی سمجھ نہیں آئی۔

تم نے اُسے کبھی کہیں لے کر جانا ہوتا تو تم اُس کے لئے "کریم" کرواتے کیونکہ اسے تمہاری بائیک پر بیٹھتے ہوئے شرمندگی محسوس ہوتی تھی۔ اس کا سٹینڈرڈ کم ہوتا تھا۔ میں نے کبھی ایسا کچھ سوچا ہی نہیں۔ ہمیشہ تمہیں پک اینڈ ڈراپ کیا۔ تا کہ تمہیں تنگی نہ ہو۔

مجھے سمجھ نہیں آتی تھی کہ تم جتنے مل رہے ہوا تنے کافی کیوں نہیں ہو؟ میرے اندر یہ بے چینی سی کیا ہے۔ مجھے کیا پتا تھا کہ میرے اندر آتش فشاں پک رہا ہے۔ وہ تو جس دن دل کے اندر درد کا آتش فشاں پھٹا تو پتا چلا۔ تب کہیں جا کر مجھے سمجھ آئی کہ جس سے محبت ہو اس سے صرف محبت ہی ملے تو ٹھیک ورنہ دوستی کے چکروں میں نہیں پڑنا چاہیے۔

دوست کا درجہ محب کے درجے سے ہمیشہ کم ہی ہوتا ہے۔ دوست کتنا ہی قیمتی کیوں نہ ہو۔ محب ہی محبوب کا مالک ہوتا ہے۔ کبھی محبت کے بدلے دوستی نہیں لینی چاہیے۔ یہ بڑے گھاٹے کا۔۔۔ درد کا سودا ہوتا ہے۔ کیونکہ دوستی تو شاید کسی کے ساتھ بھی کی جاسکتی ہے لیکن محبت ہر کسی کے ساتھ نہیں ہوتی۔

جسم جیتنے کے لئے۔۔۔

جب فرسٹ ائیر کا میتھ مجھے مشکل لگا تو میں نے ابّو سے کہا کہ مجھے میتھ میں کسی کی مدد کے ضرورت ہے۔پلیز آپ مجھے کوئی ٹیوشن لگوادیں۔انھوں نے کہا اچھا کچھ کرتے ہیں۔کوئی ٹیچر یا اکیڈمی ڈھونڈتے ہیں۔

پھر کچھ دن بعد ابّو نے مجھے بتایا کہ دوسری گلی میں کسی نے اپنے گھر میں ہی اکیڈمی کھولی ہے۔ابّو جب اس اکیڈمی کو وزٹ کرنے گئے تو انھیں وہ سر جنھوں نے وہ اکیڈمی کھولی تھی بہت اچھے لگے۔انھوں نے گھر آ کر ہمیں بتایا کہ بڑا شریف اور محنتی سا لڑکا ہے۔تم اسی سے میتھ پڑھ لو۔یوں میں ان سر کی ہوم بیسڈ اکیڈمی میں جانے لگی۔

سر یونیورسٹی سے ایم۔کام کر رہے تھے اور مجھ سے چند سال ہی بڑے تھے۔اور اس میں کوئی شک نہیں تھا کہ وہ اخلاق کے بہت اچھے تھے۔انھوں نے نئی نئی اکیڈمی کھولی تھی اس وجہ سے اکیڈمی میں زیادہ بچے نہیں تھے۔مختلف اوقات میں مختلف کلاسز کے سٹوڈینٹ آتے تھے۔فرسٹ ائیر کے لئے ان کے پاس کلاس میں صرف میں ایک ہی سٹوڈینٹ تھی۔

سر بہت اچھا میتھ پڑھاتے تھے۔ان کے میتھ پڑھانے کا طریقہ بہت سادہ تھا۔ان سے ایک سوال چاہے سو بار ہی کیوں نہ سمجھانے کا کہہ دو وہ برا منائے بغیر بڑی خوشی

سے سمجھاتے تھے۔انھی کی وجہ سے پوری کلاس میں میتھ میں میرے نمبر سب سے زیادہ آئے۔ان کی اتنی محنت، توجہ،تحمل اوراخلاق سے پڑھانے کہ وجہ سے وہ بھی مجھے اچھے لگنے لگے۔

کچھ ماہ بعدایک دن سر نے مجھ سے پوچھا کہ اگر میں آپ سے کچھ کہوں تو آپ برا تونہیں منائیں گی۔میں نے کہا نہیں۔تو انھوں نے کہا کہ وہ مجھ سے محبت کرتے ہیں۔میں نے کوئی جواب نہیں دیااور گھرآ کر سارا دن سوچتی رہی کہ کیا کروں۔

بہت سوچنے کے بعد میں نے ان کی محبت کوقبول کرلیا۔ان کی محبت کوقبول کیے ابھی کچھ دن ہی گزرے تھے کہ انھوں نے میرے جسم کو ہاتھ لگانا چاہا تو میں نے کہا کہ مجھے گڈ ٹچ اور بیڈ ٹچ کا پتا ہے۔جو آپ چاہ رہے ہیں میں وہ نہیں چاہتی۔یہ کہہ کر میں ان سے ناراض ہوگئی اوراکیڈمی جانا چھوڑ دیا۔

میں نے گھر میں کسی کو کچھ نہیں بتایا کیونکہ مجھے لگا ان کی اس حرکت کی کافی حد تک ذمہ دار میں خود بھی ہوں۔نہ میں ان کی محبت کوقبول کرتی نہ وہ ایسی حرکت کرنے کی جرات کرتے۔

جب میں کئی دن تک اکیڈمی نہیں گئی تو انھوں نے میرے گھر فون کر کے میری امّی کو سمجھایا کہ اگر میں اکیڈمی نہیں آؤں گی تو میری پڑھائی کا حرج ہوگا۔اور میرے نمبر کم آئیں گے۔بطور ٹیچر انھیں میری بہت فکر ہے۔امّی کو بھی سر سے بات کر کے بہت اچھا لگا۔اور جب امّی نے مجھ سے پوچھا کہ تم اکیڈمی کیوں نہیں جارہی تو پہلے تو میں بہانے بناتی

رہی پھر چونکہ میں کسی کو کچھ بتانا نہیں چاہتی تھی اس لئے مجبوراً دوبارہ اکیڈمی جانے کی حامی بھر لی۔ لیکن میں دوبارہ اکیڈمی یہ طے کر کے گئی تھی کہ سر کو کچھ بھی ایسا ویسا کہنے یا کرنے نہیں دوں گی۔

جب میں دوبارہ اکیڈمی گئی تو وہ مجھے دیکھ کر بہت روئے۔ میں کرسی پر بیٹھی تھی جب وہ میرے پاؤں میں بیٹھ گئے اور کہنے لگے۔ تم مجھ سے لڑ لیتی۔ جو کہنا تھا کہہ لیتی مگر مجھ سے یوں اپنا آپ نہ چھینتی۔ میں تمہیں کھونا نہیں چاہتا۔ جب میری آنکھوں نے تمہیں کئی دن تک نہیں دیکھا تو وہ تڑپنے لگیں۔ میری تڑپتی آنکھوں پر تمہیں زرا بھی ترس نہیں آیا؟ ایسا کیا ہو گیا تھا۔ جو تم نے مجھے یہ سزا دی؟

میں نے ان کے بار بار اصرار کرنے پر انھیں جواب دیا کہ میرے جسم پر صرف میرے شوہر کا حق ہے۔ انھوں نے کہا لو یہ بات تھی تو تم مجھے کھل کر بتاتی۔ میں سچا ہوں اور تم سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔ جب میں نے کہا کہ میں ابھی پڑھ رہی ہوں میرے گھر والے ابھی نہیں مانیں گے تو انھوں نے کہا کہ چلو جب تک شادی نہیں ہوتی ہم نکاح کر لیتے ہیں۔ اس طرح ہمارا ایک دوسرے سے بات کرنا بھی "حلال" ہو جائے گا۔

یہ سن کر مجھے بہت خوشی ہوئی۔ کہ یہ شخص کتنا سچا ہے۔ مجھے خود پر بہت افسوس ہوا کہ میں نے ایک سچے شخص پر شک کیا۔ میں نے فیصلہ کیا کہ آج کے بعد میں ان پر پورا اعتماد کروں گی۔ جو یہ کہیں گے وہی کروں گی۔

اس بات کے بعد آنے والے جمعہ کے دن وہ شلوار قمیض پہن کر آئے۔ اس دن ان کے ساتھ دو چھوٹے چھوٹے سٹوڈینٹس بھی تھے۔ جنھیں انھوں نے گواہ کے طور پر استعمال کیا۔ انھوں نے خود ہی کچھ آیات پڑھیں اور مجھے پوچھا کہ کیا میں انھیں قبول ہوں۔ یوں ہمارا نکاح ہو گیا۔ میں ان کی بیوی اور وہ میرے شوہر بن گئے۔ ہم ایک دوسرے کے لئے حلال ہو گئے۔

میں چار سال تک ان کی اکیڈمی میں پڑھتی رہی اور وہ مجھے میتھ کے ساتھ ساتھ وہ بھی پڑھاتے رہے جو ایک شوہر اپنی بیوی کو پڑھاتا ہے۔ ایم۔کام کرنے کے بعد انھوں نے جاب شروع کر کے اکیڈمی بند کر دی مگر انھوں نے مجھے پڑھانا نہیں چھوڑا۔

میری گریجویشن کے بعد میرے رشتے آنے شروع ہو گئے۔ جب میرے گھر والے میری شادی کی باتیں کرنے لگے تو میں ڈر گئی کہ نکاح پر نکاح کیسے ہو سکتا ہے۔ گھر میں تو میں کسی کو کچھ بتا نہیں سکتی تھی اس لئے میں نے انھیں بہت کہا کہ پلیز آپ اپنے گھر والوں کو میرے گھر بھیجیں مگر جب تک وہ کر سکتے تھے تب تک ٹال مٹول کرتے رہے۔

پھر جب میرے گھر والوں نے میرے لئے ایک رشتہ فائنل کر لیا تو اس دن میں ان کو فون کر کے بہت روئی کہ یہ آپ میرے ساتھ کیا کر رہے ہیں۔ انھوں نے بڑے اطمینان سے کہا کہ میرے گھر والے کبھی بھی میری شادی تم سے کرنے پر راضی نہیں ہوں گے۔ کیونکہ تم سید نہیں ہو۔ اس لئے میں تم سے شادی نہیں کر سکتا۔ مگر میں تمہیں طلاق دیتا

ہوں تاکہ تم آزاد ہو کر کسی اور سے شادی کر لو۔ یوں انہوں نے مجھے فون پر ہی طلاق دے دی۔

اس دن میں بہت روئی اور میری بدنصیبی دیکھیں کہ میں اپنے آنسو کسی کے ساتھ شیئر بھی نہیں کر سکتی تھی کہ میرے ساتھ ہوا کیا ہے۔ یہ وہ زخم ہے جسے آج تک نہ میں کسی کو بتا سکی ہوں اور نہ ہی یہ میرے اندر سے کبھی بھر سکا ہے۔

تب مجھے سمجھ نہیں آتی تھی مگر اب آ گئی ہے کہ انھوں نے یہ سارا ڈرامہ صرف میرا جسم جیتنے کے لئے کیا تھا۔

انسان اچھا لگنے لگا۔۔۔

جب میں دسویں جماعت میں تھی تو مجھے ایک "انسان" اچھا لگنے لگا۔ہم نے بہت وعدے کئے۔زندگی ساتھ گزارنے کے۔دکھ درد بانٹنے کے۔ایک ساتھ جینے مرنے کے۔

لیکن اس کے بہت بار بلانے کے باوجود بھی میں کبھی اُس سے تنہائی میں ملنے نہیں گئی۔میرے نزدیک صرف جسموں کا ملنا ہی محبت نہیں کہلاتا۔

پھر کچھ سال گزرنے کے بعد پتا چلا کہ اُس کا ان تین سالوں میں میرے علاوہ چند اور لڑکیوں کے ساتھ چکر چل رہا ہے۔ان میں سے دو تو میری دوست بھی تھی۔لیکن جب میں نے اس سے پوچھا تو اس نے الٹا مجھ پر غصہ کیا اور مجھے اپنے سمیت ان سب سے معافی مانگنے کو کہا۔

اور میں بیوقوف۔اُس کی باتوں میں آ گئی اور میں نے اس کے ساتھ ساتھ سب سے بھی معافی مانگی۔

کچھ عرصہ بعد جب میں نے اسے کسی لڑکی کا ہاتھ پکڑتے ہوئے دیکھا تو میں نے اس سے بظاہر تو تعلق توڑ دیا مگر میرا دل اس سے بہت دیر جڑا رہا۔جس کی وجہ سے میں بہت عرصہ تکلیف میں رہی۔

وہ دن اور آج کا دن۔ میں نے کسی اور کو اجازت نہیں دی کہ وہ آئے اور مجھ سے اور میرے جذبات سے کھیلے۔

میں لاشعوری طور پر لڑکوں سے نفرت کرتی ہوں۔ یہ صرف لڑکیوں کے جسم کو ہی دیکھتے ہیں۔ انھیں کیا پتا کہ جسم کے اندر جان بھی ہوتی ہے۔۔۔ جذبات بھی۔۔۔ اور دل بھی۔۔۔ جو ایک بار گندا ہو جائے تو اسے صاف کرنے میں سالوں لگ جاتے ہیں۔

بارات آ گئی۔۔۔

بارات آ گئی۔۔۔بارات آ گئی۔۔۔کا شور سُن کر دلہن کے کمرے میں بیٹھی سب لڑکیاں ایک ساتھ بارات آتی دیکھنے کو باہر کی طرف بھاگ گئیں۔

دل تو دلہن کا بھی بہت چاہا کہ وہ بھی بھاگ کر جائے اور اپنی بارات کو آتا ہوا دیکھے۔اتنے سالوں سے وہ دوسروں کی باراتیں دیکھ دیکھ کر تھک چکی تھی اور آج وقت تھا کہ وہ اپنی آنکھوں کی تھکن اتارے مگر اِس خوف سے کہ لوگ کیا کہیں گے کہ "دیکھو۔۔۔دلہن کتنی بے حیا ہے کہ اپنی ہی بارات دیکھنے آ گئی"۔وہ اپنے زور زور سے دھڑکتے دل کے ساتھ وہیں بیٹھی رہی۔گو کے اُس کا دل صرف دھڑکن سے ہی نہیں بلکہ دعاؤں سے بھی بھرا تھا کہ اللہ سب پر یہ خوشیوں کا دن لائے۔

معاشرے کی بیڑیاں اُس کے پاؤں سے لے کر سر تک تو ہو سکتیں تھیں پر سوچوں تک تو نہیں۔تو وہ وہیں بیٹھے بیٹھے سوچنے لگی۔شادی بھی نا کتنی مشکل شے ہے۔کس مشکل سے وہ اِس دن تک پہنچی تھی ورنہ کبھی کبھی تو اُسے لگتا تھا کہ بارات کی خواہش لئے ہی وہ ختم ہو جائے گی اور لوگوں کو اُسے سرخ دوپٹے میں دفنانا پڑے گا۔اِس سوچ نے اُس کا سارا جسم جھنجھوڑ کر رکھ دیا۔جلدی سے اُس نے اپنے سر کو جھٹکا۔اپنے سر پر آپ ہی ہاتھ مارا اور خود کو ٹوکا۔یہ بھلا میں کیا سوچنے بیٹھ گئی۔ایسے موقع پر ایسی باتیں نہیں سوچتے۔بدشگنی ہوتی ہے۔

سلگتی سوچوں سے دھیان ہٹانے کے لئے اُس نے باہر سے آنے والے لڑکی بینڈ باجوں کو سننا شروع کر دیا۔ جس میں شہنائیاں شور مچا مچا کر کہہ رہی تھیں۔

آیا لاڑیے نی۔۔۔ تیرا سہریاں والا آیا نی۔۔۔

نوٹ۔۔۔ جب یہ آدھی تحریر میں نے اپنے پڑھنے والوں سے شیئر کی تو جہاں سب کو یہ بہت اچھی لگی وہیں سب نے میرے آگے ہاتھ جوڑ کر کہا کہ اللہ کا واسطہ آپ اس تحریر میں لڑکی کی بارات کے ساتھ کچھ نہ کرنا اور اس لڑکی کو خیر خیریت سے اس کے پیا کے گھر پہنچا دینا۔

کسی نے مجھ پر اعتراض کیا ہے کہ میں اپنی تحریروں میں لڑکیاں مار دیتا ہوں۔ یا ان کے ساتھ کوئی حادثہ کروا دیتا ہوں۔ گویا کہ میری تحریروں میں لڑکیوں کے ساتھ ہونے والے حادثات کا میں ذمہ دار ہوں۔ مجھ پر اس بات کا اتنا گہرا اثر ہوا کہ مجھے باقی کی تحریر ہی بھول گئی۔ مجھے یاد ہی نہیں رہا کہ بارات آنے کے بعد کیا بنا تھا۔ لڑکی کے ساتھ کوئی حادثہ ہوا تھا یا وہ خیر خیریت سے اپنے پیا کے ساتھ چلی گئی تھی۔ اس لئے اس نامکمل تحریر سے ہی گزارہ کریں۔ آئی ایم سوری فور دِس۔

خاموشی۔۔۔

جب میں تم سے پہلی بار ملی تھی تو میں نے فیصلہ کیا تھا کہ میں تم سے دوبارہ نہیں ملوں گی۔ پھر پتا نہیں میں تم سے دوبارہ کیوں ملی؟ جب میں تم سے دوسری بار ملی تھی تو بھی میں نے یہی فیصلہ کیا کہ اب میں تم سے نہیں ملوں گی۔ مگر پتا نہیں میں تم سے تیسری بار کیوں ملی؟ پھر میں تم سے تیسری بار۔۔۔ چوتھی بار۔۔۔ بلکہ بار بار ملتی رہی۔ یہ جانتے ہوئے بھی کہ تم سے تعلق تباہی و بربادی کے سوا کچھ بھی نہیں۔ پتا نہیں وہ کون سی طاقت تھی۔ جو مجھے تم سے بار بار ملنے پر مجبور کرتی تھی۔ خیر چھوڑو۔

تم بھی نا۔۔۔ بولتے ہو تو بولتے ہی چلے جاتے ہو۔ سر اٹھا کر بھی نہیں دیکھتے کہ سننے والے پر کیا بیت رہی ہے۔ اُسے اچھا لگ رہا ہے یا برا۔

تم۔۔۔ کہتے ہو کہ تم تعلق بہتر بنانے آتے ہو مگر بہتر بنانے کے چکروں میں جب بولتے ہو تو بچا کچا تعلق بھی برباد کر کے رکھ دیتے ہو۔

وہ کیا کہہ رہے تھے تم کہ تم مجھ سے ملنے کے لئے آتے وقت جان بوجھ کر موقع کی مناسبت سے اچھے کپڑے اور جوتے پہن کر نہیں آئے کیونکہ محفل میں تم مجھے آؤٹ شائین نہیں کرنا چاہتے تھے۔

تم نے یہ سوچ بھی کیسے لیا کہ تم مجھے آؤٹ شائین کر سکتے ہو؟ تم۔۔۔تم ہو اور میں۔۔۔ میں ہوں۔ تمہیں کیا لگتا ہے کہ میں اِن سکیور ہوں؟ تمہارے محفل میں آنے سے میری یا میری محفل کی روشنی کم پڑ جائے گی؟ کم آن۔۔۔ محفل میں دو روشنیاں روشن ہو جائیں تو محفل جگمگا اٹھتی ہے۔ خراب نہیں ہوتی۔

کتنی بار کہا ہے تم سے کہ اکیلے نہ رہا کرو۔ پتا نہیں اکیلے بیٹھے کیا کیا سوچتے رہتے ہو۔ پتا نہیں۔ کیا کیا۔ خناس اپنے اندر بھرتے رہتے ہو۔ اپنے ذہن کی صفائی کرواؤ۔

اور یہ کیا کہا تھا تم نے مجھ سے کہ تم مجھے تم کہہ کر بات کرو گے۔ تم مجھ سے تم کہہ کر کیسے بات کر سکتے ہو؟ تمام عمر آپ آپ کرنے والی تمہاری زبان کو اب کچھ نہیں ہو گا کیا؟ اس پر چھالے نہیں نکل آئیں گے؟ تم ایک بار مجھے تم کہہ کر تو دیکھو۔ بڑے آئے تم مجھے تم کہنے والے۔

لاسٹ ٹائم جب ہم لڑے تھے تو تم نے کہا تھا کہ تم خاموشی اختیار کر سکتے ہو؟ تمہارے منہ سے یہ سُن کر مجھے آگ لگ گئی تھی۔ مجھے تمہارے اس ایک جملے نے مجھے جلا کر رکھ دیا تھا۔

پھر کر لی تھی نا۔ ہم دونوں نے خاموشی اختیار۔ تم نے خود توڑی تھی خاموشی۔ اب کے دیکھو۔ کون توڑتا ہے خاموشی؟

کرسڈ ڈے۔۔۔

وہ ایک کرسڈ ڈے تھا۔۔۔

اب آپ پوچھیں گے کہ کوئی ڈے کرسڈ ڈے کیسے ہو سکتا ہے؟ جس دن عذاب نازل ہو۔کوئی کرس پیچھے پڑے۔اب اسے برکت والا دن تو کہہ نہیں سکتے۔وہ کرسڈ ڈے ہی کہلائے گا۔

ایک ہی دن کسی کے لئے بلیسڈ ڈے بھی ہو سکتا ہے اور کسی کے لئے کرسڈ ڈے بھی۔جیسا کہ کسی کے گھر کئی سالوں کی دعاؤں کے بعد بیٹا پیدا ہو تو وہ دن اُس کے لئے بلیسڈ ڈے (برکت والا دن) ہو گا اور اگر اُسی دن کسی حادثے میں کسی کا اکلوتا جوان بیٹا فوت ہو جائے تو وہی دن اس کے لئے کرسڈ ڈے بن جائے گا۔

مجھے معاف کر دیں۔آپ کو سمجھانے کے چکر میں بات پیدا ہونے سے فوت ہونے تک پہنچ گئی۔خیر چھوڑیں۔کرسڈ ڈے پر بات کرتے ہیں۔

وہ ایک کرسڈ ڈے تھا۔۔۔

اُس دن موسم بہت خوبصورت تھا۔ہلکی ہلکی بارش ہو رہی تھی۔یہاں یہ بھی یاد

رہے کہ ضروری نہیں ہے کہ کرسڈ ڈے میں موسم بھی کرسڈ ہو۔ دھوپ یا گرمی کی انتہا ہو۔ خوبصورت موسم میں بھی ڈے کرسڈ ہو سکتا ہے۔ پتا نہیں دل میں کہاں سے۔۔۔ کیسے۔۔۔ خواہش پیدا ہوئی کہ کسی خواب صورت شخص سے ملا جائے۔ کافی پی جائے۔ دیر تک لا حاصل گفتگو ہو۔ بے خوف خیالات کا تبادلہ ہو۔ کوئی خوب باتیں کرنے والا ہو مگر کسی بات پر بھی ایک دوسرے کو جج نہ کیا جائیں۔ سو فیصد نون جج مینٹل گفتگو ہو۔

اُس کا نمبر تو کافی عرصہ سے پاس تھا مگر کبھی کال نہیں کی تھی۔ پر اُس دن کر دی۔ شاید اس لئے کہ اس دن کو کرسڈ ڈے بننا تھا۔

میں نے کہا نا کہ۔۔۔ وہ ایک کرسڈ ڈے تھا۔۔۔

اُس نے فون اٹھایا۔ میرے اپنا تعارف کروانے پر خوشی کا اظہار کیا۔ جیسے وہ بھی مجھ سے ملنا چاہتا ہو مگر اظہار کی ہمت نہ ہو۔ (یہ بات تو مجھے اس سے مل کر پتا چلی کہ وہ بھی کئی ماہ سے مجھ سے ملاقات کی خواہش پال رہا تھا)۔

اُس نے بتایا کہ وہ آج تھوڑا مصروف ہے۔ شاید آج ملاقات نہ ہو سکے۔ مگر ملاقات ہو گی ضرور۔ کل یا پرسوں یا شاید ترسوں۔ مصروفیت کی وجہ سے طے کرنا ممکن نہیں۔ اتنی سی بات کے بعد فون بند ہو گیا۔

مجھے آرام آ گیا۔ میرے کچھ اور کرنے کے لئے اٹھنے سے پہلے ہی فون بج اٹھا۔

میں نے فون اٹھایا تو دوسری طرف وہ تھا۔ سنیں۔۔۔ موسم کی خوبصورتی کی وجہ سے آج کے سارے کام کل پر منتقل ہو گئے ہیں۔ میں فری ہوں۔ ہم مل سکتے ہیں۔

میں نے کہا نا۔ وہ ایک کرسڈ ڈے تھا۔ کرسڈ ڈے والے دن دو انتہائی مصروف لوگ ایک دوسرے سے ملاقات کے لئے فری ہو جاتے ہیں۔

ملنے کی جگہ طے ہو گئی۔ تیار ہو کر گھر سے نکلتے وقت خیال آیا۔ وہ برستی بارش میں کیسے آئے گا؟ کرسڈ ڈے والے دن آپ کو اپنے سوا کسی اور کا بھی خیال آ جاتا ہے۔ گھر سے نکلتے ہی فوراً اسے فون کیا تو اس نے ڈرتے ڈرتے بتایا کہ اُس کے پاس کوئی کنوینس نہیں ہے۔ مگر وہ کریم (پرائیویٹ ٹیکسی) پر آ جائے گا۔ میں نے کہا نہیں نہیں۔۔۔ کریم کی ضرورت نہیں۔ مجھے پک کرنے دیں۔ میں نے کہا نا۔ وہ ایک کرسڈ ڈے تھا۔ ابھی تک آپ کو سمجھ کیوں نہیں آئی؟ کہ وہ ایک کرسڈ ڈے تھا۔

جہاں سے اسے پک کرنا تھا۔ وہ وہیں سڑک کے دوسری طرف کھڑا تھا۔ سردیوں کی رات شروع ہو چکی تھی۔ ہلکی ہلکی ہی سہی پر بارش ابھی برس رہی تھی۔

نیلے رنگ کا ٹو پیس۔۔۔ سفید شرٹ۔۔۔ ریڈ ٹائی۔۔۔ وہ بھیگتا ہوا۔۔۔ گاڑی میں آ بیٹھا۔۔۔ یوں کرسڈ ڈے شروع ہوا۔

گاڑی میں بیٹھنے کی دیر تھی۔ بولا۔ کتنی خوبصورت خوشبو ہے۔ آپ کا سینس آف

کلون بہت اچھا ہے۔ بیٹھتے ہی باتیں ہونے لگیں۔ جیسے ایک دوسرے کو صدیوں سے جانتے ہوں۔

جہاں جانا طے ہوا تھا وہاں جانا بھول گئے اور ایک دوسرے سے پوچھنے لگے کہ کہاں چلیں؟ اور پھر آپ بتائیں؟ آپ بتائیں؟ کرتے کرتے کئی گھنٹوں سنسان سڑکوں پر ڈرائیو کرتے رہے۔ گاڑی کی چھت پر بارش کی بوندیں گر کر ایک سحر انگیز ساؤنڈ پیدا کر رہی تھیں۔ باہر گاڑی بارش میں اور گاڑی کے اندر بیٹھے ہم ایک دوسرے کی محبت میں بھیگ رہے تھے۔ آخر میں جا کر کہیں ایم ایم عالم روڈ پہنچے۔ کھانا کھایا۔ کافی پی۔ باتیں کیں اور کرتے ہی رہے۔ بھول گیا کہ واپس بھی جانا ہے۔

کوئی شخص دیکھنے اور بولنے میں اتنا خواب صورت بھی ہو سکتا ہے کہ ساتھ ہو تو وقت کا پتا ہی نہ چلے۔ دیکھو تو بار بار دیکھنے کو دل کرے۔ بولے تو باتوں سے خوشبو آئے۔ جاتے وقت آنکھوں سے چومے اور چلا جائے۔ گھر جائے اور میسج کرے کہ مل کر بہت اچھا لگا۔ اچھا لگاتے رہنا۔ میں نے کہا نا کہ۔۔۔وہ ایک کرسڈ ڈے تھا۔۔۔

اس دن اس نے ملنا تھا جو چاہ کر بھی آپ کا نہ ہو سکتا ہو۔ اس دن اس سے تعلق کا آغاز ہونا تھا۔ میں نے کہا نا کہ۔۔۔وہ ایک کرسڈ ڈے تھا۔۔۔اس دن

کسی لاحاصل شخص کا حاصل ہونا تھا۔۔۔

سلگتی سنڈریلا۔۔۔

جب میں پیدا ہوئی تو میں اپنے والدین کی آٹھویں اولاد تھی۔

میرے نانا نانی سب بیٹیوں کی شادی کر کے تنہائی کا شکار زندگی گزار رہے تھے۔میرے ہوش سنبھالنے سے پہلے ہی میرے والدین نے مجھے انھیں دے دیا۔یوں مجھے میرے نانا نانی نے پالا۔میں انھیں امّی ابّو کہتی تھی۔

نوڈاوٹ مجھے دونوں یعنی نانا نانی نے بہت محبت دی۔وہ میری ہر خواہش پوری کرتے تھے۔میرا خود سے زیادہ خیال رکھتے تھے۔مجھے حد سے زیادہ توجہ دیتے تھے۔میری زندگی خوشی سے بھری ہوئی تھی۔

جب میں میٹرک میں گئی تو نانا نانی بھی چلے گئے۔سب سے پہلے میری نانو کی ڈیتھ ہوئی اور پھر اس کے کچھ ماہ بعد ہی نانا بھی فوت ہو گئے۔

بس یہاں سے میری زندگی نے ایک عجیب موڑ لیا۔ظاہر ہے جب میرے سر سے سایہ اٹھ گیا تو حقیقت میں میں جن کی تھی۔وہ مجھے واپس اپنے گھر لے آئے مگر اپنے حقیقی والدین کے گھر آ کر مجھے اندازہ ہوا کہ میں یہاں سے بی لونگ ہی نہیں کرتی۔

چونکہ میں اپنے سگے بہن بھائیوں کے ساتھ بڑی نہیں ہوئی تھی۔اس لئے ان کے اور میرے درمیان بہت فاصلہ تھا۔کئی سال کا فاصلہ۔یہ فاصلہ صرف بہن بھائیوں کے درمیان ہی نہیں بلکہ ماں باپ کے ساتھ بھی تھا۔میں نے انھیں امّی ابّو کہنا تو شروع کر دیا مگر میں انھیں ہمیشہ اپنے پچھلے ابّو امّی یعنی نانا نانی سے کمپیئر کرتی تو اِن کی محبت اُن کی محبت سے کم پاتی۔نانا نانی کے پاس محبت کرنے کے لئے صرف میں تھی شاید اسی لئے میں ان کے لئے بہت خاص تھی مگر میرے والدین کے پاس بہت سے بچے تھے۔شاید اس وجہ سے میں ان کے لئے عام سی تھی۔

محبت کی کمی میں سارا قصور صرف ان ہی کا نہیں۔کچھ میرا بھی تھا۔چونکہ میں ایک عرصہ اکیلی رہی تھی۔شاید اسی وجہ سے مجھے دوسروں کے ساتھ رہنا بھی نہیں آتا تھا۔جس کی وجہ سے میری کبھی اپنے بہن بھائیوں کے ساتھ نہ بن سکی۔بہن بھائیوں میں برے مشہور ہونے کی وجہ سے میں اپنے ماں باپ کے لئے بھی بری بن گئی۔

میں نے شروع شروع میں تھوڑی بہت کوشش کی کہ ہمارے درمیان کا فاصلہ کچھ کم ہو مگر وہ کم نہ ہو سکا۔تب مجھے یہ کہاں پتا تھا کہ فاصلہ زیادہ اور کوشش کم ہو تو کام نہیں بنتا۔

نیا گھر۔۔۔نئے گھر والے۔۔۔نیا سکول۔۔۔نئے لوگ۔۔۔اتنی بڑی تبدیلی اور وہ بھی اچانک سے۔میرا ذہن یہ سب قبول نہ کر سکا اور میں تنہائی کا شکار ہو گئی۔

میں اپنے ہی گھر میں کسی اجنبی کی طرح رہنے لگی۔

فیری ٹیلز مجھے بچپن سے بہت پسند تھی۔ بڑے ہونے کے باوجود میں تنہائی اور پریشانی سے بچنے کے لئے پھر سے ان میں رہنے لگی۔ مجھے لگنے لگا کہ میں سنڈریلا ہوں۔ جو ظالم ماں باپ اور بہن بھائیوں کے ساتھ رہ رہی ہے اور کسی دن کوئی شہزادہ مجھے ڈھونڈتا ہوا آئے گا اور مجھے اپنے ساتھ لے جا کر میری ساری کھوئی ہوئی خوشیاں واپس لوٹا دے گا۔

میں ہر وقت خیالوں کی دنیا میں رہتی۔ خواب دیکھتی کہ کوئی آئے گا اور مجھے اس درد سے نجات دلائے گا۔

پھر ایک دن میں اپنی دوستوں کے ساتھ پیزا ہٹ میں تھی کہ ایک لڑکے نے جو اپنے دو اور دوستوں کے ساتھ وہاں آیا ہوا تھا نے مجھے دیکھ کر اپنا نمبر میری طرف پھینک دیا۔

میں نے ظاہر تو نہیں کیا مگر میں خوشی سے پاگل سی ہو گئی کہ انتظار ختم ہوا اور میرا شہزادہ مجھ تک خود ہی پہنچ گیا ہے۔

میں اس سے فون پر باتیں کرنی لگی۔ میری ساری تنہائی اداسی اور پریشانی دور ہو گئی۔ وہ فاصلوں کے ہوتے ہوئے بھی میرے ساتھ ہوتا۔ کب اٹھی تھی؟ بہت دیر ہو گئی ہے۔ اب سو جاؤ۔ تمہارے سونے کا وقت ہو گیا ہے۔ کھانا کھا لو۔ بریک فاسٹ کیے کئی گھنٹے ہو گئے ہیں۔ کیا کھایا تھا؟ یہ کھاؤ۔ یہ نہ کھاؤ۔ یہ صحت کے لئے ٹھیک نہیں ہوتا۔ اپنا خیال رکھا کرو۔ وہ یہ سب کہتا اور وہ میرا بہت خیال رکھتا۔

میری اتنی فکر کرتا کہ میں خود بھی حیران ہو جاتی۔لگتا کہ وہ میری کئی سالوں کی دعاؤں کا حاصل ہے۔کسی دوست سے لڑائی ہو جاتی تو وہ سمجھاتا۔مجھے طریقے سکھاتا کہ مسئلے کو کیسے حل کرنا ہے۔" پری۔۔۔تم لوگوں کی پروانہ کیا کرو۔میں ہوں نا"۔اس کا یہ جملہ میری جان تھا۔وہ مجھے پیار سے پری کہتا تھا۔

پری میں تمہارا ہوں اور تم میری ہو۔تمہاری روح اور جسم دونوں میرے ہیں۔میں ان دونوں کا مالک ہوں۔میں نے خوشی سے اپنی روح اور جسم دونوں اسے سونپ دیئے۔ہم جب بھی ملتے۔وہ میری روح اور جسم کا مالک بن جاتا۔

مجھے کہاں اندازہ تھا کہ یہ محبت نہیں ہے۔ویب آف ورڈز یعنی لفظوں کا جال ہے۔جو وہ میرے گرد بن رہا ہے۔میرے جسم کا مالک بننے کے لئے اور میں اس میں پھنس رہی ہوں۔کبھی کسی نے مجھے بتایا ہی نہیں تھا کہ میری آنکھیں بہت گہری ہیں۔میرے دانت میرے ہونٹوں کے پیچھے چھپے کتنے پیارے لگتے ہیں۔میں بکھرے بالوں میں بھی خوبصورت لگتی ہوں۔

جس دن میں پیدا ہوئی۔وہ سال کا سب سے خوبصورت دن ہے۔سالگرہ کو ایسے بھی سلیبریٹ کیا جاسکتا ہے کہ صرف دو لوگ ہوں اور لگے کہ ساری دنیا شامل ہے۔

خوشیوں کا وقت کتنا کم ہوتا ہے۔کئی سال گزر گئے پتا ہی نہیں چلا۔گھر میں میرے رشتے کی باتیں ہونے لگی تو میں ڈر گئی۔اس نے اپنا خوف شیئر کیا تو وہ کہنے لگا۔کچھ

نہیں ہوتا۔ ڈروں نہیں۔ پری میں ہوں نا۔ گھر والوں کو بھیج دوں گا میں۔ اچانک تو نہیں بتا سکتا نا۔ آہستہ آہستہ بات شروع کروں گا۔

وہ کوشش کرتا رہا۔ ٹالتا رہا۔ گھر میں مسئلہ ہو گیا ہے۔ بات کرنے کا یہ مناسب وقت نہیں ہے۔ ابّو بیمار ہو گئے ہیں۔ ماموں فوت ہو گئے ہیں۔ امّی سے بات کرنے کا یہ صحیح وقت نہیں ہے۔ بات بننے کی بجائے بگڑ جائے گی۔ وہ وہاں مناسب وقت ڈھونڈتا رہا اور یہاں میں رشتوں سے انکار کرتی رہی۔ انکار کی بھی کوئی حد ہوتی ہے۔ ایک دن بھائی مجھ پر برس پڑا۔ چاہتی کیا ہو۔ کھل کر کیوں نہیں بولتی۔ ہمیں بیوقوف کیوں بنا رہی ہو؟ جس کے ساتھ جانا ہے جاؤ۔ ہماری جان چھوڑو۔

میں نے اسے فون کیا کہ پرنس بس اب مزید انتظار ممکن نہیں ہے۔ گھر والے بھیجو۔ پہلے تو اس نے میری ساری بات توجہ سے سنی اور پھر کہنے لگا۔ پری تم بہت پیاری ہو۔ اتنی پیاری کے تمہیں کوئی بھی لڑکا مل جائے گا۔ میرے پیچھے اپنی زندگی خراب نہ کرو۔ ہم ہمیشہ دوست رہیں گے۔

کیا کہہ رہے ہو تم۔ ہوش میں تو ہو۔ میں نے روتے ہوئے کہا۔ پری۔۔۔ میں کئی سال سے۔ کسی اور کے ساتھ ریلیشن میں ہوں۔ میں اس کے ساتھ سیریس ہوں۔ اس نے کہا تو میں فون سمیت زمین پر بیٹھ گئی۔

پرنس کیا کہہ رہے ہو؟ مجھے کچھ سمجھ نہیں آ رہی۔ مجھ میں کیا کمی ہے؟ آنسو میری

آنکھوں سے بہہ رہے تھے۔ بات نہیں ہو پا رہی تھی۔ کوئی کمی نہیں ہے تم میں مگر تم ویسی لڑکی نہیں ہو۔ جس سے میں شادی کرنا چاہتا ہوں۔ مجھے کمزور لڑکیاں اچھی نہیں لگتی۔ اچھا چلو پھر بات ہو گی۔ مجھے نیند آ رہی ہے۔ وہ بے حسی سے کہنے لگا۔

تم تو مالک تھے نا۔ میری روح کے۔۔۔ میرے جسم کے۔۔۔ میرے مالک سنو۔۔۔ میں مر جاؤں گی۔ ایک بار مل لو۔ میں تمہارے پاؤں پکڑ لوں گی۔ میں نے تمہیں پودوں کو پانی دیتے دیکھا ہے۔ تم پودوں کے سوکھ جانے سے ڈرتے ہو۔ مجھے کیسے چھوڑ سکتے ہو؟ میرے سوکھنے۔۔۔ میرے مرنے سے تمہیں ڈر نہیں لگے گا کیا؟ میں نے ہچکیاں لیتے ہوئے پوچھا۔ ہم کبھی نہیں ملے گے۔ یہ کہہ کر اس نے فون کاٹ دیا۔

پتا نہیں فون کٹا تھا یا میری شہ رگ۔ میں دیر تک زمین پر پڑی تڑپتی رہی۔ میں نے بہت کوشش کی۔ اس سے رابطہ کرنے کی۔ مگر اس نے مڑ کر نہیں دیکھا۔ وہ جو پودوں کے سوکھنے سے ڈرتا تھا۔ انھیں پانی دیتا تھا۔ اس نے میرے ساتھ ایسا کیوں کیا؟ کئی سوال ہیں۔ جن کا جواب نہیں ملتا۔ کئی درد ہیں۔ جن کی دوا نہیں ملتی۔

میں وہ سنڈریلا ہوں۔ جسے اس کا شہزادہ اسے اپنے ساتھ نہیں لے کر جانے کی بجائے۔ سلگتا چھوڑ گیا۔

بے وقوف بننے کے بعد۔۔۔

میں نے کبھی کسی لڑکے سے بات نہیں کی تھی۔اس لئے جب میری منگنی ہوئی تو میں اپنے منگیتر سے بھی بات نہیں کرتی تھی حالانکہ وہ میرا کزن تھا۔وہ اکثر میرے گھر فون کر کے میری امّی اور بہنوں سے بات کرتا تھا۔کبھی کبھی وہ ان سے پوچھتا تھا کہ پتا نہیں میں کیسی لڑکی ہوں۔کبھی اس نے مجھ سے بات کیوں نہیں کی۔

میرے گھر والوں نے مجھے سمجھایا کہ اس طرح تعلق خراب ہو جائے گا۔تم کبھی کبھی اُس سے بات کر لیا کرو۔میں اپنے گھر والوں کے کہنے پر اُس سے بات کرنے لگی۔میں پردہ کرتی تھی۔اُس نے کہا کہ مجھے پسند نہیں ہے کہ میری بیوی پردہ کرے۔میں نے اس کے کہنے پر پردہ کرنا چھوڑ دیا۔اس نے کہا کہ مجھ سے شادی کرنی ہے تو ویسی لڑکی بنو جیسی میں چاہتا ہوں۔وہ مجھے جیسی بناتا گیا میں بنتی گئی۔تب مجھے یہ نہیں پتا تھا کہ یہ جان بوجھ کر مجھے خراب کر رہا ہے کہ نہ میں اس کی رہوں نہ کسی اور کی۔

وہ مجھے اکثر کہتا میں تمہارا ہونے والا شوہر ہوں کبھی تمہارا دل نہیں کیا کہ مجھ سے ملو۔اس طرح کہتے کہتے اس نے مجھے ملنے کے لئے منا لیا۔یہی بات کہتے کہتے کہ میں نے کل تمہارے ساتھ شادی کر لینی ہے وہ شادی کے بعد والے سارے کام میرے ساتھ شادی سے پہلے کرنے لگا۔مجھے کیا پتا اُس کے دل میں کیا چل رہا ہے۔مجھے تو اس پر پورا یقین تھا۔

دوسال بعد کچھ مسئلہ ہوا تو اس کی امّی ہمارے گھر آ کر منگنی توڑ گئیں۔ اس نے مجھے فون کر کے کہا کہ فکر نہ کرو رشتہ میری ماں نے توڑا ہے۔ میں نے تو نہیں توڑا۔ میں تمہارا تھا اور تمہارا ہی رہوں گا۔ مجھے وقت دو میں اپنی امّی کو منا لوں گا اور تم سے ہی شادی کروں گا۔ میں نہیں مانی کیونکہ منگنی ٹوٹ جانے کی وجہ سے میں دکھ میں تھی۔

وہ مجھے چھ ماہ تک مسلسل کالز اور میسجز کرتا رہا۔ میں نے کبھی کوئی جواب نہیں دیا۔ پھر چھ ماہ بعد میرا دل نرم ہو گیا۔ مجھے خیال آیا کہ اگر کوئی شخص مجھ سے اتنی محبت کرتا ہے تو مجھے اس کی قدر کرنی چاہیے۔ واقعی میں رشتہ تو اُس کی ماں نے توڑا تھا اس نے تو نہیں۔ میری اُس سے پھر بات ہونے لگی۔ میں جاب کرتی ہوں۔ پہلے بھی وہ مجھ سے پیسے لیتا تھا۔ مگر اب وہ اور بھی زیادہ لینے لگا۔ اس نے کہا کہ میں کچھ ماہ تک اپنی امّی کو تمہارے گھر بھیجوں گا۔ پھر ہم شادی کر لیں گے۔

اس سب میں میرے بہت اچھے اچھے رشتے آتے رہے مگر میں نے اپنے گھر والوں کو کہا کہ پلیز اسے ایک موقع دے دیں۔ اس کا انتظار کر لیں۔ میرے گھر والے بہت اچھے ہیں۔ انھوں نے کہا کہ ہم تمہارا پورا ساتھ دیں گے۔ یہاں تک کہ ابو نے بھی میرا پورا ساتھ دیا۔ مجھ پر شادی کا پریشر نہیں ڈالا۔

انتظار کے مہینوں میں اس نے مجھ سے بہت پیسے لیے۔ مجھے کبھی کوئی برا خیال آتا کہ کہیں میرے ساتھ کچھ برا تو نہیں ہونے جا رہا تو میں خود سے کہتی میں دیکھنا چاہتی ہوں کہ کوئی شخص کس حد تک گر سکتا ہے۔ آخر وہ رشتہ دار ہے میرا۔ میرے ساتھ کیسے برا کر سکتا

ہے۔میرے ساتھ برا کر کے کہاں جائے گا۔ساری عمر وہ چاہے یا نہ چاہے اس کا میرا سامنا تو ہونا ہی ہونا ہے۔کسی کی شادی پر نہ سہی تو فوتگی پر تو سامنا ہو ہی جائے گا۔میرے ساتھ برا کر کے کل کو وہ کس منہ سے میرا سامنا کرے گا۔

وقت گزرتا گیا اور پھر آخر کار وہ دن بھی آ گیا۔جس دن اس نے کہا تھا کہ اس اتوار کو میری امی تمہارے گھر آئیں گی۔اس دن صبح میں بہت خوش اٹھی۔میں ہی کیا سارا گھر خوش تھا۔اس کی کوئی کال نہ آئی۔میں نے سوچا چھٹی کا دن ہے۔وہ لیٹ سو کر اٹھے گا اس لئے کوئی کال نہیں آئی۔لیکن جب دن کا ایک بج گیا تو میں نے اسے فون کیا تو اس کا نمبر بند تھا۔

اس نے نمبر تبدیل کر کے مجھے ہر طرف سے بلاک کر دیا تھا۔اس دن میں بہت روئی۔اس دن سے میں بہت ہرٹ ہوں۔میں اپنے گھر والوں کا سامنا نہیں کر پا رہی۔انھوں نے میرا ساتھ دیا اور میں نے ان کے ساتھ کیا کیا۔

اس بات کو کئی ماہ ہو گئے ہیں مگر میں اس دکھ سے نہیں نکل پا رہی۔ہر وقت اس کا نمبر ٹرائی کرتی رہتی ہوں۔مجھے پتا ہے کہ وہ مجھے بے وقوف بنا کر بھاگ چکا ہے مگر پھر بھی مجھے صبر نہیں آتا۔میں اب زندگی بھر کسی سے شادی نہیں کرنا چاہتی۔اب مجھے کچھ بھی اچھا نہیں لگتا۔رونے کو بہت دل کرتا ہے۔رات کو نیند نہیں آتی اور صبح بستر سے اٹھنے کو دل نہیں کرتا۔حالانکہ میں جاگ رہی ہوتی ہوں۔

جذباتی میچور۔۔۔

وہ بس سے اتری اور پیدل چلتی ہوئی لاہور کے ایک بڑے۔۔۔پرائیویٹ۔۔۔مہنگے اور مشہور کالج میں داخل ہوئی۔

کالے رنگ کے مین گیٹ کے بالکل ساتھ ہی لان میں بیٹھی اس کی کلاس فیلوز کے ایک گروپ نے اسے آتے دیکھا تو اسے چڑانے کے لئے زور سے ٹھاٹھے مار کر ہنس پڑا۔

اس نے کبھی کسی کا کچھ نہیں بگاڑا تھا بس اس کا قصور صرف اتنا تھا کہ وہ اپنے بیج کی سب سے لائق لڑکی تھی اور نالائق لڑکیاں اس سے نہ صرف جلتی تھی بلکہ اپنے دل میں اس کے خلاف نفرت کی آگ بھی جلائے رکھتی تھیں۔اس کے کالج میں داخل ہونے پر ہنسنے والا حقیقت میں احساسِ کمتری کا شکار اس سے جلنے والوں کا ہی ایک گروپ تھا۔

لان کے ساتھ ہی کالج کے اندر اینٹوں سے بنی چھوٹی سی سڑک پر چلتے ہوئے اس نے لڑکیوں کو اپنا مذاق اڑاتے ہوئے سنا۔گروپ میں سے ایک لڑکی نے باقی لڑکیوں کو بتایا کہ یہ ایک غریب سی لڑکی ہے۔اس کی اتنی اوقات کہاں کہ یہ "ہمارے" کالج میں پڑھ سکے۔یہ سکالرشپ کا چکر نہ ہوتا تو جیسی اس کی شکل ہے۔اسے اتنے بڑے اور مہنگے کالج میں کوئی کام پر بھی نہ رکھتا۔

لڑکیوں کے تیکھے ترش جملے سن کر وہ تڑپ اٹھی۔

پیسے کمانے والوں نے پرائیویٹ کالج کے نام پر عجیب کھیل کھیلا ہے کہ ایک خوبصورت عمارت کھڑی کر کے امیروں کے نالائق بچے بھاری فیسوں پر بغیر کسی میرٹ کے داخل کر لیتے ہیں۔ یہ بے مقصد زندگیاں گزارنے والے بگڑے ہوئے بچے کہاں کوئی اچھا رزلٹ لا سکتے ہیں۔ رزلٹ اچھا نہ ہو تو نئے داخلے کم ہونے کا خدشہ ہوتا ہے۔ جس کے لئے کالج کے مارکیٹنگ ٹیم کے آئیڈیا پر سکالرشپ کے نام سے اس سارے مسئلہ کا مستقل حل نکالا گیا ہے۔

اس سکالرشپ کے تحت وہ ذہین جو کہ عام طور پر غریب بچے ہوتے ہیں کی پوری ایک کلاس بناتے ہیں۔ تاکہ یہ بچے محنت کریں اور کالج کا اچھا رزلٹ آئے۔ اور یہ اشتہاروں میں ساری دنیا کو ثابت کر سکیں کہ ان کے کالج میں کتنے لائق اور اچھے بچے پڑھتے ہیں۔ اچھا رزلٹ شو کر کے یہ روشن کالج مزید روشن ہو جاتے ہیں۔

لڑکیوں نے چاہے اسے چڑانے کے لئے بات کی تھی مگر بات تو سچ ہی تھی کہ واقعی وہ غریب تھی۔ اتنے بڑے اور مہنگے کالج میں پڑھنا وہ افورڈ نہیں کرتی تھی۔

کالج سے واپسی پر لڑکیوں کے کہے گئے جملے اس کے دماغ میں کسی ہتھوڑے کی طرح لگنے لگے۔ وہ سارا راستہ پلان بنانے لگی کہ کچھ ایسا کیا ہو کہ اسے دوبارہ کبھی بس پر کالج نہ جانا پڑے۔ اسے بھی دوسری لڑکیوں کی طرح ڈرائیور چھوڑنے آئے۔

غریب لڑکیوں کی دوڑ شادی تک ہی ہوتی ہے۔ان میں کم ہی کسی کو پتا ہوتا ہے کہ لڑکیاں بھی خود محنت کر کے آگے نکل سکتی ہیں۔زیادہ تر لڑکیاں ماں باپ کی گھر کی غربت محنت سے ختم کرنے کی بجائے۔شادی کے خواب دیکھنے لگتی ہیں کہ جب ان کی شادی ہوگی تو وہ اس غربت کے تنور سے باہر نکل آئیں گی۔

اسے بھی یہی خیال آیا کہ اگر وہ کسی امیر لڑکے سے شادی کر لے تو اس کا غربت والا مسئلہ آسانی سے حل ہو سکتا ہے۔

گھر آ کر وہ اسائینمینٹ بنانے کے بہانے گورنمنٹ کے سکالرشپ میں دیئے گئے لیپ ٹاپ پر سوشل میڈیا کے تھرو نیا تعلق تلاش کرنے لگی۔

تعلق تلاش کرتے وقت اس کے پاس بس ایک ہی معیار تھا کہ وہ لڑکا "امیر" ہو۔چند ماہ میں ہی اچھے خاصے دھوکے کھانے کے بعد اسے اندازہ ہو گیا کہ امیر لڑکے غریب لڑکیوں سے شادی نہیں کرتے۔لیکن اس نے ہمت نہ ہاری اور اپنے معیار میں سے لڑکا نکال دیا۔اب وہ کسی بھی امیر چاہے وہ بوڑھا ہو یا beast سے شادی کرنے کے لئے تیار تھی۔

کئی روز کی تلاش کے بعد آخر اسے ایک بڑی عمر کا آدمی مل ہی گیا۔جو شادی شدہ اور تین بچوں کا باپ تھا مگر اسے بھی نئے تعلق کی ضرورت تھی۔اس آدمی کا صرف ایک ہی معیار تھا وہ یہ کہ لڑکی چھوٹی عمر کی ہو۔

بڑی عمر کے آدمی کو چھوٹی عمر کی لڑکی مل گئی اور غریب لڑکی کو امیر آدمی۔ چونکہ دونوں اپنی اپنی ضرورتوں میں کلیئر تھے کہ وہ نئے تعلق میں کیا تلاش کر رہے ہیں۔ اس لئے ملتے ہی بات تیزی سے آگے بڑھنے لگی۔

میں لڑکی ہوں مگر نادان نہیں۔ (گو کہ خود کو نادان نہ سمجھنا اس کی غلط فہمی تھی)۔ اس لئے اس نے پہلی ملاقات میں ہی اسے کلیئر کر دیا کہ میں کوئی ایسی ویسی لڑکی نہیں۔ اس لئے اسے صرف نکاح کر کے ہی "حاصل" کیا جا سکتا ہے۔

بڑی عمر کے آدمی نے سوچنے کے لئے کچھ وقت مانگا اور پھر بعد میں دونوں کے درمیان یہ بات طے ہو گئی کہ وہ چھپ کر نکاح کر لیں گے اور کچھ سال بعد کوئی مناسب وقت دیکھ کر سب کو بتا دیں گے۔

نکاح ہو گیا۔ دونوں ایک فلیٹ میں چھپ کر وقت ملنے پر ملنے لگے۔ دونوں بہت خوش تھے۔ لڑکی کو بھی ڈرائیور کالج چھوڑنے جانے لگا۔

مگر اس ساری چیزوں کے جلنے والوں پر کوئی اثر نہ ہوا۔ انھوں نے اسے چڑانے اور جلانے کے لئے نئے عیب تلاش کر لئے۔

شاید ہی چار چھ ماہ خوشی سے گزرے ہوں۔ دونوں میں لڑائیاں ہونے لگی۔ آدمی کو وہ بوجھ لگنے لگی اور اسے اندازہ ہو گیا کہ چھپ کر بنایا گیا تعلق کتنا تکلیف دہ ہوتا

ہے۔جس دن لڑائی ہوتی اسے بس پر کالج جانا پڑتا اور جس دن لڑائی نہ ہوتی تو گاڑی اور ڈرائیور مل جاتے۔

آہستہ آہستہ دونوں احساس جرم میں جلنے لگے۔لڑائیاں حد سے بڑھ گئی اور بات طلاق کی دھمکیوں تک آ گئی۔

آخر وہ دن بھی آ گیا۔جب طلاق ہو گئی۔

آج جب وہ بس سے اتر کر پیدل چلتی ہوئی کالج میں داخل ہوئی تو اس نے لڑکیوں کے ہنسنے اور باتیں کرنے پر کوئی توجہ نہ دی۔کیونکہ وہ اتنے بڑے حادثے کے بعد جذباتی میچور ہو چکی تھی۔اسے اندازہ ہو گیا تھا کہ کسی کی باتوں سے تنگ آ کر کوئی فیصلہ نہیں کرتے۔اس سے زندگی آباد نہیں برباد ہوتی ہے۔

روحانی رہنمائی۔۔۔

میں نے صوفی ازم پر ان کی کتاب پڑھی تو ان سے بہت متاثر ہوئی۔ان کی روحانی باتیں میری بے چین روح کی راحت کا سامان بنیں تو ان سے ملنے کی خواہش پیدا ہوئی۔میں نے ان سے رابطہ کیا کہ میں آپ سے بہت متاثر ہوں اور مزید روحانی رہنمائی کے لئے آپ سے ملنا چاہتی ہوں۔وہ بہت خوش ہوئے۔کافی دن تک ان سے بات ہوتی رہی۔پھر ملاقات طے ہوگئی۔انھوں نے مجھے کلمہ چوک سے اپنی گاڑی میں پک کیا اور اپنے ایک دوست کے فلیٹ جو کے اتفاق اسپتال کے پاس تھا وہاں لے گئے۔

فلیٹ پر انھوں نے میری روحانی رہنمائی کی۔وہ زبردستی کے قائل نہیں تھے۔اس لئے انھوں نے کچھ بھی زبردستی کرنے کی کوشش نہیں کی۔پتا نہیں کیوں۔میں اس وقت تو انھیں ناں نہیں کہہ سکی۔ہوسکتا ہے کہ ان کی ذات کا سحر ہو یا ان سے ملنے کی خوشی۔مگر ان سے مل کر آنے کے بعد مجھے اپنا آپ گندا گندا سا لگنے لگا۔مجھے اپنے آپ سے گھن آنے لگی۔

پتا نہیں مجھے کیا ہو گیا تھا۔روح صاف کرواتی کرواتی۔میں اپنا جسم گندا کروا بیٹھی۔روح کی بے چینی دور کرواتے کرواتے۔زندگی بے چین کروا بیٹھی۔سوچتی ہوں۔اندر سے کالے لوگ۔روشنی سے بھری۔روحانی کتابیں کیسے لکھ لیتے ہیں؟وہ ایک نہیں دو بیٹیوں کے باپ ہیں۔دوسری تو کچھ ماہ پہلے ہی پیدا ہوئی ہے۔دو بیٹیوں کا باپ کسی اور کی بیٹی کی ایسی روحانی رہنمائی کیسے کرسکتا ہے؟

شمائلہ کی شادی۔۔۔

امّی کو کسی نے سیالکوٹ کا ایک رشتہ بتایا تو انھوں نے کہا کہ اب رشتہ دیکھنے سیالکوٹ کون جائے۔ انھیں کہیں کہ لڑکا ساتھ لیں آئیں۔ ہم یہیں دیکھ لیں گے۔ اگر سمجھ آیا تو رشتہ کر لیں۔ ورنہ اتنی دور کون جائے۔

سیالکوٹ والے بھلا لاہور کا رشتہ کیسے رجیکٹ کر سکتے تھے۔ وہ اشارہ ملتے ہی لاہور ہمارے گھر آ گئے۔ وہ جب ڈرائینگ روم میں بیٹھے تھے تو میں نے دروازے کی دراڑ سے دیکھا ان کے ساتھ دو آدمی تھی۔ ایک چھوٹا سا۔۔۔ گنجا سا۔۔۔ سائیڈ پر سفید بالوں والا اور دوسرا کالا سا۔۔۔ لمبا سا۔۔۔ دیکھنے کو دل نہ کرے۔ میں حیران کہ کہہ رہے تھے لڑکا ساتھ لائیں گے۔ ان میں سے تو ایک بھی لڑکا نہیں ہے۔

خیر۔۔۔ بعد میں پتا چلا کہ کالا اور لمبا والا لڑکا تھا۔ میرا تو اندر ہی مر گیا۔ میں چپ کر گئی۔ مرجھا سی گئی۔ امّی میری حالت سمجھ گئیں۔ سب چلے گئے تو انھوں نے مجھے بلایا اور کہنے لگیں۔ بیٹا سب کچھ نہیں ملتا۔ لڑکا پڑھا لکھا ہے۔ اچھی جاب ہے۔ اپنا گھر ہے۔ چھوٹی سی فیملی ہے۔ شکل وصورت میں کیا رکھا ہے۔ سب اللہ کے بنائے ہیں۔ رشتہ اچھا ہے۔ ناں نہ کرنا۔ مجھے کئی گھنٹے سمجھاتی رہیں۔

میں نے بہت سوچا بڑی مشکل سے خود منا لیا کہ خیر ہے کوئی بات نہیں۔ ویسے بھی

مجھے صرف دلہن بننے کا شوق تھا۔تب مجھے کچھ پتا نہیں تھا کہ شادی صرف دلہن بننے کا نام ہی نہیں ہے۔ذمہ داری اٹھانی ہوتی ہے۔گھر بسانے اور بنانے کی۔

کوئی اچھا رشتہ مل بھی نہیں رہا تھا۔ستائیس سال عمر ہو گئی تھی۔سب مجھ میں ڈر ڈال رہے تھے کہ ذرا سی عمر اور ہو گئی تو کوئی شادی نہیں کرے گا۔میں نے خود سے کہا چلو خیر ہے شادی تو ہو رہی ہے نا۔دلہن تو بن جاؤں گی۔بعد کی بعد میں دیکھی جائے گی۔ایک بار سرخ جوڑا تو پہن لوں۔سب کو پتا چلا جائے کہ شمائلہ کی بھی شادی ہو گئی ہے۔جن کو لگتا ہے کہ میری شادی نہیں ہو سکتی وہ بھی حیرت سے کہہ اٹھیں گے۔شمائلہ کی شادی ہے۔اور حیران ہو جائیں۔ان کی ساری پیش گوئیوں پر پانی پھر جائے گا۔

ہاں ہو گئی۔منگنی کے دن ہماری ایک دور کی رشتہ دار جو امی کے بہت قریب تھیں وہ بھی آ گئیں۔منگنی کے بعد جب لڑکے والے چلے گئے تو انھوں نے شور مچا دیا۔ہائے ہماری شمائلہ تو بہت پیاری ہے۔یہ لڑکا تو اس کے ساتھ ذرا بھی پیارا نہیں لگتا۔کیوں لڑکی کو"روڑ نا" ہے۔پتا نہیں انھوں نے امی کو کیا پٹی پڑھائی۔میری وہ امی جو اس دن مجھے لیکچر دے رہی تھی کہ شکلوں میں کیا رکھا ہے۔سب اللہ کے بنائے ہیں۔بات سے پھر گئیں۔انھی کی زبان بولنے لگیں۔کہنے لگیں دفعہ کرو۔اتنی دور بھی رشتہ کرنا ہے اور وہ بھی ایسا لڑکا۔ہم نے نہیں کرنا رشتہ۔

ادھر لڑکے والے اپنے گھر جا کے محلے اور رشتہ داروں میں مٹھائیاں تقسیم کرتے پھیریں کہ ہم نے فہد کا لاہور رشتہ کر دیا ہے۔سب لوگ حیران ہو گئے کہ واہ لاہور کی لڑکی

سیالکوٹ آنے کے لئے تیار ہوگئی۔ بڑی بات ہے۔ سب انھیں مبارکیں دیں۔ انہیں بھلا کیا خبر کہ ان کے جاتے ہی یہاں سے رشتہ ٹوٹ چکا ہے۔

کچھ دن بعد جب انھیں پتا چلا تو وہ تڑپ اٹھے۔ بار بار فون کریں مگر ہمارے گھر میں سے کوئی فون نہ اٹھائے۔ کیونکہ امّی نے ایک بار فون اٹھا کر کہہ دیا تھا کہ آپ کا منگنی کا سامان جس نے رشتہ کروایا ہے اس کے گھر بھجوا دیا ہے وہاں سے لے لیں ہم نے رشتہ نہیں کرنا۔ اس سے پہلے وہ کچھ بولتے امّی نے فون بند کر دیا۔

آدھی رات کو میری آنکھ کھلی تو دیکھا امّی گہری نیند سو رہی ہیں اور ان کا فون مسلسل بج رہا ہے۔ میں نے فون اٹھایا تو دیکھا کہ کئی مس کالز کے ساتھ کئی میسجز آئے ہوئے ہیں۔ لکھا تھا۔ اللہ کے لئے ایک بار بات تو سن لیں۔ اب فون بجا تو میں نے باہر جا کر اٹھا لیا۔

دوسری طرف لڑکا تھا۔ میرے فون اٹھاتے ہی رونے لگا۔ کہنے لگا کے پلیز آنٹی رشتہ نہ توڑیں۔ ہماری پورے محلے اور خاندان میں بے عزتی ہو جائے گی۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ آپ کی بیٹی کو خوش رکھوں گا۔

میں نے بتایا کہ میں لڑکی ہوں۔ شمائلہ جس سے آپ کی بات طے ہوئی تھی۔ امّی سو رہی ہیں۔ وہ یہ سن کر اونچی اونچی رونے لگا۔ شمائلہ آپ کو اللہ کا واسطہ ہمارے ساتھ ایسا نہ کریں۔ یا تو آپ لوگ رشتہ ہی نہ کرتے۔ اب جب رشتہ کر لیا ہے تو ایسے نہ توڑیں۔

میرا دل ہل گیا۔ کوئی لڑکا شادی کے لئے میری ایسے بھی منتیں کر سکتا ہے۔ شادی تو دور کی بات آج تک مجھے کبھی کسی نے چھیڑا بھی نہیں تھا۔ بلکہ مزے کی بات یہ ہے کہ ایک دن میں بہت پریشان ہوئی کہ یا اللہ ایسی بھی میری کیا شکل ہے کہ کوئی چھیڑتا بھی نہیں ہے۔ ورنہ لڑکیاں تو اتنے قصّے سناتی ہیں کہ کیسے کسی نے انھیں اپروچ کیا۔ کہاں کہتے تھے کہ میری شادی مشکل سے ہی ہو گی۔ اور آج یہ دن بھی دیکھ لیا کہ ایک بندہ مجھ سے شادی کرنے کے لئے رو رہا ہے۔ یا اللہ یہ دن بھی تو نے مجھے دکھانا تھا۔ میری تو خوشی کی انتہا نہ رہی۔ میں نے فیصلہ کیا کہ میں گھر آئے رشتے کو نہیں ٹھکراؤں گی۔ صبح میں نے امّی کو ساری بات بتائی تو وہ مجھ پر برس پڑیں۔ جب رشتہ نہیں کرنا تو نہیں کرنا۔ ایسا کچھ سوچنا بھی نا۔

میں نے کہا کہ امّی میری شادی ہے۔ جب مجھے مسئلہ نہیں تو آپ کو کیا مسئلہ ہے۔ میں اڑ گئی کہ میں نے رشتہ نہیں ٹوٹنے دینا۔ امّی کو یہ بات اتنی بری لگی کے وہ میری دشمن بن گئیں۔ رشتہ تو خیر نہیں ٹوٹا لیکن منگنی سے شادی تک کا وقت میرے لئے عذاب بن گیا۔ ہر وقت امّی مجھے ذلیل کرتی۔ میری ہاتھ سے کوئی چیز نہ پکڑتیں۔

اچھی خاصی ارینج میرج کو تو میرج جیسا بنا دیا۔ کس اذیت سے میری شادی ہوئی۔ بیان سے باہر ہے۔ امّی نے سزا کے طور پر مجھے جہیز تک نہیں دیا۔ وہ اتنے اچھے کہ مجھے دو کپڑوں میں لے گئے۔ آج شادی کو کئی سال ہونے کے باوجود فہد مجھ سے بہت محبت کرتے ہیں۔ ہمارا بہت ہی اچھا تعلق ہے۔ میں شکر ادا کرتی ہوں کہ میں نے صرف شکل دیکھ کر اتنا اچھا رشتہ نہیں ٹھکرایا۔

بڑی عمر کی لڑکی۔۔۔

آپی مجھ سے چند سال بڑی تھیں۔ان میں وہ سب کچھ تھا جو ایک اچھے انسان میں ہوتا ہے۔جب ان کی شادی کی بات شروع ہوئی اور رشتے آنے شروع ہوئے تو عجیب تماشا سا شروع ہو گیا۔وہ تیار ہوتیں۔لڑکے والے آتے انھیں دیکھتے۔ہنس ہنس کر ان سے باتیں کرتے۔کتنی پیاری بچی ہے۔اللہ نصیب اچھے کرے کہتے اور گھر جا کر چپ کر جاتے۔کوئی جواب نہ دیتے۔

شروع شروع میں تو سب چپ ہو کر دیکھتے رہے مگر جوں جوں وقت گزرتا گیا سارا گھر ٹینشن میں آ گیا۔خاص کر آپی۔وہ اس سارے سین سے پریشان رہنے لگیں۔کئی بار میں نے چھپ کر رشتہ دیکھ کر جانے والوں کو کال بھی کی کہ کیا وجہ ہے جو آپ نے جواب نہیں دیا۔وہ کوئی نہ کوئی بہانہ کر دیتے۔ویسے بھی جنھوں نے رشتہ نہ کرنا ہو ان کے پاس بے شمار بہانے ہوتے ہیں۔

وہ آپی جو پہلے کسی پرپوزل کے آنے پر خوش ہو کر خوشی سے تیار ہوتی تھیں اب ان کے لئے کسی کا آنا عذاب سا بنتا گیا۔وہ کسی پرپوزل والوں کے آنے کا سن کر پینک ہو جاتیں۔گھر والوں کے کہنے پر وہ ابو کے ڈر سے تیار تو ہو جاتیں مگر جیسے ہی رشتے والے جاتے وہ خود کو کمرے میں بند کر کے خوب روتیں۔ایک بار میں نے ہمت اکٹھی کر کے ان سے بات کی تو وہ کہنے لگیں جب کوئی تمہیں ریجیکٹ کرے گا تب تمہیں سمجھ آئے گی کہ

ریجیکشن کتنی تکلیف دہ ہوتی ہے۔ میں ان کی بات سن کر ڈر گئی۔

لاہور کالج سے ریگولر بی۔اے کرنے کے بعد میں ایک کمپنی میں انٹرشپ کرنے لگی تو وہ وہاں جاب کرتا تھا۔ سلام دعا سے بات شروع ہو کر آہستہ آہستہ بات آگے بڑھنے لگی تو ایک دن اس نے مجھ سے کہا کہ میں اسے بہت اچھی لگتی ہوں اور وہ میرے ساتھ زندگی گزارنا چاہتا ہے۔ وہ مجھے کھونے سے ڈرتا ہے۔ اگر آپ لڑکی ہوں تو آپ کو اندازہ ہو گا کہ ان جملوں کا کسی لڑکی پر کیا اثر ہوتا ہے۔ یہ باتیں سن کر اسے کتنی خوشی ہوتی ہے۔ مجھے تو اس کی ڈبل خوشی ہوئی کیونکہ میں آپی کا حال دیکھ چکی تھی۔ اور میں کسی صورت بھی آپی والی سچویشن میں جانا نہیں چاہتی تھی۔ جس میں لوگ آئیں مجھے دیکھیں اور گھر جا کر چپ کر جائیں۔ میرے لئے ان کے استخارہ میں ناں آجائے۔

اس ساری خوشی میں میں یہ بھول ہی گئی کہ دیکھنے میں یہ راستہ جتنا آسان لگ رہا ہے حقیقت میں یہ اتنا آسان نہیں ہے۔ بلکہ یہ راستہ آپی والے راستے سے زیادہ تکلیف دہ ہو گا۔ ہماری باتیں ہونے لگیں۔ وہ مجھ سے سوال کرتا۔ میں جواب دیتی تو وہ اسے بڑے غور سے سنتا۔ تب مجھے اندازہ نہیں تھا کہ یہ بھید لینے کے لئے ایسا کر رہا ہے۔ میں تو یہی سمجھتی رہی کہ اسے مجھ سے دلچسپی ہے۔

میری سادگی دیکھیں میں نے اس سے گھر کی ہر بات شیئر کی۔ سال ایسے ہی گزر گیا۔ جب بھی شادی کی بات ہوتی تو وہ مجھے سمجھاتا کہ آپی کا رشتہ ہونے دو دوسرے ہی دن میں اپنے گھر والے تمہارے گھر بھیج دوں گا۔ تب مجھے یہ اندازہ نہیں تھا کہ یہ آپی کو صرف

ڈھال کے لئے استعمال کر رہا ہے۔ میں تو خوش ہوتی تھی کہ اسے آپی کی کتنی فکر ہے۔

ایک دن میں جاب سے گھر آئی تو امی کہنے لگیں کہ تمہارا رشتہ بھی دیکھنا شروع کرتے ہیں۔ ابھی سے دیکھیں گے تو ہی کچھ بات بنے گی۔ میں یہ سن کر ڈر گئی۔ بڑی مشکل سے اپنی شادی کی بات کو ٹالا کہ اگر کوئی اچھا رشتہ مل گیا تو آپی سے پہلے میری شادی کرنی پڑے گی۔ جس سے آپی کو اذیت پہنچے گی۔ میں یہ نہیں چاہتی۔ امی میری بات مان گئیں۔

پھر دوسرے سال آپی کا رشتہ ہو گیا تو وہ جو کہتا تھا کہ آپی کا رشتہ ہو جائے گا تو دوسرے ہی دن اپنے گھر والوں کو بھیج دوں گا کہنے لگا آپی کی شادی ہونے دو پھر دیکھتے ہیں۔ آپی کی شادی ہوتے ہی میری باتیں ہونے لگیں تو میں نے اس سے کہا کہ پلیز اب تو اپنے گھر والے بھیج دو۔

میں اس کی محبت میں گرفتار تھی۔ اس کے بغیر زندگی گزارنے کا تصور بھی نہیں کر سکتی تھی۔ وہ پورے پانچ سال مجھے ٹالتا رہا اور میں گھر والوں کو۔ پھر آہستہ آہستہ شادی کی بات کو لے کر ہمارے درمیان لڑیاں ہونے لگی۔ پھر ایک دن جب میں اس کے آگے ٹوٹ گئی تو وہ مان گیا۔

کہنے لگا کہ پہلے تم اپنے گھر بتا دو تا کہ جب میری امی تمہارے گھر آئیں تو آرام سے بات ہو سکے۔ اس دن میں نے امی کو اس کے بارے میں بتایا تو پہلے تو امی چپ کر گئیں پھر شام کو کہنے لگیں کہ ٹھیک ہے مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔ بس تم کسی کو پتا نہ چلنے

دینا کہ یہ رشتہ تم نے خود ڈھونڈا ہے۔ میں کسی جاننے والے کا کہہ کر تمہارے ابو سے بات کر کے انھیں منالوں گی۔ اسے کہو رشتہ بھیجے۔ یہ سن کر مجھے بہت خوشی ہوئی۔ مجھے یقین نہیں تھا کہ امی اتنی جلدی مان جائیں گی۔

پھر اس کی امی آئیں۔ ہم سے ملیں۔ اور چلی گئیں۔ کئی دن تک کوئی جواب نہیں آیا۔ میں اس سے روز پوچھتی تھی کہ کیا بنا تو وہ کہتا کہ امی نے ابھی کوئی جواب نہیں دیا۔ پھر ایک دن اس نے بتایا کہ امی کہہ رہی ہیں کہ مجھے وہ لوگ ٹھیک نہیں لگ رہے۔ بھلا جن کی لڑکیاں خود اپنے رشتے تلاش کرتی پھریں وہ ٹھیک بھی کیسے ہو سکتے ہیں۔ ویسے بھی لڑکی تو دیکھنے میں صاف ہی بڑی عمر کی لگ رہی ہے۔ یہ سن کر میں رونے لگی۔ میں نے کہا کہ تم نے اپنی امی کو یہ نہیں بتایا کہ میں نے تمہیں نہیں تم نے مجھے چنا تھا۔ مجھے بڑی عمر کا بھی تمہارے انتظار نے ہی کیا ہے۔ اس نے یہ سن کر کوئی جواب نہیں دیا۔

امی کے بار بار پوچھنے پر میں نے انھیں ساری بات بتا دی۔ انھوں نے کچھ نہیں کہا۔ البتہ کچھ دن بعد انھوں نے مجھے بتایا کہ تیار ہو جاؤں تمہیں کچھ لوگ دیکھنے آ رہا ہے۔ میں انھیں کیا کہتی۔ میں تیار ہو گئی۔ جب میں ڈرائینگ روم میں چائے کی ٹرے لے کر داخل ہوئی تو میں نے دیکھا۔ دو تین آنٹیاں ہیں اور ایک انکل۔ بیٹھی تو وہ مجھ سے باتیں کرنے لگیں۔ آنٹیوں میں سے ایک آنٹی جو دیکھنے میں لڑکے کی خالہ لگتیں تھیں کہنے لگیں۔ بیٹا گریجویشن کب کی تھی آپ نے۔ اس سے پہلے کی میں کوئی جواب دیتی۔ دوسری آنٹی نے انھیں کہنی مارتے ہوئے کہا۔ نظر نہیں آتا کیا۔ لڑکی تو دیکھنے میں ہی صاف بڑی عمر کی لگ رہی ہے۔

بدنامی کا خوف۔۔۔

ہم کلاس فیلوز تھے۔کلاس میں کبھی کبھی گروپ میں کسی پراجیکٹ پر کام کرتے ہوئے اس سے تھوڑی بہت بات ہو جاتی تھی۔لاسٹ سمیسٹر میں جب اس نے مجھ سے اظہارِ محبت کیا تو میں مان گئی۔مانتی بھی کیوں نہ کیونکہ میں اپنی ماں جیسی زندگی نہیں گزارنا چاہتی تھی۔

مجھے ماں کی زندگی پر ترس آتا تھا۔میں نے تمام عمر انھیں تڑپتے اور روتے ہی دیکھا تھا۔میں باپ کو ماں سے لڑتے اور اسے مارتے دیکھتی ہوئی بڑی ہوئی تھی۔زرا زرا سی بات پر لڑائی۔زرا زرا سی بات پر مار پیٹ۔میرا باپ میری ماں کو بہت بری طرح مارتا تھا۔اتنی بری طرح کے ان کے جسم پر نیل کے نشان پڑ جاتے تھے۔اس لئے میں نے شادی کی خواہش میں اس سے تعلق بنا لیا۔مگر مجھے کیا پتا تھا کہ وہ مجھے عزت دینے کی بجائے الٹا میری عزت برباد کرنے کے پیچھے پڑ جائے گا۔

وہ بہت اچھا تھا۔اس نے بڑی اچھائی سے میرا اعتبار جیتا۔میں اس سے گھر کی ہر بات شیئر کرتی تھی۔وہ میرے گھر کے حالات سے بہت اچھی طرح واقف تھا۔مجھے اس سے بات کر کے بہت سکون ملتا تھا۔ساری پریشانی دور ہو جاتی تھی۔وہ ہمیشہ کہتا دیکھنا میں تمہیں اتنی خوشیاں دوں گا کہ تمہارے سارے دکھ دھل جائیں گے۔میں تمہیں وہ عزت دوں گا جو تمہارا باپ تمہاری ماں کو نہیں دے سکا۔وہ میرے درد سنتا۔۔۔میرے گھر کے

حالات کے لئے دعائیں کرتا میرے قریب آتا گیا۔

ایک دن اس نے میری اپنے ساتھ قربت کے لمحات کی ویڈیو بنا لی۔ اور جب میں اس سے مل کر واپس آئی تو اس نے وہ ویڈیو مجھے بھیج کر کہا کہ آج کے بعد میں جو بھی کہوں گا تمہیں کرنا پڑے گا ورنہ یہ ویڈیو میں ہر اس جگہ پھیلا دوں گا۔ جہاں کہیں کوئی تمہیں جانتا ہوگا۔

میں مانتی ہوں کہ مجھ سے غلطی ہو گئی۔ میں ایک غلط انسان سے محبت کر بیٹھی مگر میرا تعلق ایک شریف گھرانے سے ہے۔ بدنامی کا خوف شریف آدمی کا سب سے بڑا خوف ہوتا ہے۔ اس لئے میں ڈر گئی۔

وہ مجھے بار بار بلاتا تھا اور میں نہ چاہتے ہوئے بھی جاتی تھی۔ بدنامی سے بچنے کے لئے میرے پاس اس کے علاوہ کوئی اور راستہ نہیں تھا۔ آہستہ آہستہ اس کا ظلم بڑھتا گیا۔ پھر ایک دن جب اس نے کہا کہ آج میرے ساتھ میرے چند دوست بھی ہوں گے۔ تو میرا دماغ گھوم گیا۔ میں نے خود سے کہا کہ یہ شخص میرے بدنام ہو جانے کی خوف سے کھیل رہا ہے۔ آخر میں کب تک اس کے ہاتھوں کھلونا بنی رہوں گی۔ اور یہ مجھے خوف کی چابی دے کر کھیلتا رہے گا۔ کیا میں ساری عمر ایسے ہی خوف کا کھلونا بنی گزار دوں گی؟

مجھے پتا تھا کہ مجھے گھر سے کوئی مدد نہیں ملے گی۔ پولیس سے رابطہ میں خود ہی نہیں کرنا چاہتی تھی۔ کیونکہ مجھے پتا تھا کہ اگر پولیس اس سے میری جان چھڑوا بھی دے گی تو پھر

پولیس سے میری جان کون چھڑوائے گا؟ میں سوچتی رہی کہ آخر میں کس سے مدد مانگوں۔کون ہوگا جو میری مدد کرے گا۔پھر سوچتے سوچتے میرے اندر سے جواب آیا کہ تمہارا دشمن باہر نہیں اندر بیٹھا ہے۔تم بدنام ہونے سے ڈرتی ہو۔بدنام ہونے کے خوف کو ماردو۔پھر جو ہوگا دیکھی جائے گی۔

میں نے ہمت کر کے اپنے اندر پڑے بدنام ہو جانے کے خوف کو مار دیا۔میں نے اسے کال کر کے کہا۔جو کرنا ہے کرلو۔زیادہ سے زیادہ کیا ہوگا۔میں بدنام ہو جاؤں گی۔تمہیں کیا لگتا ہے کہ اگر میں بدنام ہو کر برباد ہوئی تو تم آباد رہو گے۔میں تمہارا وہ حال کروں گی جو ایک بے خوف اور برباد ہوئی عورت کسی کا کرتی ہے۔

پہلے تو وہ میرے خوف سے کھیلتا تھا۔جب خوف ہی مر گیا تو وہ کس سے کھیلتا۔وہ ڈر گیا۔اس نے جلدی سے فون کاٹ دیا۔میں حیران ہو گئی۔یہ کیا ہوا؟جس شخص سے میں آج تک ڈرتی آئی تھی آج وہ مجھ سے ڈر گیا۔

مجھے زیادہ نہیں پتا بس اتنا پتا ہے کہ بدنام ہونا اتنا برباد نہیں کرتا جتنا بدنام ہو جانے کا خوف برباد کرتا ہے۔

بیس سال کا لڑکا۔۔۔

زندگی بڑے آرام سے چل رہی تھی کہ پھر مجھ سے ایک غلطی سرزد ہوگئی کہ میں ایک غلط انسان سے محبت کر بیٹھی۔ کبھی کبھی آپ کسی ایسے کے لئے بہت کچھ کر بیٹھتے ہیں۔ جس کے لئے آپ کو کچھ بھی نہیں کرنا چاہیے۔ جب انسان کسی کے لئے بہت کچھ کر رہا ہوتا ہے۔ تب اسے یہ اندازہ کہاں ہوتا ہے کہ وہ غلط کر رہا ہے۔ یہ تو بہت بعد میں آپ کو پتا چلتا ہے کہ آپ نے بڑی غلطی کی اور وقت اور جذبات ضائع کرنے کے سوا کچھ نہیں کیا۔

میں نے ایک کالی سلائی مشین سے کام شروع کیا اور اب میری اپنی گارمنٹس کی فیکٹری ہے۔ میں نے زندگی کے کئی سال اپنے خوابوں پر خوب محنت کی کہ میں کچھ کر سکوں۔ اپنے گھر والوں کے لئے کچھ بن سکوں۔ میرے خوابوں میں اپنے پاؤں پر کھڑا ہونا اور اپنے گھر والوں کا سہارا بننے کے سوا کچھ بھی نہیں تھا۔

وہ تب فرسٹ ائیر میں تھا اور مجھ سے بیس سال چھوٹا تھا۔ جب وہ کسی کے ریفرنس سے میری فیکٹری میں میرے پرسنل آفس میں میرے ساتھ معاون کے طور پر کام کرنے کے لئے آیا۔ مجھے اس کے بارے میں کچھ نہیں پتا تھا مگر اسے میرے بارے میں وہ سب کچھ معلوم تھا جس کی اسے ضرورت تھی۔ مجھے اندازہ نہیں تھا کہ کوئی میری سیلف میڈ سٹوری کو سن کر مجھے ٹارگٹ بھی کر سکتا ہے کہ میں چالیس سال کی ایک سنگل خاتون

ہوں۔زندگی بنانے کی بھاگ دوڑ میں محبت تو بہت دور کی بات ہے مجھے تو کبھی شادی تک کا خیال نہیں آیا۔

محبت کا خیال آنے سے کوئی تعلق نہیں ہے کیونکہ یہ جذبہ تو آپ کے اندر ہی کہیں پڑا ہوتا ہے۔ چاہے آپ اسے مانیں یا نہ مانیں۔اس نے بڑی خوبصورتی سے مجھے خدمت کے ذریعے سے محبت کے جال میں پھسایا۔میں بیٹا بیٹا کر کے اسے پیچھے ہٹاتی رہی اور وہ میم میم کر کے میرے پیچھے پڑا رہا۔میم مجھے آپ سے محبت ہے۔میم میں آپ کے بغیر مر جاؤں گا۔میم محبت میں عمر کی کوئی قید نہیں ہوتی۔اگر آپ مجھ سے پہلے اس دنیا میں آگئیں تھی تو اس میں میرا کیا قصور ہے۔میں انسان ہوں اور ایک انسان کسی کو کب تک انکار کر سکتا ہے۔ایک نہ ایک دن اس کا دل پگھل ہی جاتا ہے۔بلکہ پگھلنا تو چھوٹا لفظ ہے۔پاگل ہو جاتا ہے۔

میں زندگی میں کئی بار ٹوٹ کر جڑی ہوں مگر جب سے اس لڑکے نے مجھے توڑا ہے میں جڑ ہی نہیں پا رہی۔ مجھے سمجھ نہیں آتی کہ میرے ساتھ بنا کیا ہے؟ میں کیا بن گئی ہوں؟ میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ میں ایک بیس سال کے لڑکے کے ہاتھوں بے وقوف بن سکتی ہوں۔اس کی حقیقت جانتے ہوئے بھی اب بھی میں اس کو بھول نہیں پا رہی ہوں۔

جیسے ہی اسے پتا چلا کہ میں اس کے جال میں پھس گئی ہوں تو اس نے مجھے استعمال کرنا شروع کر دیا۔ایک دن اس نے بڑے پیار سے کہا کہ وہ کام اور پڑھائی کو ایک ساتھ نہیں چلا سکتا۔اس لئے اس نے کام پر آنا چھوڑ دیا مگر وہ مجھ سے ملنے کے لئے ہر

روز میرے آفس آتا تھا۔ کالج فیس سے لے کر آنے جانے کے لئے بائیک لے کر دینے تک میں اس کے تمام اخراجات اٹھاتی تھی۔ اسے مہنگے مہنگے تحفے دیتی تھی۔ میں اس کی محبت میں اس قدر اندھی تھی کہ مجھے کبھی پتا ہی نہیں چلا کہ اسکا اور میرا صرف پیسوں کا رشتہ ہے۔ میں لٹ رہی ہوں اور لٹنے کو محبت نہیں کہتے۔

پیسے لینے تک تو ٹھیک تھا۔ مجھے کبھی ہوش نہ آتی۔ میں ساری عمر ہی اسے پیسے دیتی رہتی۔ مجھے کوئی مسئلہ نہیں تھا۔ جب میں اسے بغیر کسی کام کے تنخواہ دے سکتی تھی تو اسے محبت کی اداکاری کا معاوضہ دینے میں بھی مجھے کوئی حرج نہ ہوتا۔ مسئلہ تب ہوا جب اسے میری سمجھ آگئی کہ میں اس کے بغیر نہیں رہ سکتی۔ اس لئے اس نے مجھے تنگ کرنا شروع کر دیا۔ پہلے میں اسے پیسے دیتی تھی پھر اس نے مجھ سے پیسے لینا شروع کر دیئے۔ پیسے لینے کے بعد بھی وہ مجھے ذہنی اذیت دیتا تھا۔ جب دل کیا بات کر لی جب دل نہ ہوا تو غائب ہو جاتا اور میں اسے پاگلوں کی طرح روتی اسے ڈھونڈتی پھرتی۔

وہ جو کہتا جیسے کہتا مجھے ہر حال میں ماننا ہوتا تھا۔ جہاں ذرا سا کوئی سوال کر دیا وہ مجھے ستانے لگتا۔ جب تک میں اس کی خواہشات پوری کرتی رہتی۔ وہ مجھ سے محبت کرتا رہتا۔ کبھی کبھی مجھے لگتا ہے کہ میں اس کے لئے کچھ بھی نہیں تھی سوائے اس کے کہ میں اسے پیسے دیتی تھی۔ حالانکہ مجھے پتا تھا کہ میں اس کے بغیر نہیں رہ سکتی مگر میں نے اسے چھوڑنے کا فیصلہ کر لیا۔ یہ میرے لئے ایک مشکل فیصلہ تھا۔ لیکن میں نے اسے چھوڑ دیا۔

شکی لڑکا۔۔۔

مٹی کا تیل لاؤ اور میرے اس مٹی کے پتلے (جسم) پر چھینک کر اسے جلتا ہوا دیکھو۔ میری دکھتی روح کے درد کو تو تم سمجھ نہیں سکتے۔ ہو سکتا ہے کہ جسم کو جلتا دیکھ کر جان لو کہ تکلیف کیا ہوتی ہے۔ درد صرف جسم کو ہی نہیں ہوتا وقت آنے پر روح بھی رو پڑتی ہے۔ یہ کہہ کر سر پر دوپٹہ اوڑھے وہ سوئٹزرلینڈ جیسی خوبصورت۔۔۔ سادہ سی لڑکی رونے لگی۔

بات بات پر لڑنے والا کولمبین جیسا پتلا سا۔۔۔ موٹی موٹی آنکھوں والا لڑکا۔۔۔ حیرت سے اسے دیکھنے لگا۔ جیسے اس نے کچھ کیا ہی نہ ہو۔ کچھ لوگ ہوتے ہیں جو دوسروں کو پریشانی پیش کر کے پوچھتے ہیں کہ پریشان کیوں ہو؟ وہ بھی ایسا ہی ایک لڑکا تھا۔

ٹھہرو تمہارے پاس مٹی کا تیل لانے کو کون سا پیسے ہوں گے۔ میں دیتی ہوں۔ یہ کہہ کر وہ بارش برساتی آنکھوں سے اپنا بڑا سا پرس کھول کر اس میں پیسے ڈھونڈنے لگی۔ لڑکیوں کے ہینڈ بیگ میں ہوتا ہی کیا ہے؟ باہر سے دیکھو تو اتنے بڑے کہ پورا بازار سما جائے۔ کھول کر دیکھو تو اندر پریشانیوں کے سوا شاید ہی کچھ پڑا ملے۔ ویسے بھی فریش بی۔اے کرنے کے بعد پرائیویٹ ادارے میں آفس اسسٹنٹ کی نوکری کرنے والی لڑکی کے پرس میں کونسا اے۔ٹی۔ایم لگا ہوتا تھا۔

سارا پرس کنگھالنے کے بعد بھی اُسے سو کا وہ نوٹ نہ ملا جو اُس نے اپنی لاسٹ سیلری سے اپنی بہت ہی پیاری سہیلی نمرہ کو ایمرجنسی کے وقت نیٹ ورک کارڈ خرید کر فون پر بات کرنے کے لئے سنبھال رکھا تھا۔ گو کہ وہ نمرہ سے اپنی ساری پریشانیاں میسجز میں ہی شیئر کر لیتی تھی مگر کچھ پریشانیاں ایسی ہوتی ہیں۔ جن کے لئے آواز کے حوصلے کی ضرورت ہوتی ہے۔ جسے وہ اسے فون کر کے دور کر لیتی تھی۔

نوٹ تھا تو پرس میں ہی مگر پریشانی کی وجہ سے اُسے یاد نہیں آرہا تھا کہ اس نے اسے پرس میں کہاں رکھا ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ پرس کی اندر چھوٹی زِپ والی جیب میں پڑا سو روپے کا نوٹ اس کی باتیں سن کر سہم گیا ہو کہ کہیں یہ مجھے غلط جگہ ہی نہ خرچ دے اور دائیں بائیں ہو گیا ہو۔

جب ڈھونڈنے سے بھی سو کا نوٹ نہ ملا تو اس نے اپنا پرس سڑک پر الٹا کر دیا۔ پرس الٹا کرتے ہی ساری چیزوں کے ساتھ ساتھ ڈوئل سم موبائل بھی جو لڑائی کی وجہ بنا تھا کہ تم دھوکے باز ہو۔ تمہارے پاس ڈوئل سم موبائل ہے۔ تم دو سم رکھنے والی لڑکی ہو، سڑک پر جا گرا۔ موبائل سڑک پر گرتے ہی سارا کھل گیا۔ بیٹری باہر گر گئی اور اس میں ڈلی سم نظر آنے لگی۔ بے شک تھا تو وہ ڈوئل سم موبائل مگر اس میں سم ایک ہی تھی۔

یہ دیکھ کر لڑکا شرمندہ ہو گیا۔ شک کی کوئی سرحد نہیں ہوتی۔ اسے نہ روکو تو یہ بغیر ثبوت کے بڑھتا ہی چلا جاتا ہے۔

تھوڑا سا شوہر۔۔۔

ہم ایک ہی آفس میں جاب کرتے تھے۔وہ میرے سنیئر تھے۔ایک بار میں لنچ میں بریانی بنا کر آفس میں لائی تو انھیں بھی دے دی۔بس وہیں سے بات شروع ہوئی۔انھوں نے میرے ہاتھ کی بنی بریانی کی اتنی تعریف کی کہ میں اکثر ان کے لئے کچھ نہ کچھ بنا کر لے جاتی۔

وہ میرے ہاتھ کا بنا کھانا کھا کر اس کی خوب تعریف کرتے۔بے شمار لوگ میرے ہاتھ کے بنے کھانے کی تعریف کرتے تھے مگر کھلے دل سے جتنی تعریف وہ کرتے تھے۔کبھی کسی نے نہیں کی تھی۔ہم اکثر لنچ اکٹھے کرتے تھے۔انھوں نے آہستہ آہستہ مجھے بتانا شروع کیا کہ وہ اپنی بیوی سے کتنا تنگ ہیں۔ان کی بیوی نے ان کی زندگی کو کیسے عذاب بنا رکھا ہے۔

باتیں کرتے کرتے ہم ایک دوسرے کو پسند کرنے لگے۔انھوں نے مجھے پرپوز کیا تو میں حیران رہ گئی۔میں نے پوچھا آپ کے پہلے بیوی بچوں کا کیا بنے گا۔انھوں نے کہا کہ میں تم سے نکاح کے بعد انھیں چھوڑ دوں گا۔میں اپنے جذبات اور ان کی باتوں میں آ گئی۔

انھوں نے مجھ سے چھپ کر نکاح کر لیا۔ان کا کہنا تھا کہ آہستہ آہستہ سب کچھ

ٹھیک ہو جائے گا۔ وہ مناسب موقع دیکھ کر اپنے گھر بتا دیں گے۔ نکاح میں میرے گھر والے اور ان کے چند قریبی دوست شامل ہوئے۔

انھوں نے مجھے کرائے پر گھر لے دیا۔ چونکہ کسی کو اس نکاح کا علم نہیں تھا اس لئے وہ میرے پاس رات نہیں رہ سکتے تھے۔ وہ بہت تھوڑا وقت دیتے تھے۔ شادی کے بعد مجھے اندازہ ہوا کہ عورت کو تھوڑے سے شوہر کی نہیں مکمل شوہر کی ضرورت ہوتی ہے۔ شروع شروع میں میں انھیں پیار سے کہتی رہی کہ آپ نے وعدہ کیا تھا کہ آپ اسے چھوڑ دیں گے۔ لیکن وہ بہانے بناتے رہے۔

اسی بیچ میں میرے گھر بیٹی پیدا ہو گئی۔ مجھے اور میری بیٹی کو ان کی ضرورت تھی مگر وہ ہمیں وقت نہیں دے سکتے تھے۔ وقت کے لئے ہمارے درمیان لڑائیاں ہونا شروع ہو گئیں۔ ایک دن میں غصّے سے ان کی پہلی بیوی کے گھر چلی گئی۔ سب کو سب بتا دیا۔ اس دن خوب لڑائی ہوئی۔ وہ بہانوں کا آخری دن تھا۔

اس دن انھوں نے مجھے صاف کہہ دیا کہ وہ اپنے بچوں کی وجہ سے اسے نہیں چھوڑ سکتے۔ اگر میں اس طرح ان کے ساتھ رہ سکتی ہوں تو رہ لوں ورنہ علیحدگی اختیار کر لوں۔

آپ ہی بتائیں تھوڑے سے شوہر کے ساتھ کیسے رہا جا سکتا تھا؟ میں نے علیحدگی اختیار کر لی۔

شادی شدہ مرد سے دوستی۔۔۔

میری آج سے کچھ سال پہلے ایک شادی شدہ شخص سے دوستی ہوگئی۔دوستی کی آفر بھی اس کی طرف سے ہی آئی تھی۔ پھر اس کے بعد دوستی آگے بڑھتی گئی اور اتنی آگے بڑھ گئی کہ ہمارا ایک دوسرے کے بغیر گزارہ ممکن نہیں رہا تو میں نے کہا کہ اب ہمیں شادی کر لینی چاہیے۔

اس پر اس نے کہا کہ میں اپنے بیوی بچوں کو نہیں چھوڑ سکتا۔ میرے لئے یہ ممکن نہیں۔ جب کہ میری طرف سے اسے ہر طرح کی سہولت تھی۔ میں نے اسے یہاں تک بھی کہا تھا کہ مجھے آپ کے بیوی بچوں سے کوئی مسئلہ نہیں۔آپ بس مجھے اپنا نام دے دیں۔لیکن وہ کسی طور نہیں مانا۔ پھر تھک ہار کر میں نے یہ کہا کہ اب ہم ایسے ہی ساتھ رہتے ہیں۔کوئی بھی مشکل ہی کیوں نہ آجائے میں اس رشتے کو نبھاؤں گی۔

جب تک وہ چاہتا رہا میں اس کے ساتھ چلتی رہی۔ پر ایک دن جب اسے کوئی اور مل گئی۔ مجھ سے بہتر اور پیاری تو اس کی کشش میری طرف سے کم ہوتی ہوئی ختم ہوگئی۔ وہ مجھے چھوڑنے کے بہانے بنانے لگا۔ بات بات پر لڑائی۔ بلا وجہ بات کا بتنگڑ بنا دینا۔اسے سمجھ ہی نہیں آرہی تھی کہ وہ کونسا بہانہ بنا کر مجھے چھوڑے۔ ہر بات تو میں اس کی مان لیتی تھی۔

جب اسے کوئی بہانہ نہ ملا تو اس نے مجھ سے کئی سال کا تعلق توڑتے ہوئے کہا کہ

تم بہت اچھی ہو۔ مسئلہ تم میں نہیں مجھ میں ہے۔ تمہیں اور مل جائیں گے۔ یہ کہہ کر اس نے مجھے اکیلا چھوڑ دیا۔

وہ تو اپنی فیملی اور نئے تعلق کے ساتھ بہت خوش ہے۔ مگر مجھے سمجھ نہیں آتی کہ میں زندگی کیسے گزاروں۔ کہاں سے شروع کروں۔ کیونکہ میرے لئے زندگی کا مقصد اور سکون صرف اور صرف وہ انسان ہے۔ اب آپ ہی کوئی حل بتائیں۔ میں کیا کروں؟

زندگی ختم کرنے کا خیال بھی بارہا آیا ہے۔ لیکن اتنا بڑا قدم اٹھانے کی ہمت نہیں ہے۔ اس اذیت سے بچنے کا کوئی تو اور حل ہوگا۔ میں کس طرح اپنے آپ کو سنبھالوں۔ کوئی حل۔ زندگی کی کوئی امید کیونکہ اب کچھ نہیں بچا کچھ نظر نہیں آتا۔

اندر کا سمندر۔۔۔

جب میں سٹی سکین کی مشین کے اندر لیٹی ہوئی تھی تب میرا دماغ مسلسل چل رہا تھا۔ میرا جسم سُن تھا مگر میرے کان سب کچھ سن رہے تھے۔ مشین کی آوازیں میرے کانوں میں پڑ رہی تھی۔ میں سب کچھ سُن سکتی تھی مگر کر کچھ نہیں سکتی تھی۔

اُس دن میرے جسم نے میری بات ماننے سے انکار کر دیا تھا۔ میں نے لیٹے لیٹے اپنی انگلی اٹھانے کی کوشش کی مگر وہ نہ اٹھی۔ حتیٰ کہ چیک کرنے کے لئے کہ یہ میری بات مانتا ہے کہ نہیں۔ میں نے اپنے پاوں کے انگوٹھے تک کو ہلانا چاہا مگر اُس نے بھی میری بات ماننے سے انکار کر دیا۔

آپ نے غور کیا ہوگا کہ جیسے آپ کا ذہن پانی کا گلاس دیکھ کر ہاتھ کو حکم دیتا ہے کہ اسے اٹھاؤ اور منہ تک لے کر جاؤ۔ ہاتھ اُس کی بات مانتا ہے۔ جو وہ کہتا ہے وہ کرتا ہے۔ مگر اُس دن میرے ساتھ ایسا نہیں ہو رہا تھا۔ میرے اعضاء میری بات نہیں مان رہے تھے۔ آنکھوں نے بھی رونے سے انکار کر دیا تھا۔

تو پھر لیٹے لیٹے میں سوچنے لگی کہ میں یہاں سٹی سکین کی مشین کے اندر تک کیسے پہنچی۔ میرا ذہن مجھے پیچھے لے گیا۔ بہت بہت پیچھے۔ شادی۔۔۔ یونیورسٹی۔۔۔ کالج۔۔۔ سکول سے بھی پیچھے۔ جب میں چھوٹی سی

تھی۔ میں ایک بہت ہی حساس بچی تھی۔۔ بہت کچھ بلکہ سب کچھ محسوس تو کرتی تھی مگر کسی سے کچھ شیئر نہیں کرتی تھی۔ سب جذبات اپنے اندر جمع کرتی رہتی تھی۔ میرے اندر ایک سمندر سا بن گیا۔ جذبات کا سمندر۔ مجھے کچھ برا لگتا یا میں ہرٹ ہوتی تو میں کسی کو کچھ نہیں بتاتی تھی۔ میں باہر سے تو بڑی ہوتی رہی مگر اندر سے بچی ہی رہی۔ وہ بچی جو کسی کو کچھ نہیں بتاتی تھی۔

گھر میں امی ابو یا بہن بھائی۔۔۔ سکول میں ٹیچر یا کلاس فیلوز۔۔۔ اگر کچھ ایسا کہہ یا کر دیتے۔ جس سے مجھے درد ہوتا۔ میرا دل دکھتا تو میں اندر سے ٹوٹ جاتی مگر باہر سے ٹھیک ہونے کا بہانا کرتی رہتی۔ جیسے کچھ ہوا ہی نہیں۔ جیسے میں او۔کے ہوں۔ نہیں میں اندر سے او۔کے نہیں ہوتی تھی۔۔ بہت کچھ ہوتا تھا۔ اندرونی توڑ پھوڑ۔

میرے اندر توڑ پھوڑ اکٹھی ہوتی رہی۔ زخم بنتے رہے۔ بڑھتے رہے۔ اور میں ان کے بھرنے کی انتظار میں بیٹھی رہی۔ یہاں تک کہ میں سٹی سکین کی مشین کے اندر آ پہنچی۔ مجھے کہاں پتا تھا کہ کچھ زخموں کو بھرنے کے لئے شعوری کوشش کرنی پڑتی۔ یہ خود بخود کہاں بھرتے ہیں۔

لڑکے کی ماں۔۔۔

ولیمے والے دن لڑکے والوں کی طرف سے ایک عورت نے مجھے سلام کر کے پلر کے پیچھے کھڑے ہو کر کہا کہ وہ عورت جو سٹیج پر بڑی خوشی سے دلہن کو چوم رہی ہے اسے جانتے ہیں آپ۔ میں نے کہا۔ جی۔ جی۔ وہ لڑکے کی ماں ہیں۔ وہ عورت طنزیہ ہنسی اور کہا۔ وہ رضوانہ ہے۔

میں نے کہا۔ جی۔ ان کا نام رضوانہ ہے مگر وہ دلہے کی ماں ہیں۔ کہنے لگیں۔ یہ ماں نہیں دشمن ہے۔ دیکھنا یہ اپنے بیٹے کا گھر نہیں بسنے دے گی۔ یہ طلاق کروائے گی۔ میں نے کہا۔ آپ شادی کے موقع پر کیسی باتیں کر رہی ہیں؟ خدا کا خوف کریں۔ وہ ماں ہے۔ کوئی ماں اپنے بچے کا گھر کیسے اجاڑ سکتی ہے؟ اگر اس نے اجاڑنا ہی ہوتا تو وہ اپنے بیٹے کا گھر بسائے ہی کیوں؟

میں خود بیٹیوں کی ماں ہوں۔ میرے سر پر سفید بال ہیں۔ اس عورت نے مجھے اپنے سر سے دوپٹہ ہٹا کر اپنے سفید بال دکھاتے ہوئے کہا۔ میرے منہ میں خاک۔ جو اس شادی کے موقع پر شادی ہال میں آپ سے یہ کہنا پڑ رہا ہے۔ کیا پتا دوبارہ کب ملاقات ہو۔ موقع ملے یا نہ ملے۔ اس لئے موقع پا کر بات کر رہی ہوں۔ کیا آپ کے پاس قلم اور کاغذ ہیں؟

اس عورت کے پوچھنے پر جب میں نے جیبوں کو کنگھالا تو ان میں کچھ بھی نہیں

تھا۔ میں کہا۔ نہیں۔ تو وہ کہنے لگی۔ چلیں میری بات ذہن میں ہی لکھ لیں۔ یہ عورت طلاق کروائے گی اور اپنا نام بھی نہیں آنے دے گی۔ یہ رضوانہ ہے۔ یہ چال چلتی ہے پر پتا نہیں چلنے دیتی۔ میں اس کی سب چالوں سے واقف ہوں۔ اگر شادی کے ایک سال کے اندر اندر یہ طلاق نہ کروادے تو آپ میرے سفید بالوں کو آگ لگا دینا۔

یہ ایک مکار عورت ہے۔ یہ اپنے بیٹے کی شادی نہیں کرنا چاہتی تھی۔ لیکن وہ مان نہیں رہا تھا۔ اس لئے اس نے اس کی بات مان لی۔ اب یہ بڑی مکاری سے علیحدگی کروائے گی۔ پورا خاندان اس سے واقف ہے۔ اس لئے اسے کسی نے رشتہ نہیں دیا۔ حالانکہ اس کا بیٹا ایم۔ بی۔ اے ہے۔ جاب کرتا ہے۔ مگر اس کی ماں کی وجہ سے اسے کوئی رشتہ نہیں دیتا تھا۔ اب اس نے اپنی مرضی تو کر لی ہے۔ مگر شادی میں جب تک ماں کی مرضی شامل نہ ہو وہ چل نہیں سکتی۔ کیونکہ ماں اسے چلنے ہی نہیں دیتی۔

اس سے پہلے کہ وہ کچھ اور کہتی میں بہانا کر کے جلدی سے اس سے دور ہو گیا۔ میں نے بات کو اپنے اندر ہی دفن کر دیا۔ شادی بیاہ میں عورتیں ہوتیں ہیں ایسی گھر بسنے سے پہلے ہی تڑوا دینے والی۔ اس کی بات کو کیا سنجیدہ لینا۔ کسی کو بات بتائی تو بات بڑھ جائے گی۔ شادی کی مصروفیت میں میں سب کچھ بھول گیا کہ میری کسی سفید بالوں والی عورت سے بات بھی ہوئی تھی۔

اگر کل شادی کو ایک سال پورا ہونے سے پہلے ہی وہ لڑکی طلاق لے کر اپنے گھر نہ آتی تو مجھے وہ سفید بالوں والی عورت بھولی ہی رہتی کبھی یاد نہ آتی۔ لڑکی سب کچھ کرتی

تھی۔ ساس شروع میں تعریفیں کرتی رہی۔ بیٹے کا دل جیتنے کے لئے۔ پھر آہستہ آہستہ بیٹے کے دل میں زہر بھرنے لگی۔

آج سارا دن تمہاری بیوی اپنے کمرے میں رہی۔ یہ کسی سے بات ہی نہیں کرتی۔ تمہارا کزن آیا تھا۔ ماموں کا بیٹا۔ تم لوگوں کے ساتھ بڑا ہوا ہے۔ تمہارے بھائیوں جیسا ہے۔ میرے لئے تم دونوں برابر ہو۔ تمہاری بیوی نے اسے سلام ہی نہیں کیا۔ مجھے بہت دکھ ہوا۔ چلوں ہمارے ساتھ جو مرضی کرے۔ لوگوں کو تو پتا نہ چلنے دے۔

شوہر نے بیوی سے لڑائی کی تو بیوی نے کہا۔ آپ کو پتا ہے کہ امی ڈیپریشن کی گولی لیتی ہیں۔ وہ چیزیں رکھ کر بھول جاتی ہیں۔ میں نے سلام کیا تھا۔ انھوں نے نہیں دیکھا۔ آپ اپنے کزن سے پوچھ لیں۔ ماں اپنے ماں والے پتے کھیلنے لگی۔ رونے لگی۔ میں جھوٹ نہیں بول رہی۔ بیٹا تو چھوٹا سا تھا میں نے تجھے پالا۔ یاد ہے ہمارا پرانا گھر کچا تھا۔ برسات میں ٹپکتا تھا۔ کیسے کیسے حالات دیکھے ہم نے۔ آج بیوی آگئی تو ماں کو بھول گیا۔ ماں غلط لگنے لگی۔ امی میں نے آپ کو جھوٹا نہیں کہا۔ میں کہہ رہی ہوں۔ آپ بھول گئیں ہیں۔ بیوی نے وضاحت دی۔ میری ماں کے ساتھ تمیز سے بات کرو۔ شوہر چلایا۔ میں امی کے ساتھ تمیز سے ہی بات کر رہی ہوں۔ اب وضاحت بھی نہ دوں کہ میں نے کیا کہا ہے۔

چھوٹی چھوٹی باتیں ہوتی رہیں۔ ماں بیٹے میں زہر بھرتی رہی۔ بیٹا زہر آلودہ ہوتا رہا۔ یہاں تک کے ایک دن بولا۔ میں ماں کو نہیں چھوڑ سکتا۔ تم آزاد ہو۔ یوں لڑکے کی ماں جیت گئی۔ سچ ہار گیا۔

دسمبر۔۔۔

وہ۔۔۔ میں کل روئی تھی۔

میں۔۔۔ کس بات پر؟

وہ۔۔۔ گھر والوں کی یاد آرہی تھی۔

میں۔۔۔ کم آن۔۔۔ تم تو یہاں بہت خوش ہو نہ پھر گھر والے کہاں سے یاد آ گئے۔

وہ۔۔۔ پتا نہیں۔

میں۔۔۔ مجھے پتا ہے۔تم ابھی تک زخمی ہو۔تم بہت مضبوط ہو اور پتا ہے مضبوط لوگوں کا مسئلہ کیا ہوتا ہے۔ یہ زخم پر نہیں روتے۔انھیں لگتا ہے۔ بھلا یہ بھی کوئی رونے والی بات ہے۔ایسا سوچ کر وہ کسی اور بات کا بہانہ بنا کر رو لیتے ہیں۔ایسی بات جو ان کے نزدیک رونے کے لیئے قابلِ قبول ہو۔

پتا ہے جب ایک بار تم ساحل سمندر پر جوتے گم ہونے پر رو رہی تھی تو سب تمہیں سمجھا رہے تھے مگر کسی کو تمہاری سمجھ نہیں آرہی تھی کہ جوتے اتنے قیمتی نہیں ہیں جتنا تم رو رہی ہو پر مجھے پتا تھا کہ تم کیوں رو رہی ہو۔ اس دن تم نے اسے پہلی بار اسے کسی اور کے ساتھ دیکھا تھا۔۔۔

تم وہاں وہاں جوتے تلاش کر رہی تھی جہاں کبھی تم نے جوتے رکھے ہی نہیں۔ہم کتنے سالوں سے ایک ہی جگہ تو جوتے رکھتے ہیں۔تم ریت کھود کھود کر جوتے کیوں تلاش کر رہی تھی۔ مجھے ایک بات تو بتاؤ۔کبھی تم نے جوتے ریت میں بھی چھپائے ہیں بھلا۔۔۔تم درحقیقت ریت نہیں خود کو کھود رہی تھی کہ وہ تمہیں کسی اور کے ساتھ برا کیوں لگ رہا ہے۔

وہ۔۔۔تمہیں یاد ہے۔پچھلے سال بھی میں دسمبر میں پریشان ہوئی تھی۔اس سال بھی دسمبر میں۔۔یہ دسمبر مجھے کھا جائے گا۔

میں۔۔۔نہیں کھاتا۔حوصلہ رکھو۔بس ایک ہفتہ رہ گیا ہے۔پھر۔۔۔

دسمبر بھی ختم ہو جائے گا اور اس کا زہر بھی۔۔۔

کالی لڑکی۔۔۔

میرے والدین کی پسند کی شادی تھی۔ ابو پٹھان ہیں اور امی پنجابی۔ یونیورسٹی میں ابو کو امی سے محبت ہو گئی۔ انھوں نے اپنے گھر والوں کی خلاف جا کر امی سے شادی کی۔ کیونکہ ابو کے گھر والوں میں امی میں صرف ایک ہی عیب نکالا کہ لڑکی کالی ہے۔

امی کا رنگ پکا ہے اور ابو بہت ہی گورے ہیں۔ آپ کو پتا ہے کہ پٹھانوں کا رنگ کیسا ہوتا ہے۔ ابو کے گھر والے بھی گورے ہیں۔ ابو کا پورا خاندان امی کو طعنے دیتا ہے کہ یہ کالی ہمارے خاندان میں کہاں آ گئی؟ ہم ہنسوں کے درمیان کوا کیسے آ کر آباد ہو گیا۔

انھوں نے طعنے دے دے کر ابو کا دل بھی کالا کر دیا اور میرے پڑھے لکھے ابو نے امی کے ساتھ اَن پڑھوں والا سلوک کرنا شروع کر دیا۔ وہ ہر وقت امی کو ایک ہی طعنہ دیتے کہ تم کالی ہو۔ تم ساری عمر سر سجدے میں رکھو تو بھی کم ہے کہ تمہاری شادی مجھ جیسے گورے شخص سے ہوئی۔

سادی دنیا کے طعنوں کی خیر ہوتی ہے انسان ان کا مقابلہ کر لیتے ہیں مگر اگر وہ جسے آپ کو سہارا اور حوصلہ دینا چاہیئے وہ بھی آپ کو طعنے دینے لگے تو خود ہی سوچیں انسان پر کیا بیتی ہے۔ حالانکہ یہ وہی ابو ہیں جو یونیورسٹی میں امی سے کہتے تھے کہ میرے نزدیک گورا رنگ خوبصورتی کی علامت نہیں ہے۔ میں خوبیوں والوں کو خوبصورت سمجھتا ہوں۔ تم

خوبیوں والی ہو۔تمہاری خوبیاں ہی تمہاری خوبصورتی ہیں۔میں امّی کو چھپ چھپ کر روتے ہوئے دیکھ کر بڑی ہوئی ہوں۔

ہم تین بہنیں ہیں۔میری دونوں بہنوں کا رنگ ابّو پر ہے۔وہ گوری ہیں مگر میرا رنگ امّی پر چلا گیا ہے۔میں ماں جیسی ہوں۔تھوڑی ڈارک۔میں نے امّی کی زندگی سے سبق سیکھا کہ انسان کو کبھی کسی گورے شخص سے شادی نہیں کرنی چاہیے۔انسان محبت میں اندھا ہوتا ہے اسے دوسرے کے عیب نظر نہیں آتے مگر شادی کے بعد سب کچھ نظر آنے لگتا ہے۔میں نے فیصلہ کیا تھا کہ چاہے مجھے کسی سے کتنی ہی محبت کیوں نہ ہو جائے میں کبھی کسی گورے شخص کے ساتھ شادی نہیں کروں گی۔

مگر یونیورسٹی میں مجھے جس سے محبت ہوئی ہے اس کا رنگ بھی ابّو جیسا ہے۔وہ گورا ہے۔اس میں سوائے گورے ہونے کی اور کوئی عیب نہیں ہے۔میں تاریخ دہرانا نہیں چاہتی مگر۔۔۔

دل نہیں کرتا۔۔۔

کچھ ماہ پہلے میرے شوہر کو ہارٹ اٹیک ہوا۔ اُس وقت میں اُس کے ساتھ تھی۔ ہماری نئی نئی شادی ہوئی تھی۔ ہم ایک دوسرے سے بہت خوش تھے۔ اُسے بریانی بہت پسند تھی اور میں اس دن اس کے لئے بریانی بنا رہی تھی اور وہ میری مدد کر رہا تھا۔ وہ بہت زبردست شوہر تھا۔ ہر کام میں میرا ہاتھ بٹاتا تھا۔

ہم دونوں کچن میں تھے کہ فون آ گیا اور میں فون سننے چلی گئی۔ جب میں واپس آئی تو وہ زمین پر پڑا تڑپ رہا تھا۔ میں تو صرف کچھ لمحوں کے لئے ہی گئی ہوں گی۔ اس نے مجھے کبھی نہیں بتایا تھا کہ اسے کوئی بیماری بھی ہے۔ اگر ڈاکٹر مجھے نہ بتاتے تو مجھے تو یہ بھی نہیں پتا چلنا تھا کہ اُسے ہوا کیا تھا۔

ایمبولینس آنے تک وہ زندہ تھا۔ میں نے ایمبولینس میں رو رو کر اُس کے لئے دعائیں کی۔ مجھے یاد ہے کہ میں ایمبولینس میں رو رہی تھی اور بار بار اُس سے کہہ رہی تھی کہ مت جاؤ۔ مجھے تمہاری ضرورت ہے۔ تمہارے گھر والوں کو ہم سب کو اگر میں یہ نہ کہتی تو میں درد سے پھٹ جاتی۔

میں جتنے لوگوں کو جانتی تھی۔ اس دن میں نے ان سب لوگوں کو فون کر کے دعا کے لئے کہا۔ یہاں تک کہ میں نے 'بابا جی' کو بھی کال کر کے خصوصی دُعا کی درخواست

کی۔سب نے اُس کے لئے دُعائیں کیں۔ مجھے لگ رہا تھا کہ سب ٹھیک ہو جائے گا مگر کچھ بھی ٹھیک نہیں ہوا۔وہ مجھے چھوڑ کر چلا گیا۔

حقیقت میں وہ ایمبولینس میں ہی مر چکا تھا۔جب ہم سب اُس کی زندگی کے لئے دُعائیں کر رہے تھے۔میں نے کبھی نہیں سوچا تھا کہ میں کسی سے اتنی محبت کر سکتی ہوں۔اتنی مشکل سے ایک ہونے کے بعد وہ اتنی آسانی سے علیحدہ ہو جائے گا۔اس حادثے سے پہلے میں خود کو خدا کے بہت قریب سمجھتی تھی۔

میں صدقہ کرتی تھی۔درس سننے جاتی تھی۔کوئی ایسا کام نہیں کرتی تھی جو اُس کی ناراضگی کا سبب بنے۔میں اس سے بات کرتی تھی مگر اب میں اُس سے بات نہیں کرتی۔میں اس سے کچھ مانگنے سے ڈرتی ہوں۔اب میرا دعا کرنے کو دل نہیں کرتا۔میں ہر صبح اٹھتے ہی اس کا شکر ادا کرتی ہوں مگر اس سے آگے کچھ کرنا میرے لئے مشکل ہو گیا ہے۔

میرا دردشناس کوئی نہیں۔۔۔

جب سے ہوش سنبھالا ہے۔والدین کو لڑتے جھگڑتے ہی دیکھا ہے۔ہم تین بہن بھائی ہیں۔میں سب سے بڑی ہوں۔شروع شروع میں تو میں پڑھائی میں اچھی تھی۔ہمیشہ پوزیشن لیتی تھی۔پھر پتا نہیں کیا ہوا۔میں پڑھائی میں کمزور ہو گئی اور میرے بہن بھائی مجھ سے پڑھائی میں بہتر ہو گئے۔جب بھی وہ پوزیشن لے کر آتے تو مجھے بہت باتیں سننے کو ملتی کہ تم نکمی ہو۔کسی قابل نہیں ہو۔کچھ نہیں کر سکتی۔ان سب باتوں نے مجھے۔کم گو بنا دیا۔میں اپنے والدین اور بہن بھائیوں کی نظر میں بہت کند ذہن۔۔۔کام چور اور بے کار لڑکی ہوں۔

میرے گھر والے مجھے نہیں سمجھتے۔وہ مجھ پر شک کرتے ہیں۔میرے موبائل پر کسی اجنبی کا میسج آجائے تو گھر میں قیامت آجاتی ہے کہ تمہیں کسی کا میسج کیوں آیا؟ ساری ذمہ داری میرے سر ڈال دی جاتی ہے کہ تم نے ضرور کچھ کیا ہو گا۔بھلا مجھے کیا ضرورت پڑی ہے کہ میں کسی کو میسج کر کے اپنے گھر قیامت کو دعوت دوں۔

میری عمر چوبیس سال ہے۔میرا قد چھوٹا ہے۔جس کی وجہ سے خوبصورت ہونے کے باوجود میری شادی نہیں ہو رہی۔گھر والوں کے نزدیک اس کی بھی ذمہ دار میں ہوں۔

میں کیا کروں؟ میرا درد بانٹنے والا کوئی نہیں۔میرا دردشناس کوئی نہیں۔

بہترین اداکارہ۔۔۔

لڑائیاں تو ہر گھر میں ہوتی ہیں مگر ہمارے گھر ذرا زیادہ ہوتی تھی۔ ماں باپ لڑ پڑیں تو بچے کو سمجھ ہی نہیں آتی کہ کس کا ساتھ دے۔ دونوں ہی اپنے ہوتے ہیں۔ دونوں ہی پیارے لگتے ہیں۔ (لڑنے سے پہلے تک)۔ ماں مظلوم اور باپ ظالم لگتا ہے حالانکہ غلطی کہیں نہ کہیں پر دونوں کی ہوتی ہے۔ میرا بچپن کسی خوفناک خواب سے کم تھوڑی تھا۔ میری ماں ہر صبح باپ سے لڑتی تھی اور ہر شام میرا باپ اسے مارتا تھا۔ کبھی کبھی تو لڑائی اس قدر بڑھ جاتی کہ میں کئی کئی دن سہمی رہتی۔ خوشیوں سے میرا اعتبار ہی اٹھ گیا تھا کہ جب چاہیں بغیر بتائے ہی چلی جاتی ہیں۔

ایک دن تو گھر میں قیامت ٹوٹ پڑی۔ امی ابو کی لڑائی کچھ حد سے زیادہ ہی بڑھ گئی۔ ابو نے امی کو دیوار میں دے مارا۔ وہ غصے سے اٹھیں اور بھاگ کر اندر سے ابو کا وہ پستول جو انھوں نے اپنی حفاظت کے لئے گھر میں رکھا ہوا تھا۔ اٹھا لائیں اور ساری گولیاں ایک ساتھ ہی ابو کے جسم میں اتار دیں۔

اس حادثے کے بعد ابو قبرستان اور امی جیل چلی گئیں۔ میں 'لاوارث' ہو کر در بدر پھرتی ایک دن اپنی خواہشوں اور خوابوں کا بیگ باندھے اس بڑے شہر میں آ گئی۔ آج جب مجھے 'بہترین اداکارہ' کے ایوارڈ سے نوازا گیا تو سٹیج پر میرے آنسو رو کے نہ رو کتے تھے کہ تمام عمر نامکمل ہو کر مکمل ہونے کی اداکاری ہی تو کرتی آئی ہوں۔ فرق صرف اتنا ہے کہ پہلے میں خود کو خود ہی مانتی تھی پر آج ساری دنیا نے مان لیا ہے کہ میں بہترین اداکارہ ہوں۔

ہمت کا ہار۔۔۔

آپ کے شوہر کہاں ہیں؟ ڈاکٹر نے پوچھا تو میں نے جواب دیا۔ وہ اپنے آفس میں ہیں اور میں اکیلی اپنے آفس سے ہاف ڈے لیو لے کر آئی ہوں۔ نیکسٹ وزٹ میں انھیں ساتھ لے کر آئیں۔ کچھ شیئر کرنا ہے۔ جب ڈاکٹر نے یہ کہا تو مجھے ایک دم غصہ آ گیا۔ میں نے ڈاکٹر سے پوچھا۔ کیا مطلب۔ کیا شیئر کرنا ہے؟ ایسی کون سی بات ہے جو اُن سے ہو سکتی ہے۔ مجھ سے نہیں۔

میرے اصرار پر ڈاکٹر نے جواب دیا۔ آپ مریض ہیں اور مریض کو بیماری نہیں بتائی جا سکتی۔ ڈاکٹر کی یہ بات سن کر میں اور ہائپر ہو گئی۔ میں مریض نہیں مضبوط ہوں۔ میں نے سارا گھر سنبھالا ہوا ہے۔ بل تک میں خود جمع کرواتی ہوں۔

بی بی لڑنے کی بات نہیں۔ آپ کو کینسر ہے۔ ڈاکٹر نے چڑ کر ایک ساتھ ایک ہی سانس میں کہہ دیا۔ میں کچھ سیکنڈ کے لئے تو بالکل سٹنڈ ہو گی اور پھر جلدی سے ڈاکٹر اور اپنے درمیان میز پر پڑی رپورٹس اور فائل اٹھاتے ہوئے کہا۔ بس اتنی سی بات تھی۔ آپ ایسے ہی سسپینس کریٹ کر رہے تھے۔ یہ کہہ کر میں۔ وہاں سے گھر آ گئی۔

گھر آتے ہی میں صوفے پر گر گئی۔ کہنے سے کیا ہوتا ہے۔ مجھے معلوم تھا کہ یہ میرے لئے اتنی سی بات نہیں تھی۔ میرے لئے کیا کسی کے لئے بھی یہ اتنی سی بات نہیں ہو سکتی

کہ اسے کینسر ہے۔ سب کچھ صحیح چل رہا تھا۔خیال رکھنے والا شوہر، بات ماننے والی بیٹی، خوبصورت، سوئمنگ پول والا گھر، آٹو میٹک گاڑی اور زندگی خوشیوں سے بھری ہوئی تھی۔ سب کچھ ملنے کے بعد اچانک زندگی کم کیسے پڑ سکتی ہے؟

مجھے کیسے کینسر ہوسکتا ہے؟ میں نے کیا بگاڑا ہے کسی کا؟ میں نے کبھی کسی پر ظلم نہیں کیا؟۔ میں تو ہمیشہ اپنی چھوٹی سی دنیا میں مست رہی ہوں۔ کبھی کسی کو پریشانی دینا تو دور کی بات میں تو کسی کو پریشان دیکھ بھی نہیں سکتی تھی۔ کس کی نظر لگ گئی مجھے؟ کس کی بد عا لگ گئی؟ یہ کیا ہو گیا؟ بیٹھے بٹھائے۔

میں کئی دن کمرے میں پڑی روتی رہی۔ لوگوں سے ملنا چھوڑ دیا۔ شوہر اور بیٹی سے بات کرنا بند کر دی۔ جب ایک دن سب کچھ زبردستی ہی چھوڑ کر جانا ہے تو اپنی مرضی سے ہی سب کچھ کیوں نہ چھوڑ دیا جائے۔ میں مرنے کی تیاریاں کرنے لگی۔ کوئی سمجھانا چاہتا تو میں لڑ پڑتی۔ میں خود سمجھدار ہوں۔ کوئی مجھے کیا سمجھائے گا؟

کئی ماہ ایسے ہی گزر گئے۔ پھر ایک دن میری ایک دوست نے مجھے اُمید کا تحفہ دیا۔ امید کا تحفہ ایسے کہ اس نے ایک ایسی خاتون کو جو کینسر کی آخری سٹیج سے صحت یاب ہوئی تھی کو میرے گھر بھیجا۔

جب میں اپنے کمرے سے نکل کر ڈرائینگ روم میں داخل ہوئی تو وہ عورت البم کے ساتھ بیٹھی میرا انتظار کر رہی تھی۔ اُسے دیکھ کر لگتا نہیں تھا کہ اُسے کبھی بخار بھی ہوا ہوگا۔ وہ

مجھے ہنس ہنس کر البم سے تصویریں دکھاتے ہوئے بتا رہی تھی کہ یہ دیکھو کینسر نے میرا کیا حال کر دیا تھا مگر میں نے ہمت نہیں ہاری اور آج میں تمہارے سامنے ہوں۔ جاتے ہوئے وہ مجھے یہ نصیحت کر کے گئی کہ یاد رکھو بیماری ہار جانے والوں کا برا حال کر دیتی ہے اور ہرانے والوں سے خود ہار کر بھاگ جاتی ہے۔ اب یہ تو تم نے طے کرنا ہے کہ تم ہارنے والوں میں سے ہو یا ہرانے والوں میں سے۔

اُس عورت کی باتیں سننے کے بعد۔ میں امید اور حوصلے سے بھر گئی۔ مجھے حوصلہ ہوا کہ اگر وہ موت سے لڑ سکتی ہے تو میں کیوں نہیں؟ میں ایک مضبوط انسان ہوں۔ علاج کروا کر میں بیماری کو ہراؤں گی۔ مجھے علاج کروانا ہے۔ کیموتھراپی کروانی ہے۔ میں علاج کے لئے راضی ہو گئی۔

علاج آسان نہیں تھا۔ کیموتھراپی کمزور کر دیتی ہے۔ بال اڑا کر آپ کو گنجا کر دیتی ہے۔ میں نے آئینہ دیکھنا چھوڑ دیا مگر ہمت نہیں ہاری۔ ہمت کا ہار پہنے رکھا۔

پہلے پہل تو میں سکارف پہن کر باہر نکلتی۔ بغیر بالوں کے باہر نکلنا آسان نہیں ہوتا۔ پھر جب میں سکارف پہن پہن کر اور اپنے بغیر بالوں والے سر کو چھپا چھپا کر تنگ آ گئی تو میں بغیر سکارف کے باہر آنے جانے لگی۔ قریبی لوگوں میں سے جب کوئی کہتا کہ تم بغیر سکارف کے بری لگتی ہو۔ سکارف پہن کر رکھا کرو۔ تو میں جواب دیتی۔ میں تھک گئی ہوں۔ اب میں مزید نہیں چھپا سکتی۔ ایسے ہی ٹھیک ہے۔ میں نے مان لیا ہے کہ میں کینسر کی مریضہ ہوں۔

کالونی کے لڑکے مجھے دیکھ کر چھیڑتے اور کہتے۔ آنٹی آپ بالوں کے بغیر کتنی ہاٹ لگتی ہیں۔ لگتا ہے کہ کوئی ٹینس سٹار ہماری کالونی میں شفٹ ہوگئی ہو۔ مجھے پتہ تھا کہ میں ذرا بھی اٹریکٹو نہیں رہی مگر یہ میرا حوصلہ رکھنے کو چھیڑتے ہیں۔

آج مجھے دیکھ کر کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں لائیف تھریٹنگ ڈزیز سے لڑ چکی ہوں۔

آپ سب کو بات بتانے کا میرا مقصد ہرگز یہ نہیں ہے کہ میں ہمدردیاں سمیٹنا چاہتی ہوں۔ میں ہمدردیاں سمیٹنے کی سٹیج سے بہت آگے آ چکی ہوں۔ بات بتانے کا مقصد بس اتنا سا ہے کہ انسان میں بہت ہمت ہوتی ہے۔ اتنی کہ وہ نہ صرف حادثے سے باہر نکل سکتا ہے بلکہ حادثے کو اپنے اندر سے باہر بھی نکال کر پھینک سکتا ہے۔

ہمیں جیتنا اتنا پسند ہے کہ ہم صرف جیتنے والوں کا ساتھ دیتے ہیں۔ انھیں ہار پہناتے ہیں۔ مگر جب ہم خود ہارتے ہیں تو ہمیں پتا چلتا ہے کہ ہارنا کیا ہوتا ہے۔ ہماری خواہش ہوتی ہے کہ چاہے کوئی ہمیں پھولوں کا ہار نہ ہی پہنائے مگر کم سے کم ہمت کا ہار تو پہنائے۔

قیمتی کوڑا۔۔۔

انھوں نے مجھے کوڑا قرار دے کر کوڑے دان میں ڈال دیا اور ہنستے ہوئے باآوازِ بلند بولے۔تم یہاں سے بلونگ کرتی ہو۔یہی پڑی رہو۔پھر کھلا آسمان تھا۔بے اختیار گرتے آہیں بھرتے میرے آنسو تھے۔ڈسٹ بن میں پڑی میں تھی اور میرے دل میں پڑا میرا پروردگار تھا۔میں نے کوڑے کے ڈبے میں پڑے پڑے اپنے پروردگار کو پکارا اور سارا درد اس کے سپرد کر دیا۔

میں بغیر رکے بہت دیر تک روتی رہی۔میں اتنا روئی۔۔۔اتنا روئی کہ میرے اندر کا آرٹسٹ پھٹ کر باہر آ گیا۔جب میں ڈسٹ بن سے باہر نکلی تو میرا سارا ڈسٹ ڈھل چکا تھا۔میں وہ نہیں رہی تھی جسے بُلیز (یعنی بیڑا غرق کرنے والوں) نے ڈسٹ بن میں ڈالا تھا۔کیونکہ میں نے ڈسٹ بن میں پڑے پڑے ہی دنیا فتح کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔وہ دنیا جواب میری ایک جھلک دیکھنے کو جھلی ہوئی پھرتی ہے۔گھنٹوں میرا انتظار کرتی ہے۔وہ دنیا جسے اب میرے گارڈز دھکے دے کر مجھ سے دُور ہٹاتے ہیں۔

بونس بات۔۔۔وہ لڑکی جسے لڑکوں نے کوڑا کہہ کر کوڑے کے ڈبے میں ڈالا تھا ۔اب مشہور امریکن پوپ سٹار ہے۔اور پوری دنیا اسے لیڈی گاگا کے نام سے جانتی ہے۔

میری آپ سے درخواست ہے کہ کبھی بھی لوگوں کی باتوں یا رویوں سے دلبرداشتہ ہو کر اپنا سفر خراب یا ختم نہ کریں۔یقین رکھیں جو آج آپ کو کم تر سمجھتے ہیں کل کامیاب ہونے پر نہ صرف یہ لوگ بلکہ ان کے ساتھ ساتھ ساری دنیا آپ کو قیمتی سمجھے گی۔

عمر قید۔۔۔

میرا تعلق اس گھرانے سے ہے۔ جہاں بیٹیاں پیدا ہونے پر ماتم کرتے ہیں۔ میرے ماں جتنی بیٹیوں سے نفرت کرتی تھی۔ اللہ اسے اتنی بیٹیاں دے رہا تھا۔ وہ بیٹے کے لالچ میں بیٹیاں اکھٹی کرتی رہی مگر چھ بیٹیاں ہونے کے باوجود اس کے گھر بیٹا پیدا نہ ہوا۔

ویسے تو انھوں نے کسی بیٹی کو محبت نہیں دی۔ مگر مجھے خاص طور پر محروم رکھا۔ شاید اس لئے کہ میں ان کی بدنصیبی کا پہلا باب تھی۔ وہ میری شکل تک سے نفرت کرتی تھیں۔ انھوں نے کبھی میری طرف نہیں دیکھا۔ مجھ سے بات کرتے وقت ہمیشہ وہ ادھر ادھر دیکھتی رہتی تھیں۔

بڑی ہوئی تو محلے میں سے کسی نے مجھے پرپوز کر دیا۔ وہ مجھ سے بہت محبت کرتا تھا اور مجھے بھی وہ بہت پسند تھا۔ ایک دن امّی کو پتا چل گیا تو انھوں نے گھر سر پر اٹھا لیا۔ رو رو کر اپنا برا حال کر لیا۔ جسے نہیں بھی پتا تھا اسے بھی رو رو کر کہانی سنائی۔ رات کو سارے خاندان کو گھر میں اکٹھا کر کے پنچائیت لگالی۔

میں مجرم بنی امّی کے سامنے بیٹھی تھی اور ارد گرد ابو، چچا، تایا اور ان کے بیٹے بیٹھے تھے۔ امّی نے کہا کہ اس لڑکی نے تو ہم ملکوں کا منہ کالا کروا دیا ہے۔ پورے خاندان میں

ہیں کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہیں چھوڑا۔ اس کی جرات کیسے ہوئی کہ یہ خاندان سے باہر منہ مارے۔ اس کا جتنا خیال ہم نے کرنا تھا کرلیا۔ جسے اپنے باپ بھائیوں کی عزت کا خیال نہ ہو اس کا مزید خیال رکھ کر اب ہم نے کیا کرنا ہے۔ آپ لوگ اس کا فیصلہ کریں کہ اب اس کا کیا کرنا ہے؟

گھر کا صحن میں گڑھا کھودیں اور اس کو اس زندہ دفنا دیں۔ گھر کی بات گھر میں ہی دفن ہو جائے گی۔ اس کی یہی سزا ہے۔ ایک چچا نے مشورہ دیا۔ نہیں نہیں اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دو۔ ایسا عبرت کا نشان بنا دو کہ باقی بچیاں کچھ ایسا کرنے کا سوچ بھی نہ سکیں۔ دوسرے چچا نے مشورہ دیا۔ کسی نے کہا کہ اسے کتوں کے آگے ڈال دو۔ کسی نے کہا کہ اسے پچھلے کمرے میں باندھ کر بند کر دو۔ خود ہی بھوکی مر جائے گی۔ بہت دیر تک باتیں ہوتی رہی اور سب اپنی اپنی سزائیں سناتے رہے۔ آخر میں تایا جی بولے۔ نہیں اگر اسے ایسے مار دیا تو یہ ایک دم سے تڑپ کر مر جائے گی۔ اسے ایسی سزا دو کہ یہ تمام عمر تڑپتی رہے۔

کچھ دن بعد مجھے پتا چلا کہ انھوں نے سزا کے طور پر میری شادی ایک بوڑھے آدمی سے کرنے کا فیصلہ کرلیا ہے۔ پتا نہیں انھیں وہ بوڑھا کیسے اور کہاں سے ملا۔ یہ بات آج تک مجھے پتا نہیں چلی۔ نکاح والے دن وہ بوڑھا اکیلا ہی بڑی مشکل سے چلتا ہوا آیا۔ نکاح کے بعد مجھے اس کے ساتھ رخصت کر دیا گیا۔ تب میری عمر صرف بیس سال تھی۔ اس بوڑھے نے مجھے اپنے منہ سے کچھ نہیں بتایا مگر میں نے خود سے ساری بات سمجھی کہ اس کا تعلق بلوچستان سے ہے اور وہ مجھے بلوچستان لے کر جا رہا ہے۔

آج مجھے اس سزا کو ملے پورے بیس سال ہو گئے ہیں۔ ان بیس سالوں میں کبھی میرے گھر والوں نے پلٹ کر میری خبر نہیں لی کہ میں زندہ بھی ہوں یا مر گئی۔ بوڑھے بے چارے سے صحیح طرح سے بات نہیں ہو پاتی تھی اولاد کہاں سے ہوتی۔ وہ نکاح کے کچھ ماہ بعد ہی بیمار ہو کر بستر پر گر گیا۔ اور بستر پر پڑا مجھے اور میرے گھر والوں کو گالیاں دیتا رہتا۔ اتنے سب کے بعد بھی میں نے کبھی اسے چھوڑنے یا اس سے جان چھڑانے کا نہیں سوچا۔ کیونکہ کسی کو چھوڑنے کے لئے ایک خاص بے حسی کی ضرورت ہوتی ہے جو میرے اندر نہیں تھی۔ میں نے کئی سال بڑی مشکل سے محنت مزدوری کر کے اسے اور خود کو پالا مگر پچھلے دنوں جب وہ فوت ہوا تو مجھے پتا چلا کہ اس کے جانے کے بعد بھی میری سزا ختم نہیں ہوئی۔ کیونکہ نہ ہی کوئی میرے آگے ہے اور نہ ہی پیچھے۔

میں مانتی ہوں کہ مجھ سے کسی سے محبت کرنے کی غلطی سرزد ہوئی تھی مگر مجھے اندازہ نہیں تھا کہ میرے گھر والے مجھے اس غلطی کی سزا عمر قید کی صورت میں دیں گے۔

تکلیف کا تحفہ۔۔۔

میرے پیدا ہونے کے کچھ ماہ بعد ہی میرے والدین میں طلاق ہوگئی۔ جب میں نے ہوش سنبھالا تو صرف اپنی ماں کو ہی دیکھا۔ میری ماں بہت محنتی تھی۔ اس نے ساری عمر پوری کوشش کی کے کبھی مجھے اپنے باپ کی کمی محسوس نہ ہو۔ اس کے لئے اس نے دوبارہ شادی بھی نہیں کی۔

میں نے کبھی ماں سے باپ کے بارے میں بات نہیں کی۔ کیونکہ میں نہیں چاہتی تھی کہ وہ دکھی ہو۔ زندگی بہت آرام اور سکون سے گزر رہی تھی۔ ہم ماں اور بیٹی ایک دوسرے کے ساتھ خوش تھے۔ پچھلے دنوں میری پچیسویں سالگرہ پر مجھے خیال آیا کہ کیوں نہ میں اس سالگرہ پر خود کو اپنے والد سے ملاقات کا تحفہ دوں۔

میں نے بہت احتیاط سے ماں سے بات کی تو انھوں نے مجھے خوشی سے اجازت دے دی۔ زندگی میں پہلی بار ہم نے بابا کے بارے میں بات کی۔ انھوں نے مجھے بتایا کہ تمہارے بابا اسلام آباد میں ایک بڑے سرکاری ملازم ہیں۔ میں سالگرہ کے دن لاہور سے خود ڈرائیو کر کے اسلام آباد گئی۔

میں بہت خوش اور ایکسائٹڈ تھی۔ انھوں نے ماں سے طلاق کے بعد دوسری شادی کر لی تھی اور اب ان کے تین بچے تھے۔ جب میں ان کے گھر پہنچی تو خوش قسمتی سے وہ

دروازے پر ہی کھڑے گارڈ سے کوئی بات کر رہے تھے۔انھیں دیکھتے ہی میرے دل کی دھڑکنیں تیز ہو گئیں۔

میں نے انھیں سلام کیا اور بتایا کہ میں ان کی بیٹی ہوں۔میرا خیال تھا کہ وہ مجھے دیکھ کر خوش ہوں گے اور مجھے خوش آمدید کہیں گے مگر انھوں نے مجھے پہچاننے سے صاف انکار کر دیا۔کہنے لگے میری کوئی بیٹی نہیں ہے۔جس عورت کو میں نے طلاق دی تھی تم اس کی بیٹی ہو میری نہیں۔

یہ سن کر میری آنکھوں میں آنسو آ گئے اور میں اسلام آباد سے سارا راستہ روتی ہوئی ڈرائیو کرتی آئی۔سارا راستہ رونے کے بعد بھی مجھے سکون نہیں ملا۔میں آ کر خود کو کمرے میں بند کر لیا۔میں اچھی خاصی خوشی سے بھری زندگی گزار رہی تھی کہ اچانک یہ کیا ہو گیا۔میں بکھر گئی۔یہ اپنی سالگرہ پر میں کیسا خود کو تکلیف کا تحفہ دے بیٹھی کہ میری خوشیوں سے بھری زندگی تکلیف سے بھر گئی۔آج کل مجھے کچھ بھی اچھا نہیں لگتا۔نہ کسی سے ملنا۔نہ کسی سے بات کرنا۔کوئی اپنی اولاد سے کیسے مکر سکتا ہے؟انھیں میرے جذبات کا کوئی خیال نہیں تھا؟انھوں نے میرے ساتھ ایسا کیوں کیا؟

مجھے اسلام آباد سے نفرت ہے۔یہ مجھ سے میرے چھین لیتا ہے۔

میں ساری عمر اسلام آباد نہیں جاؤں گی۔

بے رنگ آنکھیں۔۔۔

ہمارا گھر شہر کے سب سے مہنگے علاقہ میں تھا۔زندگی بہت زبردست چل رہی تھی۔ہمارا ایک ہی بیٹا تھا۔جو انتہائی ذہین اور تابعدار تھا۔پائیلٹ ہونے کی وجہ سے وہ مختلف ممالک میں جاتا اور مصروف رہتا تھا۔اتنی مصروفیت کے باوجود وہ ہمیشہ ہم سے رابطے میں رہتا۔

وہ اپنی بیوی اور دو بیٹیوں کے ساتھ لندن اور ہم میں اور میرے میاں اپنے آبائی ملک میں رہتے تھے۔اس کی بہت خواہش تھی کہ ہم بھی لندن میں اس کے ساتھ رہیں۔مگر ہم دونوں میاں بیوی ساری عمر لندن میں گزارنے کے بعد بڑھاپا اپنے آبائی ملک میں گزارنا چاہتے تھے۔

میرا بیٹا سال میں دو بار چھٹیاں مناتا تھا۔ایک اپنی بیوی اور بچیوں کے ساتھ اور ایک بچیاں ہمارے پاس چھوڑ کر صرف اپنی بیوی کے ساتھ۔تاکہ دونوں میاں بیوی کچھ وقت ایک دوسرے کے ساتھ بھی گزار سکیں۔یہ اس نے مجھ سے سیکھا تھا۔میرے خیال میں بچوں کے بعد میاں بیوی کبھی اکیلے وقت نہیں گزار پاتے جس سے ان کے تعلق میں خلاء پیدا ہونا شروع ہو جاتا ہے۔جو بڑھتا ہی چلا جاتا ہے۔بچے بڑے ہو جاتے ہیں اور میاں بیوی بوڑھے مگر وہ خلاء ختم نہیں ہوتا۔

پچھلے سال جب وہ اپنی بیٹیوں کو ہمارے پاس چھوڑ کر گیا تو ملک میں جنگ لگ گئی۔ جگہ جگہ بم گرنے لگے۔ ایک بم تو بالکل ہمارے پاس کے گھر میں گرا۔ جس سے سارا گھر تباہ ہو گیا۔ پورے علاقے میں خوف پھیل گیا۔

اس سے بڑا خوف تب پھیلا جب ہماری کالونی کے پاس ہی جو سینٹرل جیل تھی۔ جس میں سنگین جرائم کے مجرم قید تھے کو گورنمنٹ نے جنگ کی وجہ سے کھول کر سب مجرموں کو رہا کر دیا۔ وہ سب رہا ہوتے ہی ادھر ادھر بھاگ گئے۔ ہوتے تو ویسے مجرم بھی انسان ہی ہیں مگر جرم کی مہر لگ جانے کی وجہ سے ان سے خوف آنے لگتا ہے۔ میں نے غور کیا کہ لوگ بم سے اتنے خوفزدہ نہیں ہوئے تھے جتنے ان مجرموں کے رہا ہونے کے بعد ان سے ہو گئے۔

ویسے تو ہمارا گھر محفوظ تھا مگر اس میں ایک شیشے کی دیوار تھی جو ڈرائینگ روم اور لان کے درمیان میں بنی ہوئی تھی۔ جس سے باہر کا لان نظر آتا تھا۔ اسے آسانی سے توڑا جا سکتا تھا۔ یہ دیوار اس سے ملحق ڈرائینگ روم گھر میں میری پسندیدہ جگہ تھے۔ میں اکثر شام کو یہاں بیٹھ کر چائے پیتی تھی۔ وہی دیوار جو کسی وقت خوبصورت لگتی تھی اب خوفزدہ کرنے لگی۔ سب سے پسندیدہ یہ جگہ سب سے ناپسندیدہ بن گئی۔ مجھے اس دیوار سے خوف آنے لگا اور وہ دیوار میرا خوف بن گئی۔ اتنا بڑا خوف کہ میں اس خوف کی وجہ سے سو نہیں سکتی تھی۔

میرا بیٹا پوری کوشش کر رہا تھا کہ ہمیں جلد از جلد وہاں سے نکال سکے۔ تمام فلائیٹس فل تھی اور کسی بھی جہاز میں جگہ نہیں مل رہی تھی۔ امیر لوگ دھڑا دھڑ ملک چھوڑ کر بھاگ رہے تھے۔ پائیلٹ ہونے کی وجہ سے اسے بڑی مشکل سے ہمارے لئے ایک

جہاز میں جگہ ملی۔

ہم گھر سے ایئر پورٹ جانے کے لئے نکلے تو راستے میں رش ہونے کے ساتھ ساتھ جگہ جگہ رکاوٹیں تھی۔ جو لوگ ملک چھوڑ کر نہیں جا سکتے تھے وہ راستے میں رکاوٹیں پیدا کر رہے تھے کہ اگر ہم نہیں جا سکتے تو یہ لوگ ملک چھوڑ کر کیوں جا رہے ہیں۔ لوگوں پوری کوشش کر رہے تھے کہ لوگ ایئر پورٹ نہ جا سکیں۔ وہ جو کر سکتے تھے کر رہے تھے۔ انھوں نے سڑکیں بلاک کر دی تھیں اور گاڑیوں پر حملہ کر رہے تھے۔ حیرت تھی یہ سب کرنے والے مجرم نہیں سیولائیز ڈ سیٹزن تھے۔ مجھے خیال آیا کہ ہم بلا وجہ ہی اتنے دن مجرموں سے ڈرتے رہے اور بے خوف ہو کر باہر آ گئے جبکہ اصل میں ہمیں ان لوگوں سے ڈرنا چاہیے جن پر ابھی جرم کی مہر نہیں لگی۔

بڑی مشکل سے بچ بچا کر ہم ایئر پورٹ پہنچے۔ ایک بیٹی میں نے اٹھائی ہوئی تھی اور ایک میرے شوہر نے۔ سارے راستے ہم نے دونوں بچیوں کی آنکھوں پر ہاتھ رکھی رکھے تاکہ ان کی آنکھیں وہ سب بے حسی نہ دیکھ سکیں جو ہماری آنکھیں دیکھ رہی تھی۔ کیونکہ جو آنکھیں ایک بار بے حسی دیکھ لیں۔ پھر چاہے ان میں آپ ساری عمر کتنے ہی رنگ کیوں نہ بھرتے رہیں۔ یہ بے رنگ ہی رہتی ہیں۔

زندگی کی پلاننگ۔۔۔

میں اٹھارہ سال کی تھی جب امریکہ پڑھنے گئی۔ مجھے اندازہ تھا کہ جوانی محنت کا وقت ہوتی ہے۔ میں پڑھائی کے ساتھ ساتھ کام کرتی۔ میں نے خوب محنت کی۔ شادی کرتے وقت میرا بس ایک ہی کرائیٹریا تھا کہ وہ محنتی ہو۔ اس لئے میں نے دیکھ بھال کر ایک محنتی شخص سے شادی کی۔ میرے شوہر بھی شادی کے لئے کسی ایسی ہی عورت کی تلاش میں تھے جو محنتی ہو۔ ہم دونوں محنت پر ایمان رکھتے تھے۔ اس لئے ہم دونوں نے مل کر خوب محنت کی۔ ہم چاہتے تھے کہ جب تک ہم محنت کر سکتے ہیں خوب دبا کر محنت کریں تاکہ ہمارا بڑھاپا سکون سے مزے میں گزر سکے۔

جب بھی ہم کسی بوڑھے انسان کو کام کرتے دیکھتے تو ہمیں اس پر حیرت ہوتی کہ یہ آخر جوانی میں کیا کرتا رہا تھا۔ جو آج اسے اس عمر میں محنت کرنا پڑ رہی ہے۔ ہمیں ان لوگوں پر غصہ آتا کہ اگر یہ لوگ جوانی میں محنت کر لیتے تو آج انھیں یہ دن نہ دیکھنا پڑتا۔ ان لوگوں کو دیکھ کر ہم اپنی محنت اور بڑھا دیتے اور کام سے بریک بھی نہ لیتے۔

تمام عمر امریکہ میں محنت کرنے کے بعد ریٹائرڈ ہونے پر ہم اپنے ملک واپس آ گئے۔ جہاں ہم نے زندگی بھر کی کمائی کے دو حصے کئے۔ ایک سے بہت ہی بڑا اور خوبصورت سوئمنگ پول والا بنگلہ بنایا اور دوسرے حصے کو بنک میں رکھوا دیا۔ ہم ہر سال کسی نئے ملک میں کچھ ہفتوں کے لئے سیر کو جاتے۔ زندگی بہت آرام اور مزے سے گزر رہی

تھی۔ ہم اکثر اپنی زندگی کی پلاننگ پر بہت فخر محسوس کرتے۔

یہ بالکل ویسی زندگی تھی جیسی ہم نے پلان کی تھی۔ یہ زندگی گزارتے ابھی کچھ سال ہی گزرے تھے کہ اچانک سے ملک میں جنگ لگ گئی۔ میں اور میرا شوہر کسی کام سے باہر نکلے تھے۔ جب باغیوں نے ہمارے علاقے میں بم داغ دیا۔ جو سیدھا ہمارے گھر آ کر گرا۔ نا صرف سارا گھر تباہ ہو گیا بلکہ ہمارے گھر کی جگہ پر ایک بڑا سا گڑھا بھی پڑ گیا۔

جب ہم گھر واپس آئے تو برباد گھر کا منظر دیکھ کر تڑپ اٹھے۔ سب کچھ برباد ہو گیا۔ ختم ہو گیا۔ نہ بنگلے بچے نہ بینک۔ ہماری عمر بھر کی کمائی ایک ہی جھٹکے میں ہم سے چھین لی گئی۔ ہم نے سوچا تھا کہ بڑھاپے میں کام نہیں کرنا پڑے گا۔ لیکن ہم عمر کے اس حصے میں پھر سے صفر پر آ گئے۔ پہلے جوانی میں ہمارے پاس کام کرنے کا مقصد تھا لیکن اب ہمارے پاس کوئی مقصد نہیں ہے۔ اس حادثے کے بعد ہم اداس رہتے ہیں۔

گو میں بہت کوشش کرتی ہو کہ کچھ ایسا ہو جس سے ہمیں خوشی ملے مگر اس حادثے کے بعد کچھ بھی ہمیں خوشی نہیں دیتا۔ مجھے پتا ہے کہ یہ غلط ہے مگر کبھی کبھی مجھے خیال آتا ہے کہ جس دن ہمارے گھر بم گرا کاش اس دن ہم اس گھر میں ہی ہوتے۔ میں سمجھتی ہوں کہ ہمیں زندگی کی پلاننگ میں اللہ کو بھی شامل کرنا چاہیے۔ کیونکہ ایک ہماری پلاننگ ہوتی ہے اور ایک اللہ کی۔ آخر میں ہوتا وہی ہے۔ جو اللہ کی پلاننگ ہوتی ہے۔

سزا۔۔۔

میرے ابّو نے عمرہ کے دوران خانہ کعبہ میں دعا کی کہ یا اللہ مجھے جو مرضی سزا دے دینا پر میرے گھر بیٹی نہ دینا۔ میری بدنصیبی کہ میں چار بیٹوں کے بعد پانچویں بیٹے کی خواہش میں ان کے گھر پیدا ہوگئی۔ میرے ابّو کو اللہ کا ڈر نہ ہوتا تو وہ مجھے پیدا ہوتے ہی مار دیتے۔ پتا نہیں ابّو کا ماضی کیسا تھا جو وہ عورتوں پر اعتبار نہیں کرتے تھے۔ ان کا خیال تھا کہ عورت قابلِ اعتبار نہیں ہوتی اس لئے اس پر اعتبار نہیں کرنا چاہیے۔ یہ بے وفا ہوتی ہے موقع ملتے ہی بھاگ جاتی ہے۔

امّی کو انھوں نے ساری عمر پاؤں کی جوتی سمجھا۔ وہ کوئی فیصلہ نہیں کر سکتی تھی۔ انھیں ابّو کے بغیر گھر سے باہر نکلنے کی اجازت نہیں تھی۔ وہ گھر ٹوٹنے اور طلاق کے بعد بے سہارا ہونے کے ڈر سے ابّو کے ساتھ بندھی رہیں۔ جیسا وہ کہتے ویسے ہی کرتیں۔ جیسے وہ چاہتے ویسے ہی رہتیں۔ ان کی اپنی کوئی زندگی نہیں تھی۔ وہ کبھی اپنے لئے کچھ نہیں کر سکیں میرے لئے کیا کرتیں۔ میرے لئے ان کا ہونا یا نہ ہونا ایک برابر تھا۔ وہ بری نہیں تھیں بس ابّو سے ڈرتی تھیں۔ اس لئے وہ مجھے پیار بھی چھپ چھپ کر ہی کرتی تھیں۔ مجھے اچھی طرح اندازہ تھا کہ وہ مجھ سے صرف چھپ کر ہی پیار کر سکتی ہیں اس کے علاوہ وہ چاہ کر بھی کچھ نہیں کر سکتیں۔ اس لئے میں نے کبھی ان سے اس سے زیادہ کی امید ہی نہیں رکھی۔

ابّو نے کبھی مجھے پیار نہیں دیا۔ وہ میرے سامنے میرے بھائیوں کو پیار کرتے تو

میں اندر ہی اندر اپنے آپ سے سوال کرتی کہ میرا کیا قصور ہے؟ جس کی سزا مجھے دی جا رہی ہے۔ گو کہ بھائیوں پر ابّو کا بہت اثر تھا مگر ایک بہن ہونے کی وجہ سے وہ مجھ سے پیار کرتے تھے۔ جب ابّو گھر نہ ہوتے تو وہ مجھے اہمیت دیتے مگر ابّو کے آنے پر وہ بدل جاتے اور مجھے پہچاننے سے انکار کر دیتے۔ ابّو کے سامنے کسی کی جرات نہیں تھی کہ وہ اس سب پر ان سے بات کر سکے۔ شروع شروع میں مجھے اس پر دکھ ہوتا تھا مگر آہستہ آہستہ میں اس کی عادی ہو گئی۔ مجھے خوشی تھی کہ کم سے کم وہ مجھے سمجھتے تو ہیں۔ کہ اس سارے میں میرا کوئی قصور نہیں ہے۔

ابّو ہر وقت میرا دھیان رکھتے تھے۔ مجھ پر شک کرتے رہتے۔ میں کہاں ہوں؟ کیا کر رہی ہوں؟ کیوں کر رہی ہوں؟ وہ ان سب کی خبر رکھتے۔ جب میں بی۔اے میں تھی۔ تب میرا ایک کزن جو آٹھویں میں تھا گاؤں سے گرمیوں کی چھٹیاں گزارنے ہمارے گھر آیا ہوا تھا۔ وہ میرے سامنے بچہ سا تھا۔ اس لئے میں اس سے آرام سے بات کر لیتی تھی۔ ایسے ہی جیسے بڑی بہن چھوٹے بھائی سے کر لیتی ہے۔ ایک دن میں کچن میں کام کر رہی تھی اور وہ میرے ساتھ کھڑا مجھ سے باتیں کر رہا تھا کہ ابّو آ گئے۔

انھوں نے مجھے اس کے ساتھ باتیں کرتے ہوئے دیکھا تو وہ مجھے گھور کر دیکھتے ہوئے وہاں سے چلے گئے۔ شام کو جب سب بھائی اکٹھے ہوئے تو ابّو نے سب کو کچن والی بات بتا کر کہا کہ یہ لڑکی اس کے ساتھ خراب ہے۔ دیکھ لینا ایک دن یہ کسی کے ساتھ بھاگ جائے گی۔ اور ہماری ناک کٹوا دے گی۔ سب بھائیوں نے مجھے گھور کر دیکھا۔ میرے پاؤں سے زمین نکل گئی۔ میں حیران کہ کوئی باپ اپنی بیٹی پر ایسے کیسے الزام لگا سکتا

ہے۔ بھائیوں نے مجھ سے بات کرنا چھوڑ دی۔ انھیں مجھ پر نہیں ابو پر اعتبار تھا۔ وہ میری بات تک سننے کے لئے تیار نہیں تھے۔ مجھ سے نفرت کرنے لگے۔ ابو تو میرے تھے ہی نہیں مگر اس دن انھوں نے مجھ سے میرے بھائی بھی چھین لئے۔ کیا محبت اتنی کچی ہوتی ہے کہ ذرا سی بات سے نفرت میں بدل جائے؟

چاہے گھر میں جیسا بھی ماحول تھا۔ جو بھی میرے ساتھ سلوک ہوتا تھا۔ میں نے کبھی گھر سے بھاگنے کے بارے میں نہیں سوچا تھا۔ لیکن اس دن ابو کے کہنے کے بعد زندگی میں پہلی بار مجھے خیال آیا کہ واقعی مجھے اس گھر سے بھاگ جانا چاہیے۔ دور بہت دور جہاں درد نہ ہو۔ جہاں میرے ساتھ برا سلوک نہ ہو۔ مجھے عزت دی جائے۔ میرے لڑکی ہونے سے نفرت نہ کی جائے۔

وہ نیا نیا کسی دوسرے شہر سے ہمارے علاقے میں کرائے پر شفٹ ہوا تھا۔ ہمارے گھر جو ماسی کام کرتی تھی وہ اس کے گھر بھی جاتی تھی۔ جہاں ایک طرف ماسی نے اسے میری کہانی سنائی وہاں اس کے بارے میں بھی مجھے بتایا کہ وہ کتنا اچھا ہے۔ اس کے دل میں عورتوں کے لئے کتنی عزت ہے۔ ہمیشہ مجھے ماں جی کہہ کر بات کرتا ہے۔ ماسی ہمارے گھر کے حالات جانتی تھی اور اسے مجھ سے بہت ہمدردی تھی۔ اسی نے ہماری دوستی کروائی۔

اس نے پہلی ہی ملاقات میں مجھ سے اظہار محبت کر دیا۔ پھر ہماری چھپ چھپ کر ملاقاتیں ہونے لگیں۔ ہم ایک دوسرے کے ساتھ زندگی گزارنے کے خواب دیکھنے

لگے۔ پریشانیوں کی ماری میں اس کی محبت میں پاگل ہوگئی۔ گھر سے بھاگ کر شادی کرنے کے علاوہ ہمارے پاس کوئی راستہ نہیں تھا اس لئے ہم نے گھر سے بھاگنے کا پلان بنالیا۔

اس نے مجھے سمجھایا کہ وہ اس شہر میں نیا ہے۔اس لئے اس کے پاس پیسے نہیں ہیں۔شادی کے بعد ہمیں پیسوں کی ضرورت پڑے گی۔تم گھر سے بھاگتے وقت اپنے ساتھ کچھ پیسے بھی لے آنا۔وہ دیکھنے اور باتوں میں بہت اچھا لگتا تھا۔ایک سمجھدار اور سلجھا ہوا انسان۔میں نے گھر سے نکلتے وقت لاک میں پڑا سارا سونا اور پیسے بھی ساتھ رکھ لئے۔وہ مجھے کسی دوسرے شہر لے گیا۔جہاں ہم نے ہوٹل میں کچھ دن اکٹھے گزارے۔

پھر ایک صبح جس دن ہم نے کورٹ میں شادی کے لئے جانا تھا جب میں سو کر اٹھی تو دیکھا وہ،زیور اور پیسے سب کچھ غائب ہے۔میں بہت دیر بیڈ پر بیٹھی روتی رہی۔پھر پولیس آئی تفتیش کی اور مجھے دارولامان بھیج دیا گیا۔دارولامان والوں نے مجھ سے میرے گھر کا نمبر لے کر فون کیا تو ابّو نے فون اٹھایا۔جب انھوں نے بتایا کہ آپ کی بیٹی ہمارے پاس ہے اُسے آ کر لے جائیں تو انھوں نے جواب دیا۔کونسی بیٹی؟ لگتا ہے کہ آپ کو کوئی غلط فہمی ہوئی ہے۔ہماری ایک ہی بیٹی تھی جو پیدا ہوتے ہی مر گئی تھی۔

ابّو کی بات سن کر مجھے احساس ہوا کہ وہ غلط نہیں کہہ رہے۔کیونکہ میں واقعی ان کے لئے پیدا ہوتے ہی مر گئی تھی۔جسے انھوں نے کئی سال سنبھالا وہ تو بس ایک سزا تھی۔

گند۔۔۔

امّی سکول ٹیچر تھی اور ابّو سرکاری ملازم۔ میرے پیدا ہونے کے کچھ سالوں بعد دونوں کے درمیان طلاق ہوگئی تو امّی مجھے لے کر نانو کے گھر آ گئیں۔

نانو لوگوں نے مجھے کبھی قبول نہیں کیا۔ جب سے میں نے ہوش سنبھالا نانو کو امّی کو یہی کہتے سنا کہ یہ اُن کا گند تھا اسے وہیں پھینک کر آتی ساتھ کیوں لائی تھی۔ اسی کی وجہ سے تم نے شادی بھی نہیں کی۔ ماموں اور خالاؤں کے ساتھ ساتھ ان کے بچے بھی مجھ سے نفرت کرتے تھے۔ بچے مجھے چڑانے کے لئے مجھے گند کہتے تھے۔ گند سو رہی ہے۔ گند باہر گئی ہے۔ گند اوپر ہے۔ مجھے بچوں سے کوئی گلہ نہیں کیونکہ یہ نام تو مجھے میری نانو نے دیا تھا۔ نانو لوگ بہت غریب تھے۔ ایسی غربت میں گند کو پالنا اور بھی زیادہ تکلیف دہ ہوتا ہے۔ وہ تو شکر ہے امّی جاب کرتی تھی اگر وہ جاب نہ کرتی ہوتیں تو سب گند کو اٹھا کر باہر پھینک دیتے۔ چھوٹے سے نفرت بھرے گھر میں زندگی گزارنا کتنا مشکل ہے یہ کوئی مجھ سے پوچھے۔

جب میں اٹھارہ سال کی ہوئی تو میں نے امّی سے کہا کہ میں ابّو سے ملنا چاہتی ہوں۔ بہت رو رو کر ان سے ابّو کے بارے میں پوچھا۔ ان کے دفتر کا پتا لے کر جب میں ان سے ملنے پہنچی تو وہ مجھے دیکھ کر رو پڑے۔ گلے سے لگایا اور گھر لے گئے۔ انھوں نے دوسری شادی کر لی تھی اور دوسری شادی سے ان کے چار بچے تھے۔ جب میں ان کے گھر

گئی تو میں نے دیکھا ان کا گھر بہت بڑا اور پیارا ہے۔ سب بچوں کے اپنے اپنے کمرے تھے۔ وہ ایک آرام دہ اور پرسکون زندگی گزار رہے تھے۔ کسی نے مجھ سے کچھ نہیں کہا۔ سب نے چپ کر کے مجھے قبول کر لیا۔ کیونکہ سب اپنی اپنی زندگی میں مصروف اور خوش تھے۔ اس لئے انھیں میرے وجود سے کوئی مسئلہ نہیں ہوا۔ انھیں تو مجھے دیکھ کر کوئی مسئلہ نہیں ہوا مگر مجھے انھیں دیکھ کر بہت مسئلہ ہوا۔ مجھے آگ لگ گئی۔ مجھے اس بات کا دکھ ہوا کہ میں اور امی کس اذیت سے زندگی گزار رہے ہیں جبکہ میرے سوتیلے بہن بھائی عیاشی میں ہیں۔ میں بلا وجہ ان سے لڑنے لگی۔ کچھ دن تو ابو نے مجھے اگنور کیا پھر ایک دن بیٹھا کر بولے بیٹا اگر آپ آرام سے یہاں رہ سکتی ہو تو ٹھیک ہے ورنہ آپ واپس چلی جاؤ۔

مجھے غصہ آ گیا۔ میں نے کہا کہ آپ کو شرم نہیں آتی کہ آپ کی ایک بیٹی اتنی اذیت میں زندگی گزار رہی ہے جبکہ باقی بچے خوش ہیں۔ میں نے آپ کا کیا بگاڑا تھا جو آپ نے میرے ساتھ یہ سلوک کیا۔ انھوں نے جواب دیا کہ مجھ سے طلاق لینے کا فیصلہ تمہاری ماں کا تھا۔ اس میں میرا کوئی قصور نہیں۔ وہی تمہیں ساتھ لے کر گئی تھی میں نے تمہیں نہیں نکالا تھا۔

وہ وضاحتیں دیتے رہے مگر مجھ پر ان کی کسی بات کا کوئی اثر نہیں ہوا۔ میں انھیں برا بھلا کہتی اور گالیاں دیتی رہی۔ اس کے بعد میں امی کے پاس واپس تو آ گئی۔ مگر پریشان رہنے لگی۔ مجھے اپنا گھر چھوٹا اور گندا لگنے لگا۔ مجھے اس سے گھن آنے لگی۔ میرا دل چاہتا ہے کہ میں وہاں سے بھاگ جاؤں۔ کہاں؟ کس کے ساتھ؟ یہ مجھے نہیں پتا۔ کسی کو میری حالت سمجھ نہیں آتی۔ سب کو لگتا ہے کہ مجھے کچھ ہو گیا ہے۔ میں کسی کو کیا بتاؤں کہ مجھے کچھ نہیں ۔۔۔ بہت کچھ ہو گیا ہے۔

سائیں سرکار۔۔۔

وہ۔۔۔دھاڑتی۔۔۔دھول اڑاتی۔۔۔دوڑتی۔۔۔دھڑام سے دروازہ کھول کر درسگاہ میں داخل ہوئی اوردھائی دینے لگی۔سائیں سرکار۔۔۔سائیں سرکار۔۔۔میرے دلاور کو دیکھیں۔ہائے میرے داتا مجھے تو ساری عمر صبر ہی نہیں آنا۔دلادر کے باپ کوقیامت کے دن کیا منہ دکھاؤں گی کہ میں اس کے جانے کے بعد دلاور کادھیان بھی نہ رکھ سکی۔

ایک وہ بچے مریاں ہیں جو مجھے منا رہی ہیں کہ نی من جا۔تیرا بچہ مر گیا ہے۔میں نی کسی کی مانتی۔میں نے توسدا سائیں آپ کی مانی ہے۔آج آپ میری مان لو۔ایک ماں کی مان لو۔اس مرے میں جان ڈال دو۔

ویسے تو آگے پیچھے۔حکیم حسین کے حلق سے آواز ہی نہیں نکلتی پر لودیکھو۔آج ایک سانس میں ہی کہہ دیا۔منڈے میں سانس نہیں ہے۔مسجد وچ اعلان کروادو۔ہائے میں برباد ہوگئی۔شریقوں کے شر میں پھس گئی۔سائیں سرکار۔۔۔شریقوں نے تو میٹھے چاولوں کی دیگ کے لئے چینی بھی تلوانی شروع کر دی ہوگی۔سائیں سرکار۔۔۔اسے نہلائیں اور مجھے دفنائیں۔مجھ پر مٹی کی تہہ لگائیں۔میں تیار ہوں۔

سائیں سرکاردرس دیتے اٹھ کھڑے ہوئے توسب نے مڑ کر دیکھا۔اس کے

ایک ہاتھ میں مرا ہوا بچہ تھا اور دوسرے سے وہ اپنے ہی بال نوچ رہی تھی۔ آپ نے بڑے پیار سے جیسے مرے ہوئے کو زندہ کرنا۔ کوئی بڑی بات نہ ہو کہا۔ لیا میری دھی۔ اس بچے کو یہاں رکھ دے۔ ابھی زندہ کر دیتے ہیں۔ اس میں پریشان ہونے والی کیا بات ہے۔ جا بھاگ کر جا۔ جلدی سے سات گھروں سے پانی بھر کر لا۔ اس پر چھڑکنا ہے۔ پر دیکھ پانی ایسے گھروں سے بھر کر لانا۔ جہاں کبھی مرگ نہ ہوئی ہو۔

خیر کی خبر ملتی ہی خیراں خوشی سے پانی لینے کو بھاگی۔ پر در در پھرنے کے بعد بھی کوئی ایسا در نہ ملا۔ جہاں موت نے منہ نہ مارا ہو۔ موت نے تو شریقوں کا گھر بھی نہیں چھوڑا تھا۔ وہاں بھی کئی بار ہو کر گئی تھی۔

شام ہوئی تو وہ سارا گاؤں پھر کے واپس درسگاہ میں آ کر دیوار کو ٹیک لگا کر بیٹھ گئی۔ سائیں سرکار نے بیٹھے بیٹھے پوچھا۔ خیراں۔۔۔ خیر تو ہے؟ کیا بنا۔ وہ بڑے اطمینان سے کہنے لگی۔ سائیں سرکار۔ دلاور کو دفنا دیں۔ مجھے صبر آ گیا ہے۔ خیراں نے دلاور کا دھیان رکھ لیا۔ جتنا رکھنا تھا۔ سات سال تھوڑے ہیں۔ اب اس کا ابا ہے نا وہاں۔ وہ خود ہی دیکھ بھال کر لے گا۔

مینٹور۔۔۔

کچھ۔۔۔الجھ سا گیا تھا۔۔۔سُلجھ ہی نہیں رہا تھا۔۔۔

میں نے راہنمائی کے لئے اپنی پچانویں سالہ برٹش مینٹور کو خط لکھا۔ خلافِ توقع کئی روز تک جواب نہ ملا۔ پھر جب آپ کا رہنمائی نامہ ملا تو لکھا تھا۔

میرے پیارے۔۔۔

ویسے تو سارے خط مجھے میری پوتی پڑھ کر سناتی ہے۔ مگر خاص خطوط کو میں خود پڑھنے کی کوشش کرتی ہوں اور تمہارا خط تو خاص الخاص تھا۔ اس لئے میں نے اُسے خود میگنی فائینگ گلاس کی مدد سے ایک بار نہیں بلکہ کئی بار پڑھا۔

میرے آنسوؤں کو تم سے خاص عقیدت ہے۔ آنکھوں کے پیچھے چھپے تمہارے ذکر اور لکھے کا انتظار کرتے رہتے ہیں کیونکہ جونہی تمہارا ذکر ہو یا تمہارا لکھا پڑھنا شروع کروں۔ یہ بڑے باآدب ہو کر باہر آجاتے ہیں۔

مجھے افسوس ہے کہ میں تمہارے خط کا جلدی جواب نہ دے سکی۔ کیونکہ میں حالتِ افسوس میں تھی۔ کچھ دن پہلے ہی میرا ایک روحانی بیٹا ہارٹ اٹیک ہونے سے مجھ سے

جدا ہو گیا۔ وہ پچھلے پچاس سالوں سے میری بیک بون تھا۔ اُس کے یوں اچانک چلے جانے سے میں خود میں بڑھاپا محسوس کرنے لگی ہوں۔ جو آج سے پہلے میں نے کبھی محسوس نہیں کیا تھا۔

بوڑھا ہونے سے یاد آیا تمہیں یاد ہوگا کہ ایک بار تم نے میری گود میں پڑے میرے ہاتھ کو چومتے ہوئے کہا تھا کہ چاہے آپ سر سے پاؤں تک بوڑھی ہونے کا دعوا کریں مگر آپ کی آنکھیں آج بھی جوان ہیں۔ کیونکہ ان میں خواب ہیں اور خواب کہاں بوڑھا ہونے دیتے ہیں۔ زندگی میں مجھے بیشمار ایواڈز ملے ہیں لیکن لفظوں کا ایوارڈ جو تم نے دیا تھا۔ وہ مجھے اتنا اچھا لگا کہ میں نے اسے سنبھال کر رکھ لیا کہ بوقتِ ضرورت کام آئے۔ پچھلے دنوں جب مجھے طاقت کی ضرورت تھی تو تمہارے ان کہے ہوئے لفظوں نے مجھے بہت تقویت دی۔

اس دن تو میں کچھ نہ کہہ سکی پر آج لکھ کر کہنا چاہتی ہوں تا کہ سند رہے اور باوقتِ ضرورت کام آئے۔ تم۔۔۔ سر سے پاؤں تک خوبصورت ہو مگر تمہاری آنکھیں بہت ہی خوبصورت ہیں کیونکہ ان میں بھی خواب ہیں۔

آج میں تمہیں دو باتیں کہنا چاہتی ہوں۔ پہلی یہ کہ زندگی میں کبھی کبھی ایسا مقام بھی آتا ہے۔ جب ہمیں فیصلہ کرنا ہوتا ہے کہ چیزوں کو پکڑے رکھیں یا چھوڑ دیں۔ جیسے پکڑے رکھنا طاقت ہے۔ ویسے ہی چھوڑ دینا بھی طاقت ہے۔ ہمیں پروردگار کے سوا کسی کو اتنی زور کے نہیں پکڑنا چاہیے کہ ہماری اپنی ہی سانسیں اُکھڑنے لگیں۔

دوسرا یہ کہ کل جب میں تمہیں جواب لکھنے لگی تو پتا نہیں کیا ہوا۔تمام الفاظ جمبلڈ اَپ ہونے لگے تو مجھے خیال آیا کہ دنیا کے سارے الفاظ اور جملے چاہے وہ محبت کے ہوں یا نفرت کے حروفِ تہجی ایلفابیٹس سے ہی تو مل کر بنتے ہیں۔تو میں تمہیں ایلفابیٹس کا تحفہ بھیج رہی ہوں۔

تو اے میرے پیارے۔۔۔آج سے تم جب بھی انھیں جوڑنا تو محبت اور مثبت الفاظ اور جملے ہی ترتیب دینا کیونکہ تم محبت پر اور محبت تم پر سجتی ہے۔

تمہاری مینٹور

یتیمی۔۔۔

آنکھیں آنسوؤں کا تالاب صرف تب ہی نہیں بنتی۔ جب ہم کسی کو یاد کرتے ہیں بلکہ یہ تب بھی بے قابو ہو جاتی ہیں۔ جب ہم کسی کو یاد نہیں کرنا چاہتے۔ زندگی سب کا امتحان لیتی ہے۔ چھوٹا یا بڑا۔ مگر میرا کچھ زیادہ ہی بڑا لے بیٹھی۔

میں خود کو خود کے لئے ثابت کرنا چاہتا ہوں کہ میں کمزور نہیں ہوں۔ مگر جب میں دوسروں کو اپنے ماں باپ کے ساتھ دیکھتا ہوں تو مجھے احساس ہوتا ہے کہ کچھ تو ہے جو میری زندگی میں مسنگ ہے۔

میں چھوٹا سا تھا جب میرے والد ایک بڑے سے حادثے میں فوت ہو گئے۔ جب تب ان کا جسم گھر تک پہنچا تو تب تک لوگ ان کے جسم سے ساری چیزیں اتار چکے تھے۔ ان کے پاس کچھ بھی نہیں تھا۔ نہ وولٹ۔۔۔ نہ انگھوٹھی۔۔۔ نہ گھڑی۔۔۔ نہ موبائل۔۔۔

اس سے بھی بڑی حیرت تب ہوئی جب ہمارے اپنے ہی رشتہ داروں نے اپنا رنگ دکھانا شروع کیا۔ ان کو دفنانے سے پہلے ہی بٹوارے کی باتیں ہونے لگیں۔ سب نے آپس میں سب کچھ ہی بانٹ لیا اور ہمارے حصے میں بس وہ بل بچا۔ جس پر وہ خرچ درج تھا جو ان کی تدفین پر آیا تھا۔

تین دن میں ہی ہمیں ہمارے ہی گھر سے نکال دیا گیا۔ کسی نے ہمارے سر پر ہاتھ کیا رکھنا تھا بلکہ جو سر پر سایہ بچا تھا وہ تک چھین لیا۔ گرمیوں کی چھٹیوں کے ساتھ ساتھ سب کچھ ختم ہو گیا۔

کسی کو کیا پتہ۔ یتیمی کیا ہوتی ہے؟ آپ دن میں ایک ہزار بار مرتے ہیں۔ ایک ہزار بار جیتے ہیں۔ آپ اسے نہ چاہتے ہوئے بھی بار بار یاد کرتے ہیں۔ جسے آپ نے کبھی چاہا ہوتا ہے۔ جو آپ کی طاقت ہوتا ہے۔ جو کبھی آپ کو کمزور پڑنے نہیں دیتا۔ آپ چاہتے ہیں کہ نہ روئیں کہ جانے والے کی روح بے چین ہو گی۔ مگر بے قابو ہوئے آنسو برسنے سے باز کہاں آتے ہیں۔

بڑا آدمی۔۔۔

میرے ماں باپ کی آپس میں بالکل بھی نہیں بنتی تھی۔دونوں ایک جیسے تھے۔دونوں ایک دوسرے کی نہیں مانتے تھے۔مگر میرا باپ میری ماں سے ایک ہاتھ آگے تھا۔وہ ماں کی بات نہ ماننے کے ساتھ ساتھ اُسے مارتا بھی تھا۔ماں کو کوئی فرق نہیں پڑتا تھا۔مار کھا کھا کر اُس کا جسم مضبوط ہو چکا تھا۔

جب میرا باپ اُسے جسمانی تکلیف دے دے کر ہار گیا تو اُس نے ماں کو دوسری شادی کر کے ذہنی مار ماری۔جس کی وہ عادی نہیں تھی۔ماں اُس کا تو کچھ بگاڑ نہیں سکتی تھی۔البتہ مجھے خوب مارتی۔مارنے کے بعد وہ اپنی مار کو جسٹیفائی کرنے کے لئے کہتی کہ ماں کی مار سے بندہ بڑا آدمی بنتا ہے۔

اکثر وہ مجھے سزا کے طور پر اُس سٹور میں بند کر دیتی۔جس کا بلب سدا سے خراب تھا۔اور وہاں ہر وقت اندھیرے کا آسیب رہتا تھا۔ہو سکتا ہے کہ وہ لاشعوری طور پر مجھ سے باپ کا بدلا لیتی ہو کیونکہ سب کہتے تھے کہ صرف میری شکل ہی باپ سے ملتی ہے۔باقی بہن بھائی ماں پر تھے۔چونکہ دس بہن بھائیوں میں میں سب سے چھوٹا تھا۔اس لئے سب باری باری مجھے بڑا آدمی بناتے۔

لوگوں کے پاس بچپن ہوتا ہے۔میرے پاس ماضی ہے۔۔۔ماریں ہیں۔۔۔اندھیرے میں۔۔۔آہیں بھرتی۔۔۔بے بسی ہے۔۔۔

محبت کا مریض۔۔۔

مجھے ایک لڑکی سے محبت ہے اور وہ لڑکی میرے ساتھ مائینڈ گیمز کھیل رہی ہے۔ جب اس کا دل کرتا ہے بات کر لیتی ہے۔ ورنہ جتنی مرضی کاشش کرلوں منہ نہیں لگاتی۔

پچھلے دنوں اس نے مجھ سے صبح سویرے رابطہ کیا اور کہا کہ وہ آج مجھ سے ملنا چاہتی ہے۔ یہ سن کر میری تو جیسے عید ہوگئی۔ میں خوشی سے پاگل ہوگیا۔ حالانکہ میں پیپر کی تیاری کرنے کے لئے ساری رات جاگتا رہا تھا لیکن پھر بھی میں جلدی جلدی سے اٹھا، شاور لیا اور اچھے سے تیار ہو کر جہاں اس نے بلایا تھا۔ وہاں پہنچ گیا۔

ایک گھنٹہ گزر گیا۔ دو گھنٹے گزر گئے۔ نہ وہ میری کال پک کرے اور نہ ہی کسی میسج کا جواب دے۔ کئی گھنٹے انتظار کرتا رہا مگر وہ نہیں آئی۔ نہ وہ آئی نہ مجھے چین آیا۔ میں وہی بیٹھا اس کا انتظار کرتا رہا۔ اسے کالز اور میسجز کرتا رہا۔ مگر اس کی طرف سے کوئی جواب نہیں آیا۔ وہیں بیٹھے بیٹھے شام ہوگئی۔ اور شام کو کہیں جا کر اس کا میسج آیا کہ گھر مہمان آ گئے تھے اس لئے میں نہیں آسکی۔

میں شدید پریشان ہوگیا کہ اس نے یہ میرے ساتھ کیا کیا ہے۔ یہ بات وہ مجھے پہلے بھی تو بتا سکتی تھی۔ مگر اس نے جان بوجھ کر مجھے اذیت دینے کے لئے ایسا کیا۔ اسے مجھے اذیت دے کر مزا آ رہا ہے۔ اسے پتا ہے کہ مجھے اس سے محبت ہے اور وہ میرے ساتھ جو

مرضی سلوک کرلے میں اس کو نہیں چھوڑوں گا۔

میں اتنا پریشان ہوا کہ میڈیکل سٹورز پر جا کر میڈیکل سٹور والوں کی منتیں کرنے لگ گیا کہ پلیز اللہ کا واسطہ مجھے نیند کی گولیاں دے دو۔ میں گھر جا کر انھیں کھاؤں اور سو جاؤں۔ میری اس پریشانی سے جان چھوٹ جائے۔ مجھ سے یہ اذیت برداشت نہیں ہو رہی۔

جب میں فقیروں کی طرح میڈیکل سٹور والوں سے نیند کی گولیاں مانگ مانگ کر تھک گیا تو اپنے ایک دوست کے پاس چلا گیا۔ میں نے رو رو کر اسے اپنا حال بتایا اور کہا کہ پلیز تم میری مدد کرو مجھے نیند کی گولیاں لا دو۔ میں تمہارے سامنے دو گولیاں کھاؤں گا۔ کیونکہ ایک گولی اب مجھ پر اثر نہیں کرتی۔ باقی گولیاں تم رکھ لینا۔ تاکہ جب کبھی مجھے ضرورت پڑے تو تم سے لے لوں۔

میں مرنا نہیں چاہتا مگر مجھ سے یہ اذیت برداشت نہیں ہوتی۔ اس نے مجھے اپنے والدین کے کمرے سے نیند کی دو گولیاں چوری لا کر دیتے ہوئے کہا کہ میں نے اپنے ماں باپ کو لڑتے اور لڑ کر نیند کی گولیاں کھا کر سوتے دیکھا ہے۔ اس لئے میں یہ کہتا ہوں کہ مسائل حل کرنے سے حل ہوتے ہیں نا کہ نیند کی گولیاں کھانے سے۔

آئی ایم سوری۔۔۔

میں لاہور اپنی زندگی برباد کرنے نہیں بلکہ بنانے آیا تھا۔

میں لاہور کسی لڑکی سے محبت کرنے تھوڑی آیا تھا۔ میں تو پڑھنے آیا تھا۔ اپنا مستقبل بنانے آیا تھا۔

میرا تو اس سے دور دور تک کوئی واسطہ نہیں تھا۔ میرا دوست اور وہ ایک دوسرے کی محبت میں مبتلا تھے۔ ایک بار میرا دوست اسے ملنے کے لئے مجھے ساتھ لے گیا تو اس نے میری سادگی دیکھ کر مجھے اپنا بھائی بنا لیا۔ اس طرح وہ کبھی کبھی مجھ سے بہن ہونے کے ناطے بات کر لیتی تھی۔

مجھے اپنے دوست کا پتا تھا کہ وہ لڑکیوں کے ساتھ کیا کرتا ہے۔ اس نے مجھے خود ایک دن بڑے فخر سے بتایا تھا کہ جب اس نے اس لڑکی سے پہلے والی لڑکی کو چھوڑا تھا تو وہ کس طرح سے تڑپی تھی۔ کس طرح اس نے اپنے ہاتھ کی نس کاٹ لی تھی۔ کس طرح اسپتال کی ایمرجنسی وارڈ سے اس لڑکی کی بڑی بہن کا روتے ہوئے فون آیا تھا کہ اگر تم محبت کو نہیں مانتے تو نہ سہی۔ انسانیت کے نام پر ہی میری بہن کو بچا لو۔ میں تم سے اس کی زندگی کی بھیک مانگتی ہوں۔ اس نے جواب دیا۔ زندگی کی بھیک اللہ سے مانگتے ہیں۔ کسی انسان سے نہیں اور فون کاٹ کر سوئچ آف کر دیا۔ اور خود سے کہا۔ اگر bitch بچ بھی گئی تو میرے

کس کام کی۔ یہ بات بتا کر وہ بہت دیر فرعون کی طرح ہنستا رہا۔ جیسے اس نے کوئی بڑا معرکہ مارا ہو۔

اس لئے میں نے اسے پہلے ہی کہہ دیا تھا۔ یار پلیز۔۔۔ اگر تم نے بعد میں اس لڑکی کو چھوڑنا ہے تو ابھی چھوڑ دو۔ اس کی آنکھوں میں آنسو نہ لانا۔ اس کے دل میں چور تھا۔ اس لئے وہ چپ کر گیا۔ اور پھر وہی ہوا۔ جہاں میرے دوست نے بے شمار لڑکیاں چھوڑی تھی۔ اسے بھی چھوڑ دیا۔ اسے چھوڑ دینے کی بیماری جو تھی۔

وہ روئی اور خوب روئی۔ اس نے رو رو کر مجھ سے مدد مانگی۔ کہنے لگی کہ تمہیں پاک پروردگار کا واسطہ۔ مجھے اس دکھ سے باہر نکالو۔ مجھ سے کسی کے چھوڑے جانے کا دکھ برداشت نہیں ہوتا۔ میں مر جاؤں گی۔ میں ڈر گیا۔ کہیں یہ بھی اپنی نس نہ کاٹ کر اسپتال کی ایمرجنسی وارڈ میں نہ جا پہنچے۔ میں تو اس کی مدد کرنا چاہتا تھا۔ اسے درد سے نکالنا چاہتا تھا۔

پہلے وہ بہن بنی ہوئی تھی۔ پھر اس نے مجھے اپنا دوست بنا لیا۔ کہنے لگی۔ بھائی بنے رہو گے تو بہت ساری باتیں نہیں بتا سکوں گی۔ دوست کے ساتھ درد شیئر کرنا آسان ہوتا ہے۔ پھر باتیں بتاتے۔ سمجھاتے سمجھاتے پتا نہیں کیسے۔ اُسے میں اچھا لگنے لگا۔ اسے مجھ سے محبت ہو گئی۔

میں نے بہت منع کیا۔ میرا محبت سے بھلا کیا تعلق۔ محبت تو نوابوں کا کام ہے۔ نوابوں کا شوق ہے۔ فارغ بیٹھے کرنے کو کچھ نہیں تو محبت کر لی۔ خود کو خود ہی روگ لگا کر

مصروف کر لیا۔ سیلف میڈ لوگ تو ساری عمر زندگی سنوارنے میں لگا دیتے ہیں۔ محبت کے چکروں میں کہاں پڑتے ہیں۔

وہ لگی رہی۔ مجھے تم سے محبت ہے۔ مان جاؤ۔ مجھے تم سے محبت ہے۔ میں ماننے کی بجائے اسے سمجھاتا رہا۔ پر کوئی کسی کو کب تک سمجھا سکتا ہے۔ محبت دستک دے تو دل کا دروازہ کب تک بند رکھا جا سکتا ہے۔ پتا نہیں مجھے کیا ہوا۔ دروازہ کھول دیا۔ وہ داخل ہو گئی۔

جب وہ کسی کے چھوڑ جانے کے دکھ سے باہر نکلی تو اسے ہوش آیا۔ آنکھیں کھلی تو کہنے لگی۔ آئی ایم سوری۔ میں تب پریشانی میں تھی۔ مجھے کسی کے سہارے کی ضرورت تھی۔ درد نے مجھے اندھا کر دیا تھا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ تم بہت اچھے انسان ہو مگر تم ویسے نہیں ہو۔ جیسا لائف پارٹنر میں چاہتی ہوں۔ میرا آئیڈیل کوئی اور ہے۔ تم نہیں۔ مجھے معاف کر دو۔ مجھ سے بھول ہو گئی۔ آئی ایم سوری کہہ کر اس نے مجھے چھوڑ دیا۔

مجھ پر قیامت ٹوٹ پڑی۔ میں تڑپ اٹھا۔ ایسے تھوڑی ہوتا ہے۔ وہ مجھے ایسے کیسے چھوڑ سکتی ہے۔ کیا تعلق اتنا کچا ہوتا ہے کہ آئی ایم سوری کہہ کر راستہ بدل لیا؟

آئی ایم سوری۔ مجھے اس سے محبت ہے۔ وہ کیا ہوتا ہے؟ جب کوئی آپ کی کالز پک نہ کرے تو ہوتا ہے۔ آپ کے میسجز کا جواب نہ دے تو ہوتا ہے۔ آپ کو اپنے فون سے بلاک کر دے تو ہوتا ہے۔ آپ کو خود ہی اپنائے اور خود ہی چھوڑ دے تو ہوتا ہے۔ پہلے آپ

سے محبت کرے اور پھر معافی مانگ لے تو ہوتا ہے۔

کیا کہتے ہیں اسے۔۔۔درد۔۔۔بے چینی۔۔۔بے قراری۔۔۔تڑپ۔۔۔تکلیف۔۔۔آئی ایم سوری۔۔۔مجھے ہر وقت وہی ہوتا ہے۔آئی ایم سوری۔۔۔میں اسے ہر وقت دیکھنا چاہتا ہوں۔آئی ایم سوری۔۔۔میں ساری زندگی اس کے ساتھ گزارنا چاہتا ہوں۔آئی ایم سوری۔میں مسکرانا چاہوں تو رو پڑتا ہوں۔آئی ایم سوری۔۔۔میری آنکھوں میں آنسو ہیں۔آئی ایم سوری۔۔۔میرا سارا سکون برباد ہو گیا ہے۔آئی ایم سوری۔۔۔میں برباد ہو گیا ہوں۔آئی ایم سوری۔۔۔میں دکھ کی دلدل میں دھنس گیا ہوں۔

آئی ایم سوری۔۔۔آگ لگے کسی کی مدد کرنے کے جذبے کو کہ کسی کی مدد کرتے کرتے میں مدد دینے والوں میں سے نکل کر مدد مانگنے والوں میں آ گیا ہوں۔آئی ایم سوری۔۔۔اب کوئی مدد مانگے گا تو میں اس کے منہ پر تھوک دوں گا۔آئی ایم سوری۔۔۔اب کوئی سونے کا بن کر بھی آ جائے تو مدد نہیں کروں گا۔

ایسے کیسے ہو سکتا ہے کہ کوئی صرف ایک آئی ایم سوری کہہ کر کسی کی محبت میں سے نکل جائے۔میں تو دن رات آئی ایم سوری۔۔۔آئی ایم سوری کی تسبیح کر رہا ہوں۔مگر محبت سے نکلنا تو دور کی بات درد ہے کہ بڑھتا ہی چلا جا رہا ہے۔

اَن پڑھ۔۔۔

بڑے ہونے کے بعد پہلی ملاقات بس میں ہوئی۔ جب میں کام پر اور وہ کالج جا رہی تھی۔ گو کہ گاؤں میں ہم بچپن میں ایک ساتھ کھیلتے تھے مگر بڑا ہونے سے پہلے ہی میں کام کے سلسلے میں شہر آ گیا۔ برسوں بعد اُسے بس میں دیکھا تو دیکھتے ہی ہم دونوں نے ایک دوسرے کو پہچان لیا اور بڑی دیر تک دونوں ایک دوسرے کو دیکھتے رہے۔ دونوں میں بات کرنے کی ہمت نہیں تھی اس وجہ سے ہمارے درمیان کوئی بات نہیں ہوئی۔

بس میں حادثاتی ملاقات کے بعد جب بھی میں گھر جاتا۔ اگلے دن صبح اٹھ کر اس سے پہلے بس سٹاپ پر پہنچ کر اس کا انتظار کرتا۔ وہ کالج جانے کے لئے جس بھی بس میں بیٹھتی۔ میں بھی اسی میں بیٹھ جاتا۔ کئی ماہ ایسے ہی ایک دوسرے کو دیکھتے گزر گئے تو ایک دن میں نے ہمت اکٹھی کر کے اسے اپنا فون نمبر دیا اور جلدی سے بس سے اتر گیا۔

شام تک شدید پریشان رہا کہ اگر اس نے میری نمبر دینے والی حرکت کو اپنے گھر بتا دیا تو بہت بڑا مسئلہ کھڑا ہو جائے گی۔ گاؤں میں بہت بدنامی ہوگی۔ میرے گھر والوں کی گاؤں میں کیا عزت رہ جائے گی۔ مگر شام کو اس کا میسج آیا کہ وہ بھی مجھے پسند کرتی ہے مگر وہ بھی میری طرح اظہار کرنے سے ڈرتی تھی۔ وہ بھی میرے جیسی ڈرپوک تھی۔ اس کے بعد ہماری باقاعدگی سے بات ہونے لگی۔ کبھی کبھی ڈرتے ڈرتے بس میں بات بھی ہو جایا کرتی تھی۔

پھر ایک دن اُس کے ایک کزن نے ہمیں بس میں باتیں کرتا ہوئے دیکھ لیا اور گھر جا کر خوب ہنگامہ کھڑا کیا کہ کیسے وہ خاندان کی عزت خاک میں ملا رہی ہے۔ اس کے باپ نے اس سے موبائل چھین لیا اور ماں نے اُسے خوب مارا۔ پھر اس کے سب گھر والے، کزن، چچا، تایا اکھٹے ہو کر ہمارے گھر مجھے مارنے آ گئے کہ میری جرات کیسی ہوئی ان کی بیٹی سے بات کرنے کی۔

وہ بہت ہی سنگ دل لوگ تھے۔ مجھے جان سے مار دینا چاہتے تھے۔ انھوں نے ہمارے دروازے پر اینٹیں بھی ماریں۔ محلے والوں نے انھیں ٹھنڈا کر کے بھیج دیا مگر وہ جاتے ہوئے دھمکی دے کر گئے کہ میں انھیں جہاں بھی نظر آیا۔ وہ مجھے وہیں مار دیں دے۔ میری جان بچانے کے لئے میرے گھر والوں نے مجھے گاؤں سے بھگا دیا اور مجھے سختی سے کہا کہ جب تک معاملہ مکمل ٹھنڈا نہ ہو جائے۔ میں شہر میں ہی رہوں۔

مگر میرے گھر والے اُس کے گھر والوں کی طرح سنگ دل نہیں تھے۔ وہ سمجھدار تھے اور میرے جذبات کو سمجھتے تھے۔ کئی ماہ بعد وہ میرے کہنے پر اُس کا رشتہ میرے لئے مانگنے اس کے گھر گئے تو اُس کے گھر والوں نے میرے گھر والوں کی بہت بے عزتی کی اور کہا کہ ”ہم اپنی پڑھی لکھی بیٹی کا ہاتھ تمہارے اَن پڑھ بیٹے کے ہاتھ میں نہیں دے سکتے“۔ مجھے یہ سن کر سخت تکلیف ہوئی۔ وہ واقعی بہت سنگ دل لوگ تھے۔

چونکہ اُس کے باپ نے اس سے موبائل چھین لیا تھا۔ اس لئے میری دوبارہ اس سے بات نہ ہو سکی مگر ایک دن اس نے کسی اور کے نمبر سے مجھے میسج کیا کہ ”اس میں کوئی شک

نہیں کہ تم بہت اچھے انسان ہو مگر ہمارے درمیان جو فرق ہے نہ وہ مٹ سکتا ہے اور نہ ہم مل سکتے ہیں۔ اپنا خیال رکھنا اور خوش رہنا"۔

کچھ سالوں بعد مجھے کسی سے پتا چلا کہ بی۔اے مکمل کرنے کے بعد اس کی کسی پڑھے لکھے لڑکے سے شادی ہوگئی اور دیکھنے والوں نے دیکھا کہ وہ شادی کے وقت بہت خوش تھی۔

گھر والے کہتے ہیں کہ گاؤں واپس آجاؤ مگر اب میرا محبت مار دینے والے گاؤں میں جانے کو بالکل بھی دل نہیں کرتا۔ جہاں اس کی یادوں کا آسیب ہو۔ میں بھلا وہاں کیسے رہ سکتا ہوں۔ جہاں مجھے میری مرضی سے بسنے نہ دیا گیا ہو۔ وہاں میں دوسروں کی مرضی سے کیسے بس سکتا ہوں۔

میری ساری خواہشیں مر گئی ہے۔ میرا خواب دیکھنے کو دل نہیں کرتا۔ بس ایک ہی خواب بچا ہے کہ گاؤں کا کوئی بھی لڑکا اَن پڑھ نہ رہے۔ اسی لئے میں جو کچھ بھی کماتا ہوں۔ اس میں سے اپنی ضرورت کا رکھنے اور گھر والوں کو ان کی ضرورت کا بھیج دینے کے بعد باقی جو کچھ بھی بچتا ہے۔ اسے گاؤں میں لڑکوں کی مفت تعلیم کے لئے ماسٹر صاحب کو بھجوا دیتا ہوں۔ میں نہیں چاہتا کے دوبارہ کسی بھی لڑکے کی محبت کو صرف یہ کہہ کر ٹھکرا دیا جائے کہ وہ اَن پڑھ ہے۔

حادثوں کا شہر۔۔۔

چھٹی کے دن بک شیلف پر بے ترتیب پڑی کتابوں کو ترتیب دیتے ہوئے پتا نہیں کیسے کسی پرانی کتاب سے پرانی تصویر نکل کر فرش پر جا گری تو میری چھوٹی بیٹی نے بڑی معصومیت سے مجھ سے پوچھا کہ بابا یہ تصویر میں آپ کے ساتھ آنٹی کون ہیں؟

مجھے ایسے لگا کہ جیسے چھت والا پنکھا میرے اوپر گر گیا ہو۔ بیٹا کلاس فیلو ہے۔ میں نے اپنے جذبات کو بڑی مہارت سے چھپاتے ہوئے بڑے ریلیکس ہو کر جواب دیا۔ جیسے یہ کوئی عام سی بات ہو۔ حالانکہ اُس کا ذکر میرے لئے عام سی بات کیسے ہو سکتا ہے؟

ایک عرصہ ہوا کسی کی جرات نہیں ہوئی کہ اُس کے ٹوپک پر مجھ سے بات کر سکے۔ کوئی بات کرتا بھی تو کیسے کیونکہ سب کو پتا تھا کہ اُس کا ذکر میرا پین پوائنٹ ہے۔ اُسے چھیڑنے پر میں چھِڑ جاتا ہوں۔ اُس کے ٹاپک پر مجھ سے بات کرنا سختی سے منع تھا۔

بابا آپ دونوں اتنے خوش کیوں ہیں؟ چھوٹی نے سوال کیا۔

کیونکہ ہم ساتھ ہیں اس لئے۔ میں نے جواب دیا۔

ساتھ ہیں مطلب؟ چھوٹی نے وضاحت مانگی۔

مطلب یہ کہ جب دو لوگ جو ایک ساتھ رہنا چاہتے ہوں اور ایک ساتھ ہوں تو انھیں خوشی ہوتی ہے کہ وہ ایک ساتھ ہیں۔ بجلیاں گرنے کے باوجود۔ زلزے آنے کے باوجود۔ سیلاب آنے کے باوجود۔ دنیا میں اتنا سب کچھ ہونے کے باوجود۔ بے شمار لوگوں کے چاہنے کے باوجود کہ یہ دونوں ایک ساتھ نہ رہیں۔ حادثوں کے شہر میں کوئی حادثہ انھیں علیحدہ نہیں کر پایا۔ میں نے اسے گود میں اٹھاتے۔۔۔ مسکراتے۔۔۔ خوش ہوتے ہوئے کہا۔

اف میری جان۔ آپ کتنی بھاری ہو گئی ہو۔ بابا سے اب اٹھائی بھی نہیں جاتی۔ فرائز کم کھایا کرو۔ میرے ایسا کہنے پر ہم دونوں کھل کر ہنسنے لگے۔

بیٹی کے ساتھ ہنستے ہوئے اسے جوابات دیتے ہوئے ایک لمحے کے لئے مجھے خود پر سخت حیرت ہوئی کہ آج ایسا کیا ہوا کہ مجھے اُس کے ذکر سے درد نہیں ہوا؟ اُس کے بارے میں بات کرنا اچھا کیوں لگ رہا ہے؟ کیا میرا زخم بھر گیا ہے؟

ابھی میں یہ سوچ ہی رہا تھا کہ سوالوں کی چھوٹی سے بوری نے ایک بار پھر پوچھا۔ بابا ایسا کونسا حادثہ ہوتا ہے کہ دو ایک ساتھ ہنسنے والے علیحدہ ہو جاتے ہیں؟

اس سے پہلے کے میں کوئی جواب دیتا میری بیوی پیر پٹختی ہوئی میرے پیچھے سے آئی اور بچی کو میری گود سے چھینتے ہوئے کہنے لگی۔۔ بے ہودہ آدمی چھوٹی سے بچی کے ساتھ کیسی باتیں کر رہے ہو۔ میری بیٹی کو خراب کرنا ہے۔ کتنی مشکل سے مہنگے سکول میں پڑھا

رہی ہوں۔ماں دن رات ایک ٹانگ پر کھڑی ہو کر بچوں کی تربیت کر رہی ہے اور باپ بیٹی کو اپنے لاحاصل عشق کے قصے سنا رہا ہے۔

میری اور میری بیوی کی آپس میں کبھی نہیں بنی۔ہمیں شروع سے ہی ایک دوسرے کی سمجھ نہیں آتی۔ کبھی کبھی تو لگتا ہے کہ ہم ایک دوسرے کو سمجھنا ہی نہیں چاہتے۔لڑتے لڑتے تین بیٹیاں پیدا ہو کر بڑی بھی ہو گئیں۔ بچوں کے ہونے میں میرا بھی قصور ہے۔سب کا کہنا تھا کہ بچے ہوں گی تو سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا اور میں سب کچھ ٹھیک ہونے کی خواہش میں لگا رہا۔

پچھلے ہفتے سے مسلسل ہمارے بیچ لڑائیاں ہو رہی ہیں۔اس لئے میں نے کل ہی یہ فیصلہ کیا تھا کہ اب کچھ بھی ہو جائے لڑائی نہیں کرنی۔ درگزر سے کام لینا ہے۔مگر"میری بیٹی" یہ الفاظ سن کر مجھے شدید غصّہ آ گیا۔ بیٹیاں صرف اس کی ہی نہیں میری بھی ہیں۔ مجھے بھی ان کی تربیت کی فکر ہے۔وہ تو بات ہوتے ہوتے کہیں اور جا نکلی۔ میں نے جان بوجھ کر تھوڑی شروع کی تھی۔ میں اپنی مردہ کہانی کو کیوں زندہ کرنا چاہوں گا؟ مجھے زخم کو کریدنے کا کوئی شوق نہیں ہے۔

ہم دونوں میں لڑائی شروع ہوئی تو میری بیٹی کی ماں نے جلدی سے وہ تصویر چھینی اور اس کو دو حصّوں میں پھاڑ کر آگ لگا دی۔ جیسے ہی اس کی تصویر کو آگ لگی میرا سارا جسم جلنے لگا۔ مجھے ایسا لگا کہ کسی نے مجھے آگ لگا دی ہو۔

جیتنے کی خواہش۔۔۔

جیت ہمیشہ سے میرا نشہ رہی ہے۔ میں جیتنے کے لئے کچھ بھی کرسکتا ہوں۔ کسی حد تک بھی جا سکتا ہوں۔ جب میں نے اُسے پہلی بار دیکھا تو وہ مجھے بہت اچھی لگی۔ اتنی اچھی کہ میں اُسے ہر حال میں جیتنا چاہتا تھا۔ کسی ٹرافی کی طرح ساری یونیورسٹی کو حیرت میں ڈال دینا چاہتا تھا۔

میں نے اپنی جیتنے کی خواہش کو محبت کا نام دے دیا اور اُسے حاصل کرنے کی ہر ممکن کوشش کرنے لگا اور پھر آخر میں نے اُسے جیت ہی لیا۔ پوری یونیورسٹی میں میری بلے بلے ہوگئی۔ اُسے حاصل کرنے کے بعد مجھے احساس ہوا کہ میں بس اُسے جیتنا ہی چاہتا تھا۔ اس سے زیادہ مجھے اس میں کوئی دلچسپی نہیں تھی۔

ایسا نہیں تھا کہ اُس میں کوئی کمی تھی مگر مجھے اندازہ ہی نہیں تھا کہ انسان اور ٹرافی میں فرق ہوتا ہے۔ ٹرافی کو حاصل کرنے کے بعد کہانی ختم ہو جاتی ہے جبکہ انسان کو حاصل کرنے کے بعد کہانی شروع ہوتی ہے۔

سکیم۔۔۔

امّی ابّو کی آپس میں بالکل بھی نہیں بنتی تھی۔ گھر میں ہر وقت لڑائی رہتی تھی۔ ہم پانچوں یعنی تین بہنوں اور دو بھائیوں نے ہوش سنبھال لیا تھا مگر ہمارے ماں باپ کو ابھی تک ہوش نہیں آیا تھا کہ ان کی لڑائی ہمیں کس قدر تکلیف دیتی ہے۔ لوگ اپنے بچوں کا خیال رکھتے ہیں۔ ہم بچے اپنے والدین کا خیال رکھتے تھے کہ کہیں وہ لڑ نہ پڑیں۔ مگر اس قدر احتیاط کے باوجود ایک منٹ میں دونوں کی لڑائی ہو جاتی تھی اور ہمارے چھڑواتے چھڑواتے ابّو امّی کا مار مار کر برا حال کر دیتے تھے۔ گھر میں بدسکونی کی وجہ سے ہمارا گھر سے بھاگ جانے کو دل کرتا۔

ہم بہن بھائیوں نے امّی ابّو دونوں کو بہت سمجھایا کہ پلیز آپ لوگ نہ لڑا کریں۔ امّی ہمیشہ ہماری بات مان لیتی تھیں مگر ابّو نے کبھی ہماری بات نہیں مانی۔ مسئلہ ابّو میں تھا وہ جان بوجھ کر بہانے بہانے سے امّی سے لڑتے تھے۔ انھیں امّی سے لڑ کر ذہنی سکون ملتا تھا۔ ابّو بیوی کو پاؤں کی جوتی سمجھتے تھے اس لئے انھیں جوتی کو جھاڑ کر اطمینان ملتا تھا۔

ایک دن ابّو کی غیر موجودگی میں ہم نے امّی سے پوچھا کہ آپ ابّو کو چھوڑ کیوں نہیں دیتیں؟ نہ ہی وہ گھر کا پوری طرح سے خرچ اٹھاتے ہیں۔ اور نہ ہی گھر میں سکون رہنے دیتے ہیں۔ امّی کے جوابوں سے ہم نے اندازہ لگایا کہ دل سے تو امّی بھی ابّو کے ساتھ نہیں

رہنا چاہتی مگر ان میں فیصلہ لینے کی طاقت نہیں ہے۔ہم سب بہن بھائیوں نے مل کر سکھ کی سکیم بنائی کہ گھر میں سکون کیسے لایا جا سکتا ہے؟ کیونکہ ہمارے والدین تو گھر میں سکون رکھ ہی نہیں پا رہے تھے۔ میں سمجھتا ہوں کہ ہو سکتا ہے کہ ہماری سکیم ٹھیک نہ ہو مگر اس سکیم کے بعد ہماری زندگی سکون سے بھر گئی۔

ہم نے امّی کو سمجھایا کہ ہم سب بہن بھائی گھر کا خرچ اٹھا لیں گے۔بہنیں گھر میں ٹیوشن پڑھائیں گی اور ہم بھائی پڑھائی کے ساتھ ساتھ نوکری بھی کریں گے۔ویسے بھی ہمارے گھر کا اتنا خرچہ نہیں ہے صرف گھر کے کرائے کا ہی مسئلہ ہوتا ہے وہ ہم مل کر دے لیں گے۔

جب امّی مان گئیں تو ہم نے اکیلے میں ابّو سے امّی کے بارے میں پوچھا تو وہ پھٹ پڑے کہ کیسے تمہاری ماں نے میری زندگی عذاب بنائی ہوئی ہے۔ہم نے ابّو کو سمجھایا کہ امّی کے ساتھ رہنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔آپ انھیں طلاق دے دیں۔طلاق کے بعد ہم سب بہن بھائی آپ کے ساتھ رہیں گے۔امّی کی سزا یہ ہے کہ وہ تمام عمر اکیلی سڑتی رہیں۔

پہلے تو ابّو نے انکار کیا مگر ہمارے زور دینے پر وہ مان گئے۔انھوں نے امّی کو طلاق دے دی۔طلاق کے ہوتے ہی ہم نے ابّو کو چھوڑ دیا اور امّی کے ساتھ رہنے لگے۔ابّو کو ہماری اس سکیم کا بہت دکھ ہوا مگر ہمارے لئے ہماری سکیم بہت کارآمد ثابت ہوئی۔ہمارا گھر سکون سے بھر گیا۔

دھوکہ کھایا ہوا۔۔۔

ایسا نہیں ہے کہ میرے دوست نہیں ہیں۔ بہت ہیں پر اتنے نہیں ہیں جتنے میں چاہتا ہوں۔ مجھے اپنی کلاس میں دوستی کرنے میں کبھی کوئی مسئلہ نہیں ہوا۔ مگر میں نے کلاس سے باہر شاید ہی کبھی کسی سے بات کی ہو۔

مجھے نہیں لگتا کہ اگر میں صرف کلاس تک ہی محدود رہا تو میں اور دوست بنا پاؤں گا۔ سچ یہ ہے کہ میں نئے دوست بنانے سے ڈرتا بھی ہوں۔ مجھے پتا ہے کہ میں نئے لوگوں سے بات کرنے اور دوستی کرنے سے کیوں ڈرتا ہوں۔ میں خود کو ہرٹ ہونے سے بچانا چاہتا ہوں۔

کچھ سال پہلے جن لوگوں کو میں اپنا دوست سمجھتا تھا انھوں نے مجھے دھوکہ دیا۔ کچھ نے تو میرے دوستوں کو اپنا دوست بنا کر مجھ سے میرے دوست بھی چھین لئے۔ میں ایک بار دھوکہ کھا چکا ہوں اس لئے دوبارہ دکھی نہیں ہونا چاہتا۔ میں نئے دوست بنانا چاہتا تو ہوں مگر بنا نہیں پا رہا۔

پچھلے ہفتے میرے کزن نے میری توجہ اس پر دلائی۔ اس نے مجھ سے کہا کہ تم سارا دن گھر میں بے کار بیٹھے رہتے ہو۔ میں نے تمہیں کبھی دوستوں کے ساتھ نہیں دیکھا۔ میں اس کی بات سن کر گھبرا گیا۔ اس وقت مجھے احساس ہوا کہ مجھے لوگوں سے دوستی

کرنا سیکھنا چاہیے۔

مجھے نہیں پتا کہ دوستی کیسے اور کہاں سے شروع کرتے ہیں۔کیسے پتا چلتا ہے کہ کوئی قابل اعتبار ہے کہ نہیں۔ کیونکہ ویسے کہنے کو تو میرے کئی دوست ہیں مگر ان میں سے شاید ایک دو ہی ہوں جن پر میں اعتبار کرسکتا ہوں۔وہ بھی پورا اعتبار نہیں۔آدھا یا شاید اس سے کم یا زیادہ اعتبار۔

خودکشی کا فیصلہ۔۔۔

جس دن میں نے خود کو ختم کرنے کا فیصلہ کیا۔۔۔

یہ کہانی ان لوگوں کے لئے ہے۔جن کو دنیا یا ارد گرد کے لوگ کہتے ہیں کہ تم گھٹیا ہو۔۔۔تم لوزر (ناکام) ہو۔۔۔تم یوزلیس (بے کار) ہو۔۔۔کیونکہ مجھے بھی دنیا اور حتی کہ میرے اپنے پیارے تک یہی کہتے تھے کہ تم یوزلیس ہو۔۔۔کسی کام کے نہیں ہو۔۔۔

میں اپنے او۔لیول کے آخری سال میں تھا۔پچھلے تین سالوں سے میرے گریڈ سی، ڈی اور ای آرہے تھے۔مجھے اپنے اتنے گندے گریڈز کی کوئی فکر نہیں تھی۔مجھے اس بات سے کوئی فرق نہیں پڑتا تھا کہ میرے رزلٹ کارڈ پر اے لکھا آجائے یا بی۔مگر میرے والدین کو اس سے بہت فرق پڑتا تھا۔وہ مجھ سے بہت تنگ تھے۔مطلب کیا کریں گے اس بچے کا جس کے گریڈ برے آرہے ہوں اور اسے فرق بھی نہ پڑ رہا ہو کہ اس کے گریڈ برے آرہے ہیں۔

والدین نے سزا کے طور پر میرا گٹار بجانا، ٹی۔وی دیکھنا، ویڈیو گیمز کھیلنا اور باہر جانا بند کر کے مجھے گھر میں بند کر دیا۔میرے خیال میں اس میں ان کی کوئی غلطی نہیں تھی۔انھوں نے سوچا کہ بیٹا بڑا ہو کر کمپیوٹر انجینئر بنے گا۔کوئی بڑی جاب کرے گا۔پر انھیں کیا پتا تھا کہ وہ بڑا ہو کر مراثی یا مسخرہ بن کر نام کمائے گا۔

گھر میں بند کرنے اور مجھ پر پابندیاں لگانے سے مجھے کوئی فرق نہیں پڑا بلکہ الٹا اس نے میری مدد کی۔ آئن سٹائن کہتا ہے کہ خواب علم سے زیادہ اہم ہوتے ہیں۔ علم آپ کو محدود کرتا ہے۔ مگر خواب دیکھنے کی کوئی حد نہیں ہوتی۔ مجھے اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا تھا کہ میں لاہور کے ایک گھر میں ایک کمرے میں بند ہوں۔ کیونکہ میں اس کمرے میں بیٹھا خواب دیکھ سکتا تھا۔ اپنی مرضی کے خواب۔ خواب جگہوں کے محتاج نہیں ہوتے۔ یہ کہیں بھی بیٹھ کر دیکھے جاسکتے ہیں۔ چاہے وہ چھوٹا سا گاؤں ہی کیوں نہ ہو۔

میں اپنے خوابوں میں اپنے خواب پورے ہوتے اور لوگوں کو ان کی تعریف کرتے ہوئے دیکھتا تھا۔ بظاہر تو میں اس وقت کچھ بھی نہیں تھا۔ مگر میرے پاس میرے خواب تھے۔ اور خواب کسی دولت سے کم نہیں ہوتے۔ میرے پاس میرے خوابوں کی دولت تھی۔ علم آپ کو اے سے بی تک لے کر جا سکتا ہے مگر خواب آپ کو کہیں بھی لے کر جاسکتے ہیں۔ جہاں لوگوں کو میں ناکام ہوتا ہوا نظر آ رہا تھا وہاں مجھے نظر آ رہا تھا کہ میں کوئی زبردست موسیقار اور کوئی زبردست سا انٹرٹینر بن رہا ہوں۔

جب میرا او۔ لیول کا رزلٹ آیا تو وہ انتہائی خراب تھا۔ یہ وہ رزلٹ ہوتا ہے جس سے آپ کا مستقبل طے کیا جاتا ہے۔ رزلٹ بتا رہا تھا کہ میرا مستقبل تاریک ہے۔ میرا رزلٹ دیکھ کر والد صاحب نے کہا کی بیٹا امتحان دوبارہ دو اور مجھے تیاری کے لئے ایک ٹیوشن سینٹر میں داخل کروا دیا۔ صبح آٹھ بجے سے لے کر دو بجے تک میں سکول جاتا تھا۔ دو بجے کھانا کھا کر سکول سے ہی سیدھا ٹیوشن سینٹر چلا جاتا۔ جہاں سے میں رات آٹھ بجے واپس آتا تھا۔

ٹیوشن سینٹر بھی کیا زبردست جگہ تھی۔ وہ امتحان کی تیاری کے لئے ٹیسٹ لیتے تھے اور جس بچے کے بھی نمبر کم آتے اسے زور زور سے ڈنڈے مارتے۔ کلاس میں سب سے زیادہ ڈنڈے مجھے پڑتے تھے۔ کمرے میں بند ہونا ٹیوشن سینٹر سے زیادہ اچھا تھا کیونکہ میں وہاں کچھ سوچ سکتا تھا۔ جبکہ یہاں زبردستی میرے دماغ میں انفارمیشن ٹھوسنے کی کوشش کی جارہی تھی۔ اور جب گریڈ اچھے نہ آتے تو ڈنڈے پڑتے۔ میرے دماغ میں آیا کہ میں پھنس گیا ہوں۔ نہ میرے گریڈ اچھے آئیں گے نہ میری اس سب سے جان چھوٹے گی۔ اگر میں مر جاؤں تو اس سب سے میری جان چھوٹ جائے گی۔ اس وقت میرے دماغ میں مرنے کے علاوہ کوئی حل نہیں آیا۔

میں نے خود کو ختم کرنے کا فیصلہ کرلیا۔ جب میں خودکشی کرنے لگا تو مجھے خیال آیا کہ اگر میں مر گیا تو میرے خواب بھی مر جائیں گے۔ اور میں کبھی نہیں چاہتا تھا کہ میرے خواب مر جائیں۔ مجھے خیال آیا کہ اگر میرے خوابوں کی تکمیل کا راستہ سکول کے امتحانوں کو پاس کرنے سے گزرتا ہے تو مجھے اس راستے سے گزرنے میں کوئی مسئلہ نہیں ہونا چاہیے۔

اس دن میرے اندر کا مظلوم مر گیا۔ وہ مظلوم جو ہر وقت شکایت کرتا تھا کہ اس کے ساتھ ظلم ہو رہا ہے۔ میں نے اپنے خوابوں کی ذمہ داری اٹھالی۔ انھیں خود سے پورا کرنے کا فیصلہ کرلیا۔ میرے خیال میں ہمیں خواب دیکھتے رہنا چاہیے۔ یہ ہمیں زندہ رکھتے ہیں۔ خود کو ختم کرنے نہیں دیتے۔

غلط فیصلے کا خوف۔۔۔

میں ایک تکلیف دہ زندگی گزار رہا تھا۔ایک دن میں نے غور کیا کہ میرے پاس سب کچھ ہے مگر صرف فیصلہ کرنے کی طاقت موجود نہیں ہے۔میں نے خود سے کئی بار سوال کیا کہ میں فیصلہ لینے سے کیوں ڈرتا ہوں تو میرے اندر سے ہمیشہ ایک ہی جواب آیا کہ مجھے ڈر ہے کہ کہیں میں کوئی غلط فیصلہ نہ کرلوں۔اگر زندگی میں کبھی مجھ سے کوئی غلط فیصلہ ہوگیا تو میرا کیا بنے گا۔غلط فیصلہ لینے کے ڈر نے مجھ سے میری فیصلہ کرنے کی طاقت ہی چھین لی۔

پھرایک دن میں نے اس کے حل کے لئے ایک روحانی پیشوا سے ملنے کا فیصلہ کیا۔اس روحانی پیشوا سے جس کے بارے میں کہا جاتا تھا کہ وہ ایک اونچے پہاڑ پر رہتا ہے اوراس کے پاس مشکل سے مشکل سوالوں کا جواب موجود ہے۔مگراس سے ملنے کا راستہ مشکل ہے۔بندے کو چڑھائی پر چڑھنا پڑتا ہے۔کمزور دل سائل راستے میں سے ہی سہم کر واپس آجاتے تھے اور جواب تک نہیں پہنچ پاتے تھے۔

یہ سب کچھ جاننے کے باوجود میں نے اس سے ملنے کا فیصلہ کمزور نہیں پڑنے دیا۔میں اونچے پہاڑ پر چڑھتا گیا۔اس پہاڑ پر جس کا راستہ کٹھن تھا۔اور راستے میں پیاس اور پریشانی بار بار پکڑ لیتی تھی۔

آخر میں ہمت کر کے اس تک پہنچ ہی گیا۔ میں نے بڑے ادب سے درخواست کی کہ سرکار میں اپنی زندگی کو بہتر کیسے بنا سکتا ہوں؟ وہ روحانی پیشوا مراقبہ میں تھے۔ چپ رہے۔ انھوں نے سوال سن کر فوراً کچھ جواب نہیں دیا۔ پھر ایک لمبی خاموشی کے بعد بولے۔ اچھے فیصلے کر کے۔

مگر سرکار۔ ہم اچھے فیصلے کیسے کر سکتے ہیں۔ میں نے حیرت سے پوچھا۔

تجربے سے۔ انھوں نے جواب دیا۔

اور تجربہ کیسے حاصل ہوگا۔ میں نے پوچھا۔

غلط فیصلے کر کے۔ روحانی پیشوا نے بڑے آرام سے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

کیمیائے محبت۔۔۔

جیسے ہی میرے جاننے والوں کو پتہ چلا کہ مجھے جان لیوا کینسر ہے اور میں مرنے والا ہوں تو وہ تمام تبدیل ہو گئے۔ انھوں نے میرا خیال رکھنا شروع کر دیا۔ روز مجھے فون کر کے پوچھتے کہ میں کیسا ہوں۔ مجھے توجہ اور محبت وافر مقدار میں ملنے لگی۔ وہ محبت جس کا میں برسوں سے منتظر تھا۔ میں سمجھتا ہوں کہ کینسر میرے لئے کیمیائے محبت ثابت ہوا۔ اگر مجھے کینسر نہ ہوتا تو اتنی محبت بھی نہ ملتی اور ایک دن میں محبت ملے بغیر ہی مر جاتا۔

ہم لوگوں کا خیال اسی وقت کیوں رکھنا شروع کرتے ہیں جب ہم اُنھیں کھونے کے قریب ہوتے ہیں؟ ہم انھیں ان کے حق کی مکمل محبت اور توجہ تب کیوں نہیں دیتے جب وہ مکمل تندرست ہوتے ہیں؟

آج کل میں ان سوالوں کا جواب ڈھونڈ رہا ہوں۔ مجھے نہیں معلوم مرنے سے پہلے جواب ملتے بھی ہیں یا نہیں۔۔ مگر میں اتنا ضرور کہوں گا کہ ہمیں لوگوں سے محبت کرنے کے لئے ان کی موت یا بیماری کی خبر کا انتظار نہیں کرنا چاہئے۔ مانا کہ بیمار لوگوں سے محبت نیکی اور مرے ہوؤں سے محبت مقدس سمجھی جاتی ہے مگر کبھی ہمیں یہ بھی سوچنا چاہیئے کہ زندہ اور تندرست لوگوں سے محبت بھی کسی معراج سے کم نہیں ہوتی۔

سوچوں کا شور۔۔۔

فرسٹ ائیر میں تقریباً نو بجے میں ہفتے میں دو بار بس کے ذریعے ہاسٹل سے لائبریری جایا کرتا تھا۔ایک بار ایک عورت جو تقریباً تیس سال کی ہوگی۔بالکل میرے سامنے والی سیٹ پر بیٹھی تھی۔میں نے پہلے بھی کئی بار اسے بس میں دیکھا تھا۔مگر کبھی غور نہیں کیا تھا۔بس بھری ہونے کے باوجود کوئی اس کے ساتھ نہیں بیٹھا تھا۔وجہ بالکل واضح تھی کہ وہ دیکھنے میں ہی دیوانی سی لگتی تھی۔

غور کرنے پر مجھے اندازہ ہو کہ وہ پریشان تھی اور غصّے میں اونچی اونچی خود سے باتیں کر رہی تھی۔وہ اپنی سوچوں میں اس قدر گم تھی کہ اسے اپنے آس پاس کے لوگوں اور ماحول کی کوئی پرواہ نہیں تھی۔اس کا سر نیچے اور تھوڑا سا بائیں طرف جھکا ہوا تھا۔جیسے وہ اپنی ساتھ والی خالی سیٹ پر بیٹھے کسی شخص سے باتیں کر رہی ہو۔

مجھے اچھی طرح یاد نہیں کہ وہ کیا باتیں کر رہی تھی مگر اس کی خودکلامی کچھ اس قسم کی تھی"اور پھر اس نے مجھ سے کہا۔تو میں نے اسے کہا کہ تم جھوٹے ہو۔تمہاری جرات کیسے ہوئی مجھ پر الزام لگانے کی۔تم وہ ہو۔جس نے ہمیشہ میرا فائدہ اٹھایا ہے۔میں نے تم پر اعتبار کیا اور تم نے مجھے دھوکہ دیا"۔اس کے لہجے میں تلخی تھی جیسے اسے غلط کہا گیا ہو اور کوئی برباد ہونے کے بعد اپنا بچاؤ کر رہا ہو۔

جب بس سٹاپ پر پہنچی تو وہ بغیر بریک کے بولتی ہوئی کھڑی ہوئی اور دروازے کی طرف چل پڑی۔ مجھے بھی وہی اترنا تھا تو میں بھی اس کے ساتھ ہی اتر گیا۔ وہ سڑک پر اسی طرح غصے میں خود سے باتیں کرتی خود کو صحیح ثابت کرتی ہوئی۔ چلتی جا رہی تھی۔ میں بہت متجسس ہوا اور میں نے فیصلہ کیا کہ جہاں تک ہمارا راستہ ایک ہے۔ میں اس کا پیچھا کروں گا کہ یہ کہاں جاتی ہے۔

حالانکہ وہ ذہنی لڑائی میں مصروف تھی۔ مگر اسے پتہ تھا کہ اسے کہاں جانا ہے۔ جلد ہی ہم لائبریری پہنچ گئے۔ میں حیران ہو گیا کہ کیا ہمیں ایک ہی جگہ جانا تھا؟ ہاں۔ کیونکہ ہم ایک جگہ آ گئے تھے۔ کیا وہ کوئی سٹوڈنٹ تھی۔ ٹیچر۔ کلرک یا لائبریرین؟ لیکن مجھے معلوم نہ ہو سکا کیونکہ میں اس سے بیس قدم پیچھے تھا اور جب تک میں لائبریری کی بلڈنگ میں داخل ہوا وہ لفٹ سے اوپر جا چکی تھی۔

میں نے جو دیکھا۔ اس پر مجھے بہت حیرت ہوئی۔ مجھے ایسے لگا کہ مجھے عقل آ گئی ہو کہ انسانی پریشانیوں کی اصل وجہ سوچوں کا مسلسل شور ہے۔ میں لائبریری جانے سے پہلے واش روم گیا تو میں اسی کے بارے میں بار بار سوچ رہا تھا۔

واش بیسن پر ہاتھ دھوتے ہوئے۔ میں نے سوچا کہ کہیں میرا حال بھی ایسا ہی نہ ہو۔ میرے ساتھ کھڑے دوسرے واش بیسن پر ہاتھ دھوتے آدمی نے مجھے دیکھا تو مجھے اندازہ ہوا کہ یہ بات میں نے صرف ذہن میں ہی نہیں سوچی بلکہ منہ سے بھی کہی ہے۔

او میرے خدا۔۔۔ کیا میں بھی اسی عورت جیسا ہو گیا ہوں؟ میرا ذہن بھی اس کے

ذہن کی طرح جل رہا ہے۔ فرق صرف اتنا سا ہے کہ اس کا غصے سے جل رہا تھا۔ میرا پریشانی سے۔ وہ اپنی سوچوں کو زبان سے اونچی اونچی دہراتی تھی اور میں ذہن ہی ذہن میں۔ اگر وہ پاگل ہے تو مجھ سمیت سب پاگل ہیں۔ صرف درجوں کا فرق ہے۔ سوچنے اور غور کرنے میں بہت فرق ہے۔

میں ابھی بھی واش روم میں تھا۔ مگر اکیلا اپنے چہرے کو شیشے میں دیکھتے ہوئے زور سے ہنسا۔ یہ ہنسی پاگل پن کی نہیں۔ آگاہی کی ہنسی تھی۔ جیسے ملنگ کو کچھ مل گیا ہو۔ "زندگی اتنی سنجیدہ نہیں۔ جتنی ذہن اسے بنا دیتا ہے"۔

میں نے سوچا کہ میں یہ سب اپنے پروفیسر کو بتاؤں گا۔ اس پروفیسر کو جس کی ذہانت کا میں قائل تھا کہ اس کے پاس سب سوالوں کا جواب ہوتا تھا مگر جب میں یونیورسٹی گیا تو مجھے پتا چلا کہ پروفیسر نے خود کو گولی مار کر خود ہی ختم کر لیا ہے۔ وہ مجھے جواب دیے بغیر ہی جا چکا تھا۔ میں یہ سن کر کچھ دیر کے لئے سکتے میں آ گیا۔ پروفیسر کے پاس تو ہر سوال کا جواب تھا۔ ہر کوئی اس کی عزت کرتا تھا۔ اس نے خودکشی کیسے کر لی؟

نوٹ۔۔۔ یہ تحریر امریکہ کے مشہور روحانی استاد اور مصنف (Eckhart Tolle) کی زندگی سے متاثر ہو کر لکھی گئی ہے۔

وہ ۔۔۔

ایک رات جب مجھے انتیس سال کا ہوئے زیادہ دن نہیں ہوئے تھے۔ آدھی رات کو میں گھبرا کر اٹھ بیٹھا۔ پہلے بھی میں کئی بار رات کو ایسے ہی اٹھ کر بیٹھا تھا۔ مگر اس رات بے چینی پہلے کی نسبت ذرا زیادہ تھی۔

کمرے میں پڑا پرانا فرنیچر رات کی تاریکی کے باعث پوری طرح سے نظر نہیں آ رہا تھا۔ میرا پرانا کمرہ اور پھر قریب سے ٹرین کا گزرنا۔ سب اجنبی اجنبی سا۔۔۔ بے معنی سا۔۔۔ لگ رہا تھا اور سب سے بڑھ کر یہ کہ مجھے اپنا آپ بھی بے معنی سا محسوس ہو رہا تھا۔

اس مصیبتوں سے بھری زندگی کا کیا فائدہ؟ اس مصیبت زدہ زندگی کو جاری رکھنے کا کیا مقصد ہے؟ جینے کی کوشش کیوں جاری رکھی جائے؟ ایسے سوالات مجھے ستانے لگے اور میرے اندر مرنے کی خواہش مزید مضبوط اور جینے کی خواہش مرنے لگی۔

میں مزید اپنے ساتھ نہیں رہ سکتا۔ اس سوچ پر آ کر میری سوچ ساکت ہو گئی۔

پھر اچانک مجھے خیال آیا کہ میں ایک ہوں یا دو۔ اگر میں اپنے ساتھ نہیں رہ سکتا تو اس کا مطلب ہے کہ میں ایک نہیں دو ہوں۔ ایک 'میں' اور دوسرا 'وہ'۔ جس کے ساتھ میں نہیں رہ سکتا۔ ان میں سے کون حقیقت ہے؟ مجھے اپنی اس سوچ پر حیرت ہوئی۔ میرے

اندر سے آواز آئی۔مزاحمت کرنا چھوڑ دو۔سکون مل جائے گا۔پھر اچانک سارے خوف ختم ہو گئے۔سارا جسم سکون سے بھر گیا۔اس کے بعد مجھے یاد نہیں کیا ہوا۔شاید مجھے پرسکون نیند آ گئی۔

میں صبح کو کھڑکی سے آنے والی پرندوں کی آواز سے جاگا۔میں نے کبھی ایسی آوازیں نہیں سنی تھی۔میری آنکھیں بند تھی اور میں کافی دیر تک آوازوں کے سرور میں رہا۔پھر نے آنکھیں کھولی روشن کرنے والی روشنی پردوں کو پیچھے کئے بغیر ان کے اندر سے ہوتی ہوئی کمرے کے اندر آ رہی تھی۔

مجھے احساس ہوا کہ دنیا میں اندھیرے سے زیادہ روشنی ہے۔اتنی کہ ہم نہیں جانتے۔محبت کی روشنی۔جو پردوں میں سے چھن کر سارے کمرے میں چھا رہی تھی۔میری آنکھوں سے آنسو گرنے لگے۔میں اٹھا اور کمرے میں ٹہلنے لگا۔میں کمرے کو پہچانتا تھا مگر اس طرح سے میں نے اسے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔سب کچھ نیا اور قیمتی لگ رہا تھا۔

میں نے کمرے میں بکھری چیزیں اٹھائیں۔زمین پر گری پینسل کو پلنگ پر رکھا اور کوک کا خالی کین کوڑے دان میں ڈال کر باہر شہر میں نکل گیا۔حیرت سے سارا شہر پھرا۔مجھے لگا کہ جیسے میں آج ہی پیدا ہوا ہوں اور مجھے آج ہی زندگی کا تحفہ ملا ہے۔

مجھے سمجھ آ گئی کہ اس رات بے انتہا تکلیف نے میرے شعور کو شور مچا کر جگا دیا۔مجھے ان سارے خوفوں اور ناخوشی سے لاتعلق کر دیا۔جو میرے ذہن کی پیداوار

تھے۔ میرا تڑپنے والا۔۔۔وہ۔۔۔مر گیا۔ جو میں ہوں۔وہ میں ہوں۔ میں کسی بھی چیز سے خود کو جوڑ سکتا ہوں تو میں نے خود کو خوشی اور سکون سے جوڑ لیا۔ حالانکہ تب میرے پاس نہ کوئی تعلق تھا۔ نہ گھر۔ نہ نوکری۔ نہ کوئی نام۔ میں دو سال پارک کے بینچ پر خوشی کی انتہا سے بیٹھا کر خوشی مناتا رہا۔

اب لوگ میرے پاس آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ’ہمیں وہ چاہئے۔ جو آپ کے پاس ہے۔ کیا آپ اسے ہمیں دے سکتے ہیں؟ یا ہمیں وہ راستہ دکھائیں۔ جس سے ہمیں وہ مل جائے اور میں کہتا ہوں کہ آپ کے پاس وہ پہلے سے موجود ہے مگر آپ کو پتہ نہیں ہے کیونکہ آپ کا ذہن شور مچاتا ہے اور آپ نے خود پر خود ہی خراب لیبل لگا رکھے ہیں۔

نوٹ۔۔۔یہ تحریر امریکہ کے مشہور روحانی استاد اور مصنف (Eckhart Tolle) کی زندگی سے متاثر ہو کر لکھی گئی ہے۔

سنہرا دن۔۔۔

کیا بسنا اسے کہتے ہیں؟ صبح شام لڑائی۔ پہلے یہ مسئلہ تھا کہ اوپر ہو یا نیچے؟ اب گھر تبدیل کر لیا ہے تو اپنے کمرے میں ہو یا باہر؟ مما کو سوری بولو۔ صبح چاہے میں تم سے لڑ کر آفس چلا جاؤں۔ شام کر مسکرا کر ملو۔ اپنا موبائل چیک کرواؤ۔ کس کس سے بات کرتی ہو؟ کیوں بات کرتی ہو؟ کیا بات کرتی ہو؟ کسی سے بات نہ کرو۔ میں موبائل چھین لوں گا۔ میں اپنے گھر والے نہیں چھوڑوں گا۔ تم اپنے سارے تعلق توڑ دو۔ اپنے گھر والے تک چھوڑ دو۔ میری بات مانو۔ ایک بات پر بھی نہ کی تو تمہیں تمہارے ماں باپ کے گھر بھیج دوں گا۔

سردیوں میں دو سوٹ ہی کافی ہیں۔ ایک روپیہ بھی ہاتھ پر نہیں رکھوں گا۔ ایسے ہی میرے ساتھ رہنا ہے تو رہ لو۔ ورنہ اپنی بہن کو فون کرو۔ گھر والوں کو کہو کہ تمہیں آ کر لے جائیں۔ تم جیسی لڑکیاں ماں باپ کے گھر دال کھاتی ہیں۔ شوہر کے گھر چکن کا سوچتی ہیں۔ تم۔۔۔ عورت ہو۔ میرے تین لفظوں کی مار۔ طلاق دے دوں گا۔ ایسے تیر جیسے جملے سنو۔ کیا شادی اسے کہتے ہیں؟ کیا بسنا اسے کہتے ہیں؟ دفع دور ایسی شادی۔ دفع دور ایسا بسنا۔ ایسے بسنے سے تو اجڑنا بھلا کہ بند سکھ کا سانس تو لے سکے۔۔۔

میرا شوہر بات بات پر مجھ سے لڑتا تھا۔ دن تو دن ہماری رات کو بھی لڑائیاں ختم نہیں ہوتی تھیں۔ وہ رات کو مجھ سے لڑائی کر کے۔۔۔ مجھے برا بھلا کہہ کر آرام سے دوسری طرف منہ کر کے سو جاتا۔ اور میں ساری رات جاگتی اور سوچتی رہتی کہ آخر ایسا کب تک چلے

گا؟ ہم کب تک اس طرح سے زندگی گزار سکتے ہیں؟ کوئی اتنا بے حس کیسے ہوسکتا ہے؟

اس کے خراٹوں سے مجھے اندازہ ہوتا کہ اسے کچھ فرق نہیں پڑتا کہ مجھ پر کیا گزرتی ہے۔ میں اندر سے ٹوٹ رہی ہوں۔ میں کسی صورت بھی لڑنا نہیں چاہتی تھی مگر وہ لڑنے کے لئے کچھ نہ کچھ نکال ہی لیتا تھا۔ ہمارے مسائل بھی عجیب تھے۔ کبھی اس کی ماں اس کے کان بھر دیتی تھی تو کبھی بہن۔ وہ مجھ سے زیادہ ان پر یقین کرتا تھا۔ وہ ایسی باتوں پر بھی لڑتا تھا جن کو بات کر کے بڑی آسانی سے حل کیا جا سکتا ہے۔

ایک سنہرے دن مجھے اندازہ ہوا کہ میرے شوہر کو مسائل حل کرنے نہیں آتے۔ وہ حالات کو حل کرنا تو دور کی بات ان پر بات بھی نہیں کرنا چاہتا۔ وہ بے حس نہیں ہے بس مسئلے کی صورت میں وہ خود کو شٹ ڈاؤن کر لیتا ہے۔ مسئلہ صرف اس میں ہی نہیں مجھ میں بھی ہے۔ میرا یہ چاہنا کہ وہ مرد ہے مسائل اسے حل کرنے چاہیں۔ ہمارے تعلق کو دن بدن خراب کر رہا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ مرد ہے مگر وہ مسائل کو حل کرنے کی طاقت سے محروم ہے۔

میں نے غور کیا کہ میرے پاس دو راستے ہیں۔ ایک مسائل کو حل کرنے کی کوشش کروں اور دوسرا علیحدگی اختیار کر لوں۔ میں نے مسائل کو حل کرنے کا فیصلہ کیا۔ میں نے اپنے ذہن میں سوچ لیا کہ اس شادی میں میں مرد اور وہ عورت ہے۔ ایک دن میں نے اسے بٹھا کر بات کی۔ اس سے پوچھا کہ اگر تم اس تعلق کو رکھنا اور بہتر بنانا چاہتے ہو تو میری مدد کرو۔

وہ مدد کرنے کو تیار ہو گیا۔ میں نے اسے سکھایا کہ تمہیں مجھ سے جو بھی مسئلہ ہو اسے لڑ کر بتانے کی بجائے آرام سے بات کر کے بتاؤ۔ محبت ایک دوسرے سے نہیں بلکہ ایک دوسرے کے لئے لڑنے کا نام ہے۔ میں نے اسے سمجھایا کہ اگر کوئی تمہیں میرے بارے میں کچھ کہے تو اس پر آنکھیں بند کر کے یقین کر کے فوراً ہائپر ہونے کی بجائے اپنی عقل استعمال کرو۔ ہم سب انسان ہیں۔ ہم سب سے غلطیاں ہوتی ہیں۔ اگر کبھی مجھ سے کوئی غلطی ہو جائے تو اسے درگزر کرو۔

آہستہ آہستہ حالات بہتر ہونے لگے۔ آج خوشیوں سے بھری شادی کے پچیس سال پورے ہونے پر میں بس صرف اتنا ہی کہنا چاہتی ہوں کہ شادی دو لوگوں کے خوشی سے ایک ساتھ رہنے کا فیصلہ ہے۔ اپنی خوشیاں دوسرے کے پیچھے لگ کر خراب نہ کریں۔

سوچنے والی لڑکی۔۔۔

گھر میں صرف میں ہی شادی کرنے والی بچی تھی۔ باقی تینوں بڑے بھائیوں کی تو کب کی شادیاں ہو چکی تھی۔ سب سے بڑے بھائی کے بچے تو اب کالج تک جانے لگے تھے۔ اس کی ایک بڑی وجہ یہ بھی تھی کہ میری اور بھائیوں کے ایج میں کافی گیپ تھا۔

سوائے میرے گھر میں کسی کی بھی شادی لیٹ نہیں ہوئی تھی کیونکہ بھائیوں کی شادیاں ابو نے کی تھی۔ لیکن میری شادی کے وقت وہ ریٹائرڈ ہو چکے تھے۔ مسئلہ ریٹائرڈ ہونے کا نہیں تھا فیصلہ لینے کا تھا۔ کوئی ایک فیصلہ لینے والا ہو تو فیصلہ آسانی اور جلدی سے ہو جاتا ہے۔ جب بھائیوں کی شادی ہوئی ابو ہی نے سارے فیصلے لئے مگر میری باری کے وقت بھائی بھی میچور ہو چکے تھے۔ میری شادی کے لئے اب ابو کے فیصلے کے ساتھ ساتھ بھائیوں کا فیصلہ بھی شامل ہونا ضروری ہوتا تھا۔

یہ بات میں آپ کو اس لئے بتا رہی ہوں تا کہ آپ کو سمجھ آ سکے کہ میری شادی لیٹ کیوں ہو رہی تھی۔ جب بھی کبھی کوئی پرپوزل آتا تو وہ کبھی ایک بھائی کو پسند نہیں آتا تھا تو کبھی دوسرے کو۔ حالانکہ وہ رشتہ ابو کو پسند آ گیا ہوتا تھا لیکن ابو فیصلہ نہیں لے پاتے تھے اور یوں بات رشتے دیکھنے دکھانے سے آگے نہیں بڑھ پاتی تھی۔

رشتے دیکھتے دیکھتے جب میری عمر ستائیس سال ہو گئی تو امی میرے رشتے کے

لئے پریشان رہنے لگیں۔ ابو اپنے دوستوں میں اور سارے بھائی اپنی فیملیز میں اتنے بزی تھے کہ سوائے امّی کے کسی کو اس بات کی کوئی فکر نہیں تھی کہ میری عمر گزر رہی ہے۔

فکر کرتے بھی کیسے سب اپنی اپنی زندگی میں اتنے مصروف تھے کہ انھیں اپنے لئے ہی وقت نہیں ملتا تھا میرے بارے میں کیسے سوچتے۔ جب بھی امّی گھر میں میرے رشتے کی بات کرتی۔ سب اسے اللہ پر چھوڑ دیتے۔ کہ جب اللہ کو منظور ہوگا ہو جائے گا۔

مجھے بھی یہ رشتہ نہ ہونے والی بات پریشان تو کرتی تھی مگر میں سوائے سوچنے کے اس بارے میں کچھ نہیں کر سکتی تھی۔ اس لئے میں ہر وقت سوچتی رہتی۔ طرح طرح کے سوالات میرے ذہن کے اندر سلگتے رہتے کہ میرے ساتھ ایسا کیوں ہو رہا ہے؟

میں تکلیف دہ سوچوں سے بھاگنے اور خود کو مصروف رکھنے کے لئے سارا دن بھابھیوں کے ساتھ کچن میں کام کرتی۔ کبھی زیادہ پریشان ہوتی تو رات کو اپنے کمرے میں سونے سے پہلے دل کھول کر رو لیتی۔ رونے سے مجھے سکون ملتا اور میں آرام سے سو جاتی۔ میرے ساتھ میرے سوالات بھی سو جاتے۔

ایک دن میری ایک پرانی کلاس فیلو اور دوست جو اب شادی شدہ اور دو بچوں کی ماں بن چکی تھی مجھ سے ملنے آئی تو مجھے کچن میں کام کرتا دیکھ کر غصّے سے مجھے کہنے لگی۔ کب تک بھابھیوں کی نوکر بن کر زندگی گزارتی رہو گی۔ کچھ اپنا بھی سوچو۔ میں نے کہا میں کیا سوچوں۔ گھر والے رشتے دیکھ رہے ہیں جیسے ہی کوئی مناسب رشتہ ملے گا ہو جائے گی شادی

بھی۔

ہاں ہاں مجھے پتا ہے۔ جو رشتے دیکھ رہے ہیں تمہارے گھر والے۔ سال میں ایک رشتہ دیکھتے ہیں۔ اسی سپیڈ سے چلتے رہے تو پچاس کی عمر میں بھی رشتہ ہو جائے تو بڑی بات ہو گی۔ اس نے میری بات سن کر کہا۔ گو کہ اس کی بات سچ تھی مگر مجھے بری لگی تو میں نے چڑ کر کہا۔ تو تمہارا کیا خیال ہے میں خود کسی کے ساتھ چلی جاؤں۔ کسی کی منتیں کروں کہ پلیز آ کے مجھے لے جاؤ۔ میری عمر نکلی جا رہی ہے۔

کس نے کہا ہے کہ خود ہی کسی کے ساتھ چلی جاؤں۔ تمہیں لے کر جانے والے کم نہیں ہیں۔ پڑھی لکھی ہو۔ خوبصورت ہو۔ چہرے پر ہر وقت مسکراہٹ رہتی ہے۔ سلیقہ شعار ہو۔ گھر داری جانتی ہو۔ سب کچھ آتا ہے تمہیں۔ کس چیز کی کمی ہے تم میں۔ ہر کوئی تمہاری تعریف کرتا ہے۔ اور یار سب سے بڑھ کر یہ کہ تمہاری تعریف تو تمہاری بھابھیاں تک کرتی ہیں۔ اس سے بڑی کیا بات ہو سکتی ہے۔

مسئلہ تمہارے اندر نہیں تمہارے گھر والوں میں ہے۔ وہ کچھوے کی چال سے تمہارا رشتہ ڈھونڈ رہے ہیں۔ رشتے والیوں کو کہہ کر ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر رشتے آنے کا انتظار کر رہے ہیں۔ اچھے رشتے ڈھونڈنے سے ملتے ہیں۔ خود چل کر نہیں آتے۔

افسوس کی بات یہ ہے کہ اپنے گھر والوں کی طرح تم بھی ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھی ہو۔ تم بھی کوشش نہیں کر رہی۔ اب وقت بدل چکا ہے۔ انٹرنیٹ کا دور ہے۔ رشتے کے

لئے ہزاروں ویب سائٹس موجود ہیں۔تم خود کیوں نہیں ڈھونڈتی۔میچ میکنگ ویب سائٹس ڈیٹنگ ویب سائٹس جیسی نہیں ہوتی کہ لوگ دوستیاں کرنے کے لئے آئیں۔وہاں زیادہ تر میچور لوگ ہوتے ہیں جو شادی کرنے کے لئے سیریس ہوتے ہیں۔تم ٹرائے تو کرو۔

اگر کسی کو پتا چل گیا تو۔میں نے اپنا خوف اس کے آگے رکھتے ہوئے اس سے پوچھا۔پہلے تو کسی کو کچھ پتا نہیں چلتا۔اگر چل بھی جائے تو تم کون سا کوئی غلط کام کر رہی ہو۔رشتہ ہی تو تلاش کر رہی ہو۔

وہ یہ سب میرے ذہن میں ڈال کر چلی گئی اور میں سوچتی رہی کہ کیا کروں۔سوچ سوچ کر میں اس نتیجے پر پہنچی کہ ٹرائی کرنے میں کیا حرج ہے۔میں نے خود کو منا کر ایک ویب سائیٹ پر اکاؤنٹ بنالیا۔

کچھ ماہ کچھ لوگوں سے بات کرنے کے بعد مجھے ایک اچھا شخص مل گیا۔یہ باقیوں سے بالکل مختلف تھا۔زیادہ تر لوگ کچھ دن ڈیسینٹ بات کے بعد آہستہ آہستہ رومینٹک گفتگو کی طرف جانے کی کوشش کرتے تھے مگر وہ بہت میچور تھا۔وہ دوستی نہیں شادی چاہتا تھا۔جس کے لئے وہ کسی ہم خیال کو ڈھونڈ رہا تھا۔

اس سے ہمیشہ میری گفتگو کسی نہ کسی ٹاپک پر ہوتی اور ہم گھنٹوں اس ٹاپک پر بات کرتے۔ہم ہم خیال تھے۔وہ زیادہ وقت مصروف ہوتا تھا۔لیکن جب جب بھی بات

ہوتی دل خوش ہو جاتا۔الفاظ کا چناؤ اور جملے۔دل کرتا بندہ اس سے باتیں کرتا ہی رہے۔مہذب اور ڈیسنٹ سا۔مجال ہے ذرا سا بھی ڈی ٹریک ہو جائے۔بہت ہی عزت و احترام سے بات کرنے والا۔اتنی عزت سے بات کرتا تھا کہ بندے کو اپنا آپ کوئی مقدس ہستی لگنے لگتا۔

میں نے کبھی اس سے کوئی جھوٹ نہیں بولا۔کیونکہ میرا ماننا ہے کہ جھوٹ کی بنیاد پر بنائے گئے رشتے کبھی کامیاب نہیں ہوتے۔اسے بھی میں نے تعلق کے شروع میں ہی بتا دیا تھا کہ پلیز مجھ سے کبھی کوئی جھوٹ نہ بولنا۔سچ جتنا مرضی کڑوا ہو۔میں سہہ لوں گی مگر مجھ سے جھوٹ نہیں سہا جاتا۔اسے بھی جھوٹ سے شدید نفرت تھی۔میں نے کہا نا ہم ہم خیال تھے۔

وہ یو۔کے میں سیٹل تھا۔تعلق کے کچھ ماہ بعد ہی میں اس میں فلی انوالو ہو گئی۔رشتے کی بات آئی تو اس نے کہا کہ جب تم چاہو میں سادگی سے نکاح کے لئے پاکستان آجاؤں گا۔اگر کہو تو میں ابھی آجاتا ہوں مگر پہلے تم ایک بار اپنے گھر میں بات کرلو۔

میری دوست نے مشورہ دیا کہ وہ میرے گھر بات کرے گی اور کہے گی کہ اس کی نظر میں ایک رشتہ ہے۔یوں کسی کو کچھ پتا بھی نہیں چلے گا۔لیکن مجھے یہ آئیڈیا پسند نہیں تھا کیونکہ مجھے پتا تھا کہ میرے گھر والے میرا رشتہ باہر کسی بھی ملک میں نہیں کریں گے۔

اگر وہ کوشش کے بعد باہر کرنے کے لئے مان بھی گئے تو رشتہ دیکھنے دکھانے میں

ہی ٹوٹ جائے گا۔ کیونکہ پہلے بھی کئی بار ایسا ہو چکا تھا۔ جو بھی کوئی مجھے پسند کر کے جاتا جب گھر والے ان کے گھر جاتے تو کبھی وہ ابّو کو پسند نہیں آتا تھا اور کبھی بھائیوں کو۔ اس لئے میں نے سب کو سچ سچ بتا دیا۔ پہلے تو سب بہت حیران ہوئے، پھر پریشان اور پھر ناراض ہو گئے۔ لیکن پھر میرے ڈٹے رہنے پر مان گئے۔

وہ پاکستان آگیا۔ جس دن اس نے اپنے والدین کو میرے گھر لانا تھا۔ اس سے ایک دن پہلے اس نے مجھے فون پر کہا۔ جو میں کہہ رہا ہوں اسے غور سے سنو۔ سمجھداری سے فیصلہ کرنا۔ میں پہلے سے شادی شدہ ہوں اور میرے تین بچے بھی ہیں۔ وہ میرے ساتھ یو۔کے میں ہی رہتے ہیں۔ میں تم سے دوسری شادی کروں گا۔ اور تم پاکستان میں ہی رہو گی۔

اس کے یہ الفاظ مجھ پر بجلی کی طرح گرے اور میں تڑپ اٹھی۔ کچھ دیر کے لئے تو میں سکتے میں چلی گئی۔ اس دن مجھے احساس ہوا کہ جسے آپ نے دل سے چاہا ہو۔ خود سے بڑھ کر اس پر اعتماد کیا ہو۔ وہ آپ سے جھوٹ بولے۔ آپ کو دھوکہ دے۔ وہ کرے جس کا کبھی آپ نے سوچا بھی نہ ہو کہ وہ میرے ساتھ ایسا کر سکتا ہے۔ تو کیسا لگتا ہے۔

میری آنکھوں آنسوؤں کا تالاب بن گئیں۔ اتنا بڑا جھوٹ۔ اتنا بڑا دھوکہ۔ میں ساری رات روتی اور سوچتی رہی کہ میں نے اس کے ساتھ ایسا کیا کیا تھا جو اس نے میرے ساتھ ایسا کیا۔ میرا دماغ کڑیاں جوڑنے لگا۔ کہ وہ اتنا مصروف کیوں رہتا تھا۔ شام کو وہ میرا فون کیوں نہیں اٹھاتا تھا۔ جبکہ وہ شام کو تو آفس بھی نہیں ہوتا تھا۔ وہ مجھ سے بہانے کرتا

تھا مگر میں نے کبھی اس پر شک تک نہیں کیا۔ وہ جو کہتا تھا جیسے کہتا تھا میں مان لیتی تھی۔ محبت نے مجھے اندھا کیا ہوا تھا۔ پتا نہیں اس نے مجھ سے اور کیا کیا جھوٹ بولے ہوں گے۔ جو تعلق بنانے کے لئے اتنا بڑا جھوٹ بول سکتا ہے۔ بنانے کے بعد کتنے جھوٹ بول سکتا ہے۔ اعتبار اٹھنے کے بعد مزید تعلق کیسے رکھا جا سکتا ہے۔

طرح طرح کے سوالات میرے ذہن میں سلگنے لگے۔ اب میں گھر والوں کو کیا کہوں گی۔ وہ کبھی بھی میری شادی کسی شادی شدہ بیوی اور بچے والے شخص سے نہیں کریں گے۔ یہ تو اِم پوسیبل ہے۔ اس نے یہ بیوی بچوں والی بات مجھے اس موڑ پر لا کر بتائی ہے۔ جب میں واپس بھی نہیں جا سکتی۔ اور شاید میں واپس جانا بھی نہیں چاہتی تھی۔ مجھے اس سے محبت ہو چکی تھی اور میں اسے کسی قیمت بھی کھونا نہیں چاہتی تھی۔ میں نے سوچا کہ وہ کونسا مجھے اپنے ساتھ باہر لے کر جا رہا ہے۔ رہنا تو میں نے پاکستان میں ہی ہے۔ پھر ڈرنے والی کیا بات ہے۔ جیسے انسان خود کو مطمئن کرنے کے لئے خود ہی جواز ڈھونڈ لیتا ہے۔ میں نے بھی ڈھونڈ لیا اور میں اس شرط پر مان گئی کہ تم شادی والی بات میرے گھر نہیں بتاؤ گے۔ وہ بھی مان گیا۔

جب وہ ہمارے گھر آئے تو اس کی ماں نے سارا وقت میرا ہاتھ پکڑے رکھا اور مجھے چومتی رہیں۔ اتنی پیاری بچی ہے۔ اسے تو بس مجھے دے دیں۔ وہ میرے ساتھ اپنی امی کا یہ رویہ دیکھ کر بہت خوش ہوا۔ میرے گھر والوں نے میری ماننی تھی اس لئے وہ بھی فارمیلٹی پوری کرنے ان کے گھر گئے۔ خیر انھیں بھی کچھ برا نہیں لگا۔ چھوٹی سے فیملی تھی۔ دو بہن بھائی۔ ایک بہن شادی کے بعد کینیڈا رہتی تھی۔ یہ یو۔ کے میں سیٹل تھا۔ اور والدین

یہاں پاکستان میں رہتے تھے۔اس طرح کچھ دن بعد میرا سادگی سے نکاح ہوا اور پھر رخصتی ہوگئی۔وہ ایک ماہ پاکستان رہا اور پھر واپس چلا گیا۔

جب تک وہ پاکستان میں رہا بہت ہی زبردست وقت گزرا۔میری ساس ہر وقت مجھے پیار کرتی رہتیں۔پاؤں تک بیڈ سے نہ اتارنے دیتیں۔ناشتہ بیڈ پر دینے آتیں۔میں بہت کوشش کرتی اور کہتی آنٹی مجھے کام کرنے دیں۔وہ ہمیشہ کہتیں تمہیں میرے بیٹے نے چنا ہے۔تم میرے بیٹے کی پسند ہو۔تمہیں نہیں پتا تم میرے لئے کتنی مقدس ہو۔میں بہت شرمندہ ہوتی۔شادی کے بعد ہم زیادہ تر ڈنر باہر ہی کرتے۔کبھی کوئی شام گھر گزارنے کی کوشش کرتے تو وہ خود اپنے بیٹے سے کہتیں۔جاؤ بیٹا اسے باہر گھما لاؤ۔نئی نئی شادی ہوئی ہے۔یہ کہیں گھر والوں کا سوچ کر اداس نہ ہو جائے۔ویسے بھی تم نے بے چاری کو چھوڑ کر باہر چلے جانا ہے۔چلو اس کے پاس کچھ یادیں تو ہوں۔جنھیں سوچ کر ان کے سہارے یہ تمہارے بغیر کا وقت گزار سکے۔خود کہتی جاؤ اسے فلم دکھا لاؤ۔فلاں فلم کے ریویوز بہت اچھے ہیں۔

میں اپنی ساس کے اس رویّے پر حیران ہوتی کیونکہ میرے شوہر کی پہلی بیوی ان کی بہن کی بیٹی تھی۔کوئی اتنا اچھا کیسے ہو سکتا ہے۔میرے سسر بھی بہت اچھے تھے۔اپنے کام سے کام رکھنے والے۔جو مرضی کرو کسی بات پر کوئی روک ٹوک نہیں۔میرے شوہر نے کئی بار مجھے کہا کہ کبھی تم نے سوچا بھی تھا کہ تمہاری قسمت میں ایسی ساس ہوگی اور میں مسکرا کر جواب دیتی۔نہیں تو میں تو ایسا کبھی سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔پتا نہیں میری کونسی نیکی یا دعا قبول ہوئی ہے۔ورنہ میں تو ڈرتی تھی کہ کہیں مجھے سٹار پلس کے ڈرامے جیسی ساس نہ مل

جائے۔

مگر یہ سب تب تک تھا جب تک وہ پاکستان رہا۔اس کے پاکستان سے جاتے ہی میری ساس بدل گئیں۔ایسے جیسے سب ڈرامہ اپنے بیٹے کے لئے رچایا ہو۔اس بیٹے کے لئے جو ہر ماہ انھیں لاکھوں روپے کا خرچہ بھجواتا تھا۔جس دن وہ گیا اس سے اگلے دن ہی وہ مجھ سے لڑ پڑیں۔میں نے کیا لڑنا تھا۔میں کبھی کسی سے لڑی ہی نہیں تھی ویسے بھی کوئی اچانک رنگ بدل لے تو آپ کو سمجھنے میں وقت لگتا ہے نا کہ ہوا کیا ہے؟بات بات پر طعنے۔تم بدکردار ہو۔تم نے میرے سیدھے سادھے بیٹے کو اپنے جال میں پھنسایا۔میرا بیٹا شریف سا ہے پتا نہیں تم نے کون سا جادو کیا۔کیسے پاکستان بیٹھی نے ہستا بستا یو۔کے بیٹھا میرا بیٹھا اپنے جال میں پھسا لیا۔دھوکے باز۔وہ مجھے بات بات پر دھوکے باز، بدکردار، جادوگرنی اور پتا نہیں کیا کیا کہتیں۔دل کھول کر مجھے،میرے ماں باپ اور بھائیوں کو برا کہتیں۔گالیاں دیتی۔

وہ سسر جنھیں بیٹے کے سامنے ٹی وی دیکھنے سے فرصت نہیں ملتی تھی بیوی کے ساتھ مل گئے۔دونوں مل کر مجھے برا بھلا کہتے۔میں نے فون پر اپنے شوہر سے دبے دبے لفظوں میں بات کرنے کی کوشش کی تو انھوں نے سختی سے کہہ دیا خبردار میری جنت کے بارے میں مجھ سے کچھ ایسی ویسی بات کرنے کی کوشش کی تو۔میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ وہ تم سے کتنی محبت کرتی ہیں۔میں اپنی آنکھوں پر یقین کرتا ہوں کسی کی باتوں پر نہیں۔میری ماں پر کوئی الزام لگانے کی کوشش کی تو میں تمہیں ایک منٹ میں چھوڑ دوں گا۔تم جیسی ہزاروں عورتیں ویب سائیٹ سے مل جائیں گی مگر ماں نہیں ملتی۔

ساس سسر اور پھر شوہر کا رویہ دیکھ کر مجھے بہت دکھ ہوا۔ میرے ذہن میں مختلف سوالات سلگتے رہتے۔ مگر میں تکلیف دہ سوچوں سے بھاگنے کے لئے کچن میں کام کرتی رہتی۔ گھر میں تین لوگ ہوں تو کم بخت زیادہ برتن بھی گندے نہیں ہوتے۔ اس لئے میں دھوئے ہوئے برتنوں کو بار بار دھوتی رہتی کہ مصروف رہ سکوں۔ کبھی زیادہ دکھی ہوتی تو رات کو اپنے کمرے میں سونے سے پہلے دل کھول کر رو لیتی۔ رونے سے مجھے سکون ملتا اور میں آرام سے سو جاتی۔ میرے ساتھ میرے سوالات بھی سو جاتے۔

ساس سسر جلدی سو جاتے تھے۔ اس دن میرے سر میں شدید درد ہو رہا تھا۔ شاید سر کے اندر سوالات کچھ زیادہ ہی سلگ رہے ہوں گے۔ جو درد کا باعث بن رہے تھے۔ آٹھ بجے کے بعد کچن میں جانے پر پابندی تھی۔ میں دس بجے سر درد کی شدت کی وجہ سے چپ کر کے چائے بنانے کچن میں چلی گئی تو اوپر سے میری ساس آ گئیں۔ وہ واویلا مچایا کہ خدا کی پناہ۔ بے غیرت۔ بدکردار۔ بھوکے خاندان کی۔ ماں باپ کے گھر میں کچھ ملتا نہیں تھا یہاں رات اٹھ اٹھ کر کچن میں گھس رہی ہے۔ میں نے بہت کہا امی میں صرف چائے بنانے آئی تھی۔ مجال ہے انھوں نے میری ایک بھی سنی ہو۔ برا بھلا تو وہ کہتی ہی تھیں۔ گالیاں نکالنا ان کا معمول تھا۔ اس دن انھوں نے حد کر دی مجھے میرے بالوں سے پکڑ کر زور سے کچن سے باہر کھینچا۔

میں ان کے اس رویے سے تنگ آ چکی تھی۔ اس دن میرے سر میں بھی شدید درد تھا۔ اوپر سے ان کا یوں میرے بال نوچنا۔ مجھے غصہ آ گیا۔ میں مانتی ہوں میری غلطی ہے مجھے غصہ نہیں کرنا چاہئے تھا۔ وہ بڑی تھیں۔ مار سکتی تھیں۔ پر میں نے کہا نا مجھے غصہ آ

گیا۔اس دن میں پھٹ پڑی۔

میں نے کہا۔بدکردار میں نہیں ہوں آپ کا بیٹا ہے۔میں نے نہیں آپ کے بیٹے نے مجھے دھوکہ دیا ہے۔میں تو سنگل تھی اس لئے کوئی دوسرا تلاش کررہی تھی وہ شادی شدہ ہو کر شادی کی ویب سائیٹ پر بیٹھا دوسری کیوں تلاش کر رہا تھا؟ جب کہ وہ پہلی کو بھی چھوڑنا نہیں چاہتا تھا۔جادوگرنی میں نہیں بلکہ آپ کا بیٹا جادوگر ہے۔جس نے مجھ پر محبت کا جادو کیا۔اور میں اس کی محبت کے جادو میں جکڑ کر اپنی زندگی خراب کر بیٹھی۔میں وہ بدنصیب ہوں جو اپنا درد اپنے گھر والوں تک کو نہیں بتا سکتی۔

مجھے کیا پتا تھا وہ اسی لمحے کا انتظار کر رہی ہیں۔پتا ہوتا تو میں ایک لفظ بھی منہ سے نہ نکالتی۔میری بات سن کر زمین پر گر گئیں،بال کھود یئے اور ماتم شروع کر دیا۔تیرے ہاتھ کیوں نہ ٹوٹ گئے۔مجھے تھپڑ مارتے ہوئے۔اندر سے میرے سسر بھاگے آئے تو انھوں نے بھی بغیر کچھ پوچھے شور مچا دیا۔ہائے ساس پر ہاتھ اٹھا دیا۔کسی بدکردار عورت کو میرا بیٹا گھر لے آیا۔خود چلا گیا۔اس ناچنے والی کو ہمارے گھر چھوڑ گیا۔

اسی وقت انھوں نے اپنے بیٹے کو فون ملایا اور کہا کہ تمہاری بیوی نے تمہاری ماں کے بال نوچے ہیں اور ان کے منہ پر تھپڑ مارے ہیں۔میں کھڑی روتی رہی معافیاں مانگتی رہی۔ایسا کچھ نہیں ہوا کہتی رہی۔کسی نے میری ایک نہیں سنی۔میرے شوہر نے فون پر ہی فیصلہ سنا دیا کہ اسے ابھی گھر سے نکال دو۔میری اتنی محبت کرنے والی ماں کی محبت کا اس نے یہ صلہ دیا ہے۔انھوں نے میری ایک نہیں سنی اور مجھے ننگے سر دھکے دے کر گھر سے نکال

دیا۔ساس نے کوئی چادر کیا لینے دینی تھی الٹا مجھے بے عزت کرنے کے لئے میرے سر سے دوپٹہ تک کھینچ لیا اور میرے کپڑے پھاڑ دیئے۔

وہ رات میری زندگی کی سب سے اذیت ناک رات تھی۔سخت سردی تھی۔میں ننگے سر اور پھٹے کپڑوں کے ساتھ سڑک پر رکشہ ڈھونڈتی رہی۔تین بھائیوں کی بہن، جس کا باپ ایک بڑا سرکاری آفیسر رہا ہو اس کی بیٹی سڑک پر ننگے سر سہارا تلاش کر رہی تھی۔ایسا سہارا جو اسے اس کے گھر تک پہنچا دے۔

میں آدھی رات کو بڑی مشکل سے گھر پہنچی۔بھابھی نے دروازہ کھولتے ہی مجھے دیکھ کر چیخ ماردی۔چیخ سنتے ہی سارا گھر اکٹھا ہوا گیا۔قیامت برپا ہوگئی۔میں بات مزید بگاڑنا نہیں چاہتی تھی۔اس لئے سب کو بس اتنا بتایا کہ کچھ غلط فہمی ہوگئی ہے۔سب ٹھیک ہو جائے گا۔لیکن سب ٹھیک نہ ہوسکا۔کئی ماہ گزر گئے۔

میں انھیں فون کرتی وہ کاٹ دیتے۔میں میسج کرتی وہ کوئی جواب نہ دیتے۔میں ہر روز انھیں میسج کرتی ان سے معافیاں مانگتی۔آپ کو پتا ہے نہ کہ میں ایسا نہیں کرسکتی۔میں آپ کی ہم خیال ہوں۔اگر آپ ایسا نہیں کرسکتے تو خود سوچیں میں کیسے کرسکتی ہوں۔اگر آپ کو لگتا ہے کہ میں نے ایسا کچھ کیا ہے تو بھی مجھے معاف کردیں۔اللہ بھی انسان کو معاف کردیتا ہے۔چاہے وہ کتنا بڑا ہی گناہ کیوں نہ کربیٹھے۔

چھ مہینے معافیاں مانگتے رہنے کے بعد وہ مان گیا۔اس نے کہا کہ یو۔کے میں

تمہیں بلا نہیں سکتا کیونکہ میری بیوی کو تمہارے بارے میں کچھ نہیں پتا اور میں بھی اپنا گھر خراب نہیں کرنا چاہتا۔ والدین کے گھر تمہیں رکھ نہیں سکتا کیونکہ جو تم نے میرے والدین کے ساتھ کیا ہے۔ اس کے بعد اب وہ کبھی تمہیں قبول نہیں کریں گے۔

تم اپنے والدین کے گھر ہی رہتی رہو۔ میں تمہیں خرچہ بھیجتا رہوں گا۔ اسی طرح کئی ماہ گزر گئے۔ وہ ہمیشہ مصروف رہتا۔ مجھ سے بہت کم بات کرتے۔ میرا تعلق ایک اچھے گھرانے سے تھا۔ ابو کی اچھی خاصی پینشن آتی تھی۔ بھائیوں کے اپنے کاروبار تھے۔ مجھے خرچے کی نہیں شوہر کی ضرورت تھی مگر پھر بھی میں نے چپ کر کے ان کی بات مان لی۔ اسے قبول کیے رکھا۔

ایک دن میں کچن میں کچھ لینے جانے لگی تو میں نے اپنی بھابھیوں کو بات کرتے ہوئے سنا۔ وہ آپس میں بات کر رہیں تھی کہ ضرور اس نے ہی کچھ کیا ہوگا ورنہ یہ یوں اپنے شوہر کی ساری شرطیں قبول نہ کرتی۔ اگر اپنے ماں باپ کے گھر ہی رہنا ہے تو شادی کرنے کا کیا فائدہ۔ خالی وہ نام کا ہی شوہر ہے۔ نہ والدین کے ساتھ رکھ سکتا ہے نہ اپنے۔ مجھے یہ سن کر بہت دکھ ہوا۔ یہ ساری باتیں مجھے بھی پریشان کرتی تھی۔ طرح طرح کے سوالات میرے ذہن میں آتے اور میں تکلیف دہ سوچوں سے بھاگنے اور خود کو مصروف رکھنے کے لئے سارا دن کچن میں کام کرتی۔ کبھی زیادہ پریشان ہوتی تو رات کو اپنے کمرے میں سونے سے پہلے دل کھول کر رو لیتی۔ رونے سے مجھے سکون ملتا اور میں آرام سے سو جاتی۔ میرے سوالات بھی میرے ساتھ ہی سو جاتے۔

پھر کچھ ماہ بعد میں نے اس سے بڑے منت والے انداز میں بات کی تو وہ بگڑ گیا۔ جو تم چاہتی ہو وہ کبھی نہیں ہو سکتا۔ سب کچھ ایسے ہی چلے گا جیسے چل رہا ہے۔ نہیں چلا سکتی تو طلاق لے لو۔ میں چپ کر گئی مگر میری آنکھیں رونے لگیں۔ میرے رونے پر اسے شرمندگی ہوئی اور اس نے غصے سے فون بند کر دیا۔

پھر کچھ دنوں بعد ایک ڈاک ملی جس پر یو۔ کے کی مہریں لگیں تھی۔ جب میں نے اسے کھول کر دیکھا تو اس میں طلاق کے کاغذ تھے۔ لکھا تھا میں تمہیں آزاد کرتا ہوں۔ مجھے یہ جملہ پڑھ کر سخت تکلیف ہوئی۔ کیا اس نے مجھے قید کیا ہوا تھا جو آزاد کر دیا؟ آزاد ہونے پر لوگ خوش ہوتے ہیں پر مجھے دکھ کیوں ہو رہا ہے؟ کیا میں اس کی محبت سے بھی آزاد ہو گئی ہوں؟ کیا کسی کے چھوڑ دینے سے اس کی یادیں بھی پیچھا چھوڑ دیتی ہیں؟

ایسی سوچیں ہیں جو مجھے سکون نہیں لینے دیتی۔ اس لئے میں تکلیف دہ سوچوں سے بھاگنے اور خود کو مصروف رکھنے کے لئے سارا دن کچن میں کام کرتی ہوں۔ کبھی زیادہ پریشان ہوتی ہوں تو رات کو اپنے کمرے میں سونے سے پہلے دل کھول کر رو لیتی۔ پر جیسے پہلے رونے کے بعد مجھے سکون ملتا تھا اور نیند آ جاتی تھی۔ اب ایسا نہیں ہوتا۔ رونے سے بھی سکون نہیں ملتا۔ نہ رونے سے پہلے۔ نہ رونے کے بعد نیند آتی ہیں۔ اب میرے سوالات بھی نہیں سوتے۔ کہتے ہیں جب تک جواب نہیں دو گی۔ ہم نہیں سوئیں گے۔ اب آپ ہی بتائیں میں کہاں سے جواب لاؤں؟

تم۔۔۔

- تم۔۔۔سے ملنے کی طلب کو توڑنے کے لئے جانے کتنے لوگوں سے ملنا پڑتا ہے۔۔۔
- بے شمار دوائیں کھا کر دیکھی ہیں مگر تم ہی میرا علاج ہو۔۔۔
- تم۔۔۔ایک اعزاز ہو۔ جسے بھی ملتے ہو۔ وہ فخر محسوس کرتا ہے۔۔۔
- تمہاری تعلق میری کل کمائی ہے۔ میرا بینک بیلنس ہے۔۔۔
- لوگ یا تو باہر سے خوبصورت ہوتے ہیں یا اندر سے مگر تم دونوں طرف یعنی اندر اور باہر سے خوبصورت ہو۔ بلکہ اگر یوں کہا جائے کہ تم ہر طرف سے خوبصورت ہو۔ تب بھی غلط نہیں ہوگا۔۔۔
- وہ لوگ کتنے قیمتی ہیں۔ جن کی تم تک بلا تکلیف رسائی ہے۔۔۔
- خوش رہا کرو۔ تم پر خوشیاں سوٹ کرتی ہیں۔۔۔
- تم۔۔۔مجھے کہاں لے آئے ہو کہ تمہیں کھونے کا خوف مجھے کھانے لگا ہے۔۔۔
- تم۔۔۔میرا آخری اثاثہ ہو۔۔۔
- تم۔۔۔برگد کا وہ درخت ہو۔۔۔جس کی محبت کے سائے میں بیٹھ کر بدھا کو نروان ملتا ہے۔۔۔
- تم۔۔۔میری یونیورسٹی ہو۔۔۔جو درس تم نے مجھے دیا ہے وہ درس دنیا کی کوئی درسگاہ بھی مجھے نہیں دے سکتی۔۔تم میرے لئے ہارورڈ ہو۔۔۔سٹینفرڈ ہو۔۔۔آکسفورڈ ہو۔۔۔کیمبرج ہو۔۔۔

- تم۔۔۔کسی خوبصورت جگہ پر بیٹھ کر بنائے گئے ہو۔۔۔
- تم۔۔۔میں کئی کمیاں ہیں مگر مجھے ان سے کوئی مسئلہ نہیں ہے۔۔۔
- جب تم خوش ہوتو میں بھی خوش ہوتی ہوں۔ جب تم اداس ہوتو میں بھی اداس ہو جاتی ہوں۔۔۔
- میں ڈرتی ہوں کہ کہیں تمہیں کچھ ایسا نہ کہہ دوں جو تمہیں برا لگے۔۔۔
- تم۔۔۔رات سونے سے پہلے سوچے جانے والے آخری شخص ہو۔۔۔
- اگر تم نہ ملو تو میں کسی سے بھی نہیں ملتی۔۔۔
- تم میری زندگی کا مرکز ہو۔۔۔
- میں تمہاری باتیں بہت غور سے سنتی ہوں تا کہ جان سکوں کہ تم میرے بارے میں کیا سوچتے ہو۔۔۔
- جب مجھے خیال آتا ہے کہ تم مجھ سے محبت نہیں کرتے تو میں تڑپ اٹھتی ہوں۔۔۔
- مجھے تمہاری سب سے زیادہ ضرورت ہے۔۔۔
- تم۔۔۔وہ واحد شخص ہو۔۔۔جو میرے دل میں بہت دیر تک رہے ہو۔۔۔
- وہ جواب جو تم نے مجھے دیا تھا۔ پڑا پڑا اب پرانا ہو چکا ہے۔ نئے کی ضرورت آن پڑی ہے۔۔۔
- یومِ تم۔۔۔تم جب اب ملوں گے تو ہم مل کر یومِ تم منائیں گے۔ یومِ تم والے دن صرف وہی ہوگا جو تم چاہو گے۔ تم جہاں جہاں کہو گے۔ وہاں وہاں جائیں گے۔ جو کہو گے بس وہی کھائیں گے۔ مجھے پتا ہے کہ تم چائنیز کھاؤ گے جو مجھے پسند نہیں ہے مگر میں اس دن تمہاری خوشی کے لئے وہ بھی کھالوں گی۔ جتنی دیر بس تم ملنا چاہو گے بس اتنی دیر ہی کے لئے ملیں گے۔۔۔

- تمہارے ساتھ تعلق تباہی و بربادی کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔۔۔
- تم۔۔۔وہ ہو جس سے مجھے اب شدید نفرت ہے۔۔۔
- نفرت ہے۔۔۔کہا نا نفرت ہے۔۔۔نفرت ہے۔۔۔نفرت ہے۔۔۔ایک بار نفرت ہے۔۔۔دو بار نفرت ہے۔۔۔تین بار نفرت ہے۔۔۔ہزار بار نفرت ہے۔۔۔بار بار نفرت ہے۔۔۔اور کتنی بار کہوں کہ نفرت ہے۔۔۔جتنی بار کہا تھا کہ۔۔۔محبت ہے۔۔۔اتنی بار۔۔۔نفرت ہے۔۔۔
- تم۔۔۔میرے آئیڈیل تھے۔۔۔
- تم۔۔۔میری ذہنی بربادی کے ذمہ دار ہو۔۔۔
- تم نے میری عیدیں تک خراب کر دیں۔۔۔
- تم۔۔۔سے محبت کرنے والے جلدی مر جاتے ہیں۔۔۔
- تم۔۔۔سے محبت کرنے والے تمام عمر تکلیف کا تاوان ادا کرتے ہیں۔۔۔
- تم۔۔۔مجھ سے صرف ایک دعا کی دوری پر ہو۔جس دن میں نے اپنے دونوں ہاتھ دعا کے لئے اٹھائے۔تم۔۔۔اپنے ہاتھوں سے میرے دروازے پر دستک دو گے۔مگر وہ کیا ہے نا۔ابھی من تمہیں مانگنے پر راضی نہیں ہے۔ڈرتی ہوں کہیں کچھ غلط ہی نہ مانگ لوں۔۔۔
- میں تمہارے لئے اتنا روئی ہوں۔تم میرے لئے کتنا روئے ہو؟
- خودکشی یعنی خود کو ختم کرنے کے کئی طریقے ہیں۔جن میں ایک یہ بھی ہے کہ تم جیسے کسی بے حس شخص سے تعلق بنا کر آہستہ آہستہ تڑپ تڑپ کر ختم ہو جائے۔۔۔
- سنو۔۔۔جیسے۔۔۔تم لاحاصل ہو جاؤ۔۔۔وہ خودکشی کر لیتا ہے۔۔۔
- تم۔۔۔پنکھے سے لٹکے میرے جسم کے ذمہ دار ہو۔۔۔

مختصر مگر زخمی۔۔۔

- کیا تم مجھ سے سورج مکھی کے پھول سی محبت کر سکتے ہو؟ کہ میرے ہوتے ہوئے تمہارا ساری توجہ صرف میری طرف ہی رہے۔اور جب میں نہ ہوں تو تم سب سے منہ موڑ لو؟۔۔۔

- مجھے پتا نہیں تھا کہ طوفان آرہا ہے۔زندگی عذاب ہونے والی ہے۔درد کا ایک صحرا اچانک سے سامنے آجائے گا۔جس میں مجھے تمام عمر سسکنا ہوگا۔ہم چھٹیاں منا کر آئے تھے۔سب کچھ ٹھیک چل رہا تھا۔ایک صبح جب ہم کافی پی رہے تھے تو وہ کہنے لگی کہ ہم مزید ساتھ نہیں چل سکتے۔۔۔

- دو سال ہو گئے ہیں۔میں وہیں کی وہیں کھڑی ہوں۔کیا اسے مجھ سے محبت ہے؟ یا کیا اسے مجھ سے کبھی محبت ہوئی بھی تھی؟ اگر تھی تو کب تک تھی۔اگر اسے محبت نہیں ہے تو وہ اب تک میرے ساتھ کیوں ہے؟ آئی ڈونٹ نو؟ یہ سب کیا ہو رہا ہے؟ میرے ہوتے ہوئے بھی وہ کسی اور کے بغیر نہیں رہ سکتا؟ وہ نہ ہی مجھے کھونا چاہتا ہے نہ اسے۔یہ سب کیا ہے؟ میں اس کی محبت ہوں یا عادت؟ یا بس ضرورت؟ میں اس کی نظر میں کیا ہوں؟ نہ میرے پاس ان سوالوں کا جواب ہے اور نہ اس کے پاس۔میں سب کچھ جانتے ہوئے بھی اس کی باتوں کا یقین کیوں کر لیتی ہوں؟ کیا میں پاگل ہوں؟۔۔۔

- میری آنکھوں کے گرد پڑے گہرے حلقے ہر گزرتے دن کے ساتھ مزید گہرے ہوتے جا رہے تھے اور باہر کے حالات اندر کا بھید بیان کرنے لگے تھے۔آنسوؤں

کی زیادتی جسم کو کلرزدہ کر رہی تھی۔سیم تھور کی وجہ سے خوشیاں اگائے نہیں اگ رہی تھی۔ایسی حالت میں میں کرتی بھی تو کیا کرتی؟۔۔۔

- جب لوگ طے کر لیتے ہیں کہ اب تعلق نہیں رکھنا تو پھر وہ پتھر کے بن جاتے ہیں۔ان پتھروں کے بت کے آگے۔آپ جتنا مرضی رو لیں۔معافیاں مانگ لیں۔منتیں کر لیں۔وہ کہاں جواب دیتے ہیں۔۔۔
- اک دعوے دار ہے۔میری محبت کا۔تندرست ہو تو لوگوں کا۔بیمار ہو تو میرا۔خوش ہو تو لوگوں کا۔اداس ہو تو میرا۔بھرا ہو تو لوگوں کا۔خالی ہو تو میرا۔اک دعوے دار ہے۔میری محبت کا۔۔۔
- ایسا نہیں ہے کہ میں تم سے تعلق نہیں رکھنا چاہتی۔میں بھی تم سے تعلق رکھنا چاہتی ہوں۔بالکل ویسا تعلق جیسا تعلق تم نے میرے ساتھ رکھا ہوا ہے۔جب اپنا دل کیا تو بات کر لی۔ورنہ مصروفیت کا غلاف اوڑھ کر کئی کئی دن تک غائب رہے۔مسلسل غلطیاں بھی کرتے رہو اور ساتھ ساتھ کہتے بھی رہو کہ تمہیں مجھ پر اعتبار نہیں ہے۔مگر میں اپنا بھی کیا کروں؟نہ میں تمہارے جیسی ہوں اور نہ ہی میں تمہارے جیسی بن سکتی ہوں۔میرا تعلق ہوتا ہے یا نہیں ہوتا۔جب ہوتا ہے تو میں اپنا سو فیصد دیتی ہوں اور جب نہیں ہوتا تو ایک فیصد بھی نہیں دیتی۔میں تمہاری طرح نہیں کر سکتی کہ کچھ فیصد ایک جگہ دوں اور کچھ فیصد دوسری جگہ دیتی پھیروں۔۔۔
- ایک۔۔۔خوفناک خواب ہے۔۔۔جو مجھے مسلسل آ رہا ہے۔۔۔جیسے کوئی مجھ پر۔۔۔قبضہ کرنا چاہتا ہو۔۔۔کیا کروں؟۔۔میں نے پوچھا۔۔۔وہ زور سے ہنسے اور جواب دیا۔۔۔اپنے پاگل پن کو قبول کر لو۔۔۔یہی تمہارا علاج ہے۔۔۔
- پوچھنے لگی۔۔۔تم رات کو روئے تھے؟ میں نے کہا۔۔۔نہیں تو۔۔۔تمہیں کس نے

کہا۔ کہنے لگی۔۔۔رات لیٹے لیٹے میری آنکھوں میں آنسو آ گئے جب کہ میرے پاس آنسوؤں کی وجہ نہیں تھی۔۔۔

- جب وہ میری زندگی میں آیا تو وہ پہلے سے ہی ڈیمیج تھا۔ اسے کسی نے دھوکہ دیا تھا اور وہ اس دھوکے کی سزا کو اپنے ساتھ لے کر پھر رہا تھا۔ اس دھوکے کی سزا اس نے مجھے دے دی۔ مجھے کیا پتا تھا کہ سزا کے لئے جرم کرنا ضروری نہیں ہوتا۔۔۔
- سزا یافتہ۔۔۔تم نے مجھ سے بات کرنا بند کر دی۔ ملنا چھوڑ دیا۔ میرا فون اٹھانا چھوڑ دیا۔ میسج کا جواب دینا چھوڑ دیا۔ میرا ذکر کرنا چھوڑ دیا۔ یہ کیسی سزا ہے کہ جس کی مدت متعین نہیں ہے۔ جس کی اپیل کسی عدالت میں نہیں کی جا سکتی۔۔۔
- برائے مہربانی مجھے اپنے آپ کو سمجھنے میں مدد دو کہ مجھے سمجھ ہی نہیں آتی کہ تم میرے دوست ہو یا دشمن؟ کیونکہ جب کبھی بھی ہم ملتے ہیں تو تم میرے جذبات کی قدر ہی نہیں کرتے۔ تم وہ سوالات کرتے ہو جو تمہیں کبھی مجھ سے نہیں کرنے چاہیے۔ کیونکہ وہ سوال مجھے تکلیف دیتے ہیں۔ ہوسکتا ہے کہ ان سوالوں کو پوچھنے کا تمہارا مقصد مجھے ہرٹ کرنا نہ ہو بلکہ تم صرف اپنے تجسس کو ختم کرنا چاہتے ہو مگر تمہارے تجسس میں مجھے تکلیف ہوتی ہے۔ تم گلہ کرتے ہو کہ میں تمہیں جان بوجھ کر آوائیڈ کرتی ہوں۔ ہاں یہ سچ ہے۔ کوئی کسی ایسے شخص سے کیوں ملنا چاہے گا جو اسے درد کے سوا کچھ نہ دیتا ہو؟
- میرا قد چھ فٹ سے ذرا زیادہ ہے جس کی وجہ سے بنک والوں نے بڑی خوشی سے مجھے اپنے ریکوری ڈیپارٹمنٹ میں ریکوری میں رکھ لیا۔ میں کسی کو صرف گھور کر ہی دیکھ لیتا تو وہ گھبرا جاتا۔ میں نے تمام عمر اپنی بیوی کے ساتھ بھی وہی سلوک کیا جو میں ریکوری والوں کے ساتھ کرتا رہا۔۔۔
- زندگی آرام سے گزر رہی تھی کہ آزمائش آ گئی۔ میں بی۔اے کے امتحان کی تیاریاں

کر رہی تھی جب زندگی نے مجھے ایک اور امتحان میں ڈال دیا۔ ابو فوت ہو گئے تو ہمارے وہ رشتہ دار جو رات دن ہمارے گھر پڑے رہتے تھے نے ہمیں پہچاننے سے انکار کر دیا۔ دنیا کا اصل چہرہ دیکھنے کے بعد اب میرا اس میں دل نہیں لگتا۔۔۔

- بڑا بیٹا ہونا بڑا مشکل سا ہوتا ہے۔ آپ پر باقیوں سے زیادہ ذمہ داریاں ہوتی ہیں۔ میں ایک ایسا بچہ تھا کہ جیسے کوئی والدین بھی نہیں چاہیں گے کہ ان کے گھر ویسا بچہ پیدا ہو۔ میں پڑھتا نہیں تھا۔ ایک نمبر کا جھوٹا تھا۔ بات بات پر جھوٹ بولتا تھا۔ پھر ایک دن میں نے فیصلہ کیا کہ مجھے ایسا نہیں رہنا۔ میرا سب سے بڑا خوف یہ تھا کہ اگر میں تبدیل ہو کر بہتر بھی بن جاؤں تو میرے گھر والوں کی رائے میرے بارے میں کبھی تبدیل نہیں ہوگی۔ لیکن میں نے خود کو سمجھایا کہ میں نے دوسروں کے لئے نہیں خود کے لئے بہتر بننا ہے۔۔۔
- میرے ماں باپ کے پاس اتنے پیسے نہیں تھے کہ وہ مجھے پڑھا سکیں۔ تو میں نے طے کیا کہ میں ان پر اپنی پڑھائی کے پیسوں کا پریشر نہیں پڑنے دوں گا۔ میں نے دن رات محنت کی تا کہ پیسے اکٹھے کر سکوں کہ میں خود پڑھ سکوں۔ پھر پیسہ میرے لئے پریشانی نہ رہے۔ جس معاشرے میں پیسوں سے پہچان ملتی ہو وہاں بغیر پیسوں کے پہچان پانے کی خواہش اندر پڑی پڑی ہی پیلی پڑ جاتی ہے۔۔۔
- اس نے مجھے تعلق کے شروع میں ہی بتا دیا تھا کہ میں تم سے شادی نہیں کر سکتا مگر ہم دوست ہیں اور تب تک دوست رہیں گے۔ جب تک تم چاہو گی۔ اگر تم اپنی شادی کے بعد بھی مجھ سے دوستی رکھنا چاہو تو بھی مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔ میں ہمیشہ تمہارا دوست رہوں گا۔ میری بیوقوفی دیکھیں۔ میں نے اس کی بات مان لی اور اپنی زندگی کے دس سال اسے دے کر ضائع کر دیئے۔ میں نے کبھی۔ کوئی "میل" دوست نہیں

بنایا تھا۔ وہ ملا تو مجھے لگا کہ مجھے ایک اچھا دوست مل گیا ہے مگر وہ دوست بن کر مجھے برباد کر گیا۔۔۔

- آرمی میں ہمیں بے خوف ہونے کی ٹریننگ دی جاتی ہے۔ ہمیں کچھ بھی خوفزدہ نہیں کر سکتا۔ حتیٰ کہ موت بھی ہمیں خوفزدہ نہیں کر سکتی۔ ہمیں ہتھیار۔۔۔ زخم۔۔۔ زخمی۔۔۔ خون اور موت دیکھنے کی عادت ہو جاتی ہے۔ آرمی نوکری کے لئے بہت اچھی جگہ ہے جب تک کہ جنگ نہ لگے۔ کیونکہ آپ کو مفت میں گھر کے ساتھ ساتھ اچھی تنخواہ۔۔۔ معاشرے میں اچھا مقام۔۔۔ فری میڈیکل اور ریٹائرڈ ہونے پر ڈی۔ایچ۔اے میں ایک مہنگا سا پلاٹ مل جاتا ہے۔۔۔
- میں نے بے شمار طالب علموں کو پڑھایا ہے مگر پڑھنے کے بعد چند طالب علم ہی میرا حال پوچھنے آتے ہیں۔ ورنہ زیادہ کو تو میرا علم ہی نہیں ہوتا۔ کہ میں زندہ ہوں بھی یا نہیں۔ مجھے اس بات سے کوئی دلچسپی نہیں ہے کہ میرے طالب علم میرا حال پوچھیں مگر کم سے کم وہ مجھے اپنا حال ہی بتا دیں۔ کہ مجھ سے پڑھنے کے بعد ان کی زندگیاں کیسی چل رہی ہیں۔۔۔
- میں اپنی ماں جیسی زندگی نہیں گزارنا چاہتی تھی کہ ایک مرد شوہر بن کر آپ کا مالک بن جائے۔ آپ کی اپنی کوئی مرضی نہ ہو۔ جو وہ چاہے بس وہی ہو۔ گھر میں رہے۔ کچن میں کام کرے۔ مار کھائے۔ ماں وہی کرتی تھی کو اس نے اپنی ماں اور معاشرے سے سیکھا تھا۔ مگر میں ماں جیسی نہیں تھی۔۔۔
- میں بہت مضبوط ہوں۔ اتنی مضبوط کے لوگ میری مثالیں دیتے ہیں۔ لیکن جب میں تم سے ملی تو میں تمہارے اندر دھنسنا شروع ہو گئی۔ جیسے ہی مجھے احساس ہوا کہ تم دلدل ہو تو میں باہر نکلنے کے لئے بھاگی۔ مجھے لگا کہ میری جان بچ جائے گی۔ تم نے

رابطے کی کوشش کی۔ میں دل پر پتھر رکھ کر پڑی رہی۔تم نے بار بار پوچھا کہ رابطہ ختم کرنے کی وجہ سمجھ نہیں آ رہی۔ میں کیا کہتی؟ پتا نہیں میں تمہیں دوبارہ کیوں ملی۔تم میری روح کے اندر دھنس چکے ہو۔کہاں تک؟ یہ سمجھ نہیں آتی۔۔۔

- وہ ایک ایسا لڑکا تھا۔جس سے مائیں اپنی بیٹیوں کو دور رہنے کا کہتی ہیں۔مگر مجھے اس سے ملتے ہی محبت ہو گئی۔دل کسی کی کہاں سنتا ہے۔چاہے وہ بات آپ کی اپنی ماں نے ہی کیوں نہ سمجھائی ہو۔۔۔
- شاید یہ تمہاری یادیں ہی ہیں جو مجھے آہستہ آہستہ اندر سے تباہ کر رہی ہیں۔ڈاکٹروں کو کیا خاک سمجھ آنی ہے۔کہتے ہیں کہ کوئی نامعلوم بیماری ہے جس کی تشخیص نہیں ہو رہی۔ٹیسٹ کروا کروا کر تھک گئے ہیں۔۔۔
- جب شوہر پریشان ہوتا ہے تو وہ اپنا غصہ اپنی بیوی پر نکالتا ہے۔جب بیوی پریشان ہوتی ہے تو وہ اپنا غصہ اپنے بچوں پر اتارتی ہے۔بدنصیب بچوں کی قسمت میں مارنے والی ماں ہوتی ہے کہ اس کے لئے اپنے بچے ہی غصہ نکالنے والا بیگ ہوتے ہیں۔۔۔

زخمی جملے۔۔۔

□زخمیوں کے زخم کی سلائی کرتے ہوئے کچھ ایسے زخمی جملے سننے کو ملتے ہیں۔ یاد رہے کہ ہر ایک زخمی جملے کے پیچھے ایک پوری زخمی کہانی موجود ہے۔

- میری ماں یہ برداشت نہیں کر سکیں کہ میرے ساتھ کیا بنا ہے اور وہ مر گئیں۔ اس سے برا میرے ساتھ اور کیا ہو سکتا تھا۔۔۔
- □ میں نے اپنی خوبصورتی کے ساتھ ساتھ امید بھی کھو دی۔۔۔
- □ میں نے کچھ بڑا کرنے کا فیصلہ کیا۔ اتنا بڑا کہ لوگ مجھ پر ہنسنے لگے۔۔۔
- □ جب کوئی مجھ سے کہتا ہے کہ مجھے تم سے محبت ہو گئی ہے تو میں سہم جاتی ہوں۔۔۔
- □ کبھی کبھی مجھے لگتا ہے کہ میں شعوری غلطیاں کرتی ہوں تا کہ کسی کو مجھ سے محبت نہ ہو اور لوگ مجھ سے دور رہیں۔۔۔
- □ نوکری کے جاتے ہی میں نے سب کچھ کھو دیا۔ دوست۔۔۔ شوق۔۔۔ سب کچھ۔۔۔ اور سب سے بڑھ کر اپنا آپ۔۔۔
- □ میں خود کو خود کے لئے ثابت کرنا چاہتی ہوں کہ میں کمزور نہیں ہوں۔۔۔
- □ میرا گھر ہی میری جنت تھا۔ میں کبھی اپنی جنت سے باہر نہیں نکلی تھی۔ جب نکلنا پڑا تو پتا چلا کہ یہ دنیا ایسا درد دیتی ہے جو ناقابلِ واپسی ہوتا ہے۔۔۔
- □ مجھے قابل بننا ہے تا کہ قبول کی جا سکوں۔۔۔
- □ میں خود بت تراشتا ہوں۔۔۔ پوجتا ہوں۔۔۔ توڑ دیتا ہوں۔۔۔
- □ لوگ۔۔۔ مر بھی تو جاتے ہیں۔۔۔

- میں محبت میں وحدانیت کا قائل ہوں۔ جو ایک کے ہوتے ہوئے کسی دوسرے کا سوچے بھی تو وہ مذہب محبت سے خارج ہو جاتا ہے۔۔۔
- میں نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا کہ میں کسی انسان کے لئے رو بھی سکتی ہوں۔۔۔
- کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک مکمل ٹوٹ جاتا ہے اور دوسرے کو کچھ بھی نہیں ہوتا۔۔۔
- اگر کوئی خواب میں بھی مجھ سے بچھڑ جائے تو میری نیند ٹوٹ جاتی ہے اور میں اٹھ کر رونے لگتی ہوں۔۔۔
- میں مسلسل محبت نہیں کر سکتا۔ لوگ مجھے اچھے لگنا بند ہو جاتے ہیں۔۔۔
- جب تمہیں میری سب سے زیادہ ضرورت ہو گی۔ دیکھنا تب میں تم سے نہیں ملوں گا۔۔۔
- میں ایسا نہیں تھا۔ جیسا تم نے بنا دیا ہے۔۔۔
- کبھی کبھی یادیں آنسو بن کر آنکھوں سے باہر آ جاتی ہیں۔۔۔
- میں ہیر ہوں اک بے پرواہ رانجھے کی۔۔۔
- ہم۔۔۔ اجنبی ہی ٹھیک تھے۔ کم سے کم یہ درد تو درمیان میں نہیں تھا۔۔۔
- مجھے زندہ رکھنے کی۔۔۔ ذمہ داری اٹھائی تھی نا۔۔۔ اب کیا ہوا؟۔۔۔
- جیسے کوئی پرانا ڈر جاگ گیا ہو۔۔۔
- میرا۔۔۔ "چھوڑا ہوا شخص"۔۔۔ میری سکھائی ہوئی رسمیں۔۔۔ کسی اور کے ساتھ ادا کر رہا ہے۔۔۔
- ہم۔۔۔ ایک دوسرے میں قید ہیں۔۔۔
- کبھی کبھی زندگی میں ایک سٹیج ایسی بھی آتی ہے جب مخمل کے بستروں پر سونے والوں کو سوکھے پتوں پر سو کر سکون ملتا ہے۔۔۔

- تمہاری آنکھیں بہت گہری ہیں۔ اتنی گہری کہ جو دیکھے اس کے دل میں گڑھا پڑ جاتا ہے۔۔۔
- میری آنکھوں کو تمہیں دیکھنے کی عادت پڑ گئی ہے۔۔۔
- جو کچھ بھی میرے پاس ہے۔ وہ سب تمہارا ہے مگر جو کچھ بھی تمہارے پاس ہے وہ تمہارا ہی رہے گا۔۔۔
- مجھے چاہے جانے کی عادت پڑ گئی ہے۔ اب میں چاہ کر بھی کسی کو چاہ نہیں سکتا۔۔۔
- برما کے مسلمانوں کی بڑی فکر ہے۔ میری کوئی فکر نہیں۔ میں بھی تو مسلمان ہوں؟۔۔۔
- میرے لئے تمہارا تعلق کسی کرامت سے کم نہیں تھا۔۔۔
- میرے دل کی عدالت میں سارے فیصلے تمہارے حق میں ہی کیوں ہوتے ہیں؟۔۔۔
- میں تم سے جڑتا جا رہا ہوں۔۔۔
- جسے نظر نہیں آتا۔ اسے نابینا کہتے ہیں اور جسے تمہارے سوا کچھ نظر نہ آئے تو اسے کیا کہیں گے؟۔۔۔
- تمہاری آواز میرے کانوں کے لئے قیمتی تحفہ ہے۔۔۔
- اک تم ہو کہ سارا جہاں جیب میں لئے پھرتے ہو۔ اک ہم ہیں کہ جس سے اک شخص ہی نہیں سنبھالا جاتا۔۔۔
- تمہارا نام اپنا "پاس ورڈ" بنا لیا تھا۔۔۔
- او ساحر۔۔۔ کس سادگی سے لوٹتے ہو تم۔۔۔ سادہ لوگوں کا شہر۔۔۔
- جیسے جزیرے پر بارش ہو رہی ہو۔۔۔
- کبھی کبھی میں کچھ نہیں کرتا۔ سوائے تمہیں یاد کرنے کے۔۔۔

- تمہیں اندازہ تو ہوگا کہ مجھ پر کیا بیت رہی ہے۔۔۔
- خوش رہا کرو۔۔۔تمہارا خوش رہنا مجھے تقویت دیتا ہے۔۔۔
- میرے تو سارے خواب بھی تمہاری حمایت میں ہی ہوتے ہیں۔۔۔
- کچھ لوگوں کے نصیب میں نصیب والے نہیں ہوتے۔۔۔
- میری تو لکھائی دیکھ کر پتا چل جاتا ہے کہ میں مشکلات کا مارا ہوں۔۔۔
- تم نے ٹی۔سی۔ایس سے ایسا کیا بھیجا تھا؟ جو ابھی تک نہیں ملا۔۔۔
- میری کار میں اپنی چیزیں بھولنے کا مقصد کیا ہے؟۔۔۔
- میری سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ میں تمہاری ہوں اور تمہاری سب سے بڑی خرابی یہ ہے کہ تم میرے نہیں ہو۔اتنا کہہ کر میں رو پڑی۔۔۔
- کچھ لوگوں سے تعلق ساحل کی ریت پر لکھی تحریر جیسا ہوتا ہے۔مزاج کی ایک موج سب کچھ ختم کرنے کے لئے کافی ہوتی ہے۔۔۔
- دو تعلق والے ایک دوسرے سے زیادہ دیر لاتعلق نہیں رہ سکتے۔۔۔
- وہ محبت نہیں ڈراؤنا خواب تھا۔ہوش میں آتے ہی میں رونے لگی۔۔۔
- روح پر لگے زخموں کا محبت کے سوا بھی بھلا کوئی مرہم ہوسکتا ہے؟۔۔۔
- ہوسکتا ہے کہ تمہیں لڑنے جھگڑنے کی عادت ہو۔پر میرا کیا؟ مجھے تو ذرا سی اونچی آواز تک ڈسٹرب کرتی ہے۔۔۔
- خوشیوں کی خواہش میں بار بار تراشے گئے ہم۔۔۔
- اس کے بعد میرے کمرے میں ہر وقت رات رہنے لگی۔۔۔
- میری ساری شامیں واپس کر دو۔۔۔
- تمہیں خوش دیکھ کر خوشی ہوتی تھی۔۔۔
- اللہ سے تمہارے بارے میں بات کی ہے۔۔۔

- وہ اس بات کا ثبوت تھی کہ ٹوٹی ہوئی چیزیں بھی خوبصورت ہو سکتی ہیں۔۔۔
- کوئی اپنے خواب کیسے چھوڑ سکتا ہے؟۔۔۔
- میرے لئے کچھ کر سکتے ہو تو مجھ سے محبت کرو۔۔۔
- میں تم پر پوری کتاب لکھنا چاہتا ہوں۔۔۔
- پودے کو پانی اور مجھے تم نہ ملو تو میں مرجھانے لگتا ہوں۔۔۔
- جسے تم چھوڑ دیتے ہو۔ وہ مر جاتا ہے۔۔۔
- گرفتار فرار کے خواب دیکھتا ہے۔۔۔
- صرف موسم ہی نہیں لوگ بھی تبدیل ہوتے ہیں۔۔۔
- پیچھے ہٹو۔ کچھ نہیں ہوا۔ کہا نا۔ کچھ نہیں ہوا۔ بس دل ہی ٹوٹا ہے۔ ٹوٹنے والی چیز تھی ٹوٹ گئی۔ اس میں کونسا بڑی بات ہے۔ وہ آنسو صاف کرتے ہوئے بولی۔۔۔
- جسم سے جان چلی جائے یا لاہور سے تم۔۔۔ پیچھے کچھ نہیں بچتا۔۔۔
- مجھے ہر اس چیز سے نفرت ہے جو میری توجہ تم سے ہٹا دیتی تھی۔۔۔
- اب زخم بھرنے لگا ہے۔ مجھے تنہائی کی عادت ہو گئی ہے۔۔۔
- میری خواہش ہے کہ میری زندگی میں کوئی ایسا شخص ہو جس سے بات کی جا سکے۔ جسے سب کچھ بتایا جا سکے۔ کوئی بات چھپانی نہ پڑے۔ وہ میرے زخم کو زخم سمجھے۔۔۔
- میں سویا ہوا تھا۔ اس حادثے نے مجھے جگا دیا۔۔۔
- کبھی میری یاد نہیں آئی؟ چائنیز کھاتے ہوئے؟ گاڑی بیک کرتے ہوئے؟ پرفیوم لگاتے ہوئے؟ گاڑی میں کوئی گانا پلے کرتے ہوئے؟۔۔۔
- تمہارے ملنے سے تمہارے جدا ہونے تک کے درمیان وقت کو خوشی کہتے تھے۔۔۔
- میں۔۔۔ وہ والی ٹیچر تھی جو تب تک سکول میں پڑھاتی ہے۔ جب تک کہ اس کی کہیں شادی نہ ہو جائے۔۔۔

- میں بہت جلدی ڈر جاتی ہوں۔۔۔
- میں خوش تھی کہ میری زندگی میں وہ ہے۔اس کا پتا نہیں وہ تو خدا سے بھی خوش نہیں تھا۔۔۔
- میری آنکھوں کے پاس اتنا حوصلہ نہیں ہے کہ وہ درد کو زیادہ دیر تک اپنے اندر روک کر رکھ سکیں۔۔۔
- میرے لئے آنسو مقدس ہیں چاہے وہ مگر مچھ کے ہی کیوں نہ ہوں۔میں ان کا احترام کرتا ہوں۔۔۔اگر تم چاہو تو میں سارا جرم اپنے سر پر لے لیتا ہوں۔۔۔
- میں اتنے غصے والا ہوں کہ اگر غصہ بازار میں بکتا تو اسے بیچ کر امیر ہو جاتا۔۔۔
- بس اتنی سی خواہش تھی کہ تم مجھے میرے محبت کے تین الفاظ چار کر کے واپس کر دو۔۔۔
- میں اور بارش۔۔۔ایک جیسے ہیں۔چاہیں یا نہ چاہیں۔۔۔ہمیشہ اوپر سے نیچے ہی گرتے ہیں۔۔۔
- تمہارا چاہنے والا چور کیسے ہو سکتا ہے۔دل چرانے کا الزام لگاتے وقت سو بار سوچ لیا کرو۔۔۔
- جب سے وہ پیدا ہوئی تھی جنگیں لڑ رہی تھی۔۔۔
- میں اپنے گرد کھینچے گئے دائرے سے باہر نکلنا چاہتی تھی۔۔۔
- کبھی کبھی ایسا لگتا ہے کہ میرے اندر محرومیوں کا گہرا گڑھا پڑ گیا ہے جو بھرنے کا نام ہی نہیں لیتا۔۔۔
- تمہیں سوچوں تو درد ہوتا ہے۔۔۔
- تم۔۔۔مجھے بہت مہنگے پڑ رہے ہو۔دسمبر آ گیا ہے۔سارا سال مجھے تم سے اذیت کے سوا کچھ نہیں ملا۔۔۔

- میں نے اتنی دعائیں مانگی ہیں۔کیا اس پر میری ایک دعا کا بھی اثر نہیں ہوا۔۔۔
- بس اتنا بتا دو۔۔۔تمہارا انتظار کرتے ہوئے اگر مجھے کچھ ہو گیا تو کون ذمہ دار ہے؟۔۔۔
- میری انیس سال کی عمر میں شادی ہو گئی۔تب مجھے فیصلہ لینا بھی نہیں آتا تھا۔۔۔
- میرے شوہر پڑھے لکھے نہیں ہیں اور انھیں لگتا ہے کہ پڑھی لکھی کمانے والی بیوی عذاب ہوتی ہے۔۔۔
- میرے پاس آج جو کچھ بھی ہے اسے میں نے آسانی سے حاصل نہیں کیا۔۔۔
- میں ایک منفی شخص نہیں تھا۔مگر اب ہر وقت منفی سوچیں میرے اندر چلتی رہتی ہیں۔۔۔
- تمہارے ساتھ ہوتا تھا تو سب کچھ بھول جاتا تھا۔۔۔
- جب تک تم میری زندگی میں نہیں تھے مجھے نہیں پتا تھا کہ دکھ کیا ہوتا ہے؟ تکلیف کیا ہوتی ہے؟ آنسو کسے کہتے ہیں؟۔۔۔
- میری اور اس کی نہیں بنتی کیونکہ وہ سکور پین ہے اور میں ورگو ہوں۔۔۔
- مجھے لگتا تھا کہ مجھے لفظوں پر عبور حاصل ہے۔مگر آج میں فیل ہو گئی ہوں۔مجھے وہ الفاظ نہیں مل رہے جو بتا سکیں کہ میرے اندر کتنا درد ہے۔۔۔
- تمہارے دل میں جہاں جہاں جگہ ہے۔مجھے وہاں وہاں بھر لو۔باقی جگہ میں خود بنا لوں گی۔۔۔
- اس دن میں بہت خوش تھا کیونکہ اس دن میں کسی الارم کے بغیر اٹھا تھا۔۔۔
- میں مرنا چاہتی تھی مگر میں نے فیصلہ کیا کہ میں تیس سال کی عمر تک خودکشی نہیں کروں گی۔میں دیکھنا چاہتی تھی کہ زندگی میرے سامنے اور کیا کیا گل کھلاتی ہے۔۔۔
- یہ لکھنا مشکل تھا مگر لکھ کر سکون محسوس ہو رہا ہے۔۔۔
- امید ہے کہ آپ کی زندگی میری زندگی سے بہتر ہو گی۔۔۔

- میرے اندر اتنا غصّہ ہے کہ اگر میں نے اسے اندر سے باہر نہ نکالا تو میں پھٹ جاؤں گا۔۔۔
- میں راستے میں بیٹھا رہتا تھا کہ تمہیں آتا جاتا دیکھوں۔۔۔
- اگر تم کبھی روتے ہوئے پکڑے جاؤ تو پردہ رکھنا کہ کس کے لئے رو رہے ہو۔۔۔
- تم میری وہ بیڈ سائیڈ بک تھے۔ جسے میں بار بار پڑھنا چاہتی تھی۔۔۔
- قدرت جسے برباد کرنا چاہتی ہے اسے تمہاری محبت میں مبتلا کر دیتی ہے۔۔۔
- اس کے ساتھ ہوتے ہوئے بھی میں اس کے ساتھ نہیں ہوتی تھی۔۔۔
- گاؤں کی نسبت شہر زیادہ سحر انگیز ہوتا ہے کیونکہ وہاں تم جو رہی ہو۔۔۔
- کچھ کہانیاں اداس کر دینے والی ہوتی ہیں۔ میری کہانی بھی انھیں میں سے ایک ہے۔۔۔
- میں خوشیوں کی خواہش میں تم سے ملی تھی مگر مجھے کیا پتا تھا کہ تم تو میری وہ خوشیاں بھی کھا جاؤ گے جو میں نے بڑی مشکل سے تمہارے ملنے سے پہلے اکٹھی کیں تھیں۔۔۔
- مجھے لگا وہ مختلف ہوگا۔۔۔
- میں منافق ہوں۔ مجھے کچھ برا لگے تو میں دوسرے کو نہیں بتاتا کہ مجھے کچھ برا لگ رہا ہے۔ میں کچھ نہیں ہوا کی اداکاری کرتا رہتا ہوں۔ وہی میں تمہارے ساتھ کرتا رہا۔۔۔
- میری زندگی تھوڑی سخت ہے۔ سسرال میں بہت سی باتیں ہو جاتی ہیں جن کا غصّہ میں اپنے بچوں پر نکالتی ہوں۔ مجھے پتا ہے کہ یہ میں غلط ہوں۔ میرے بچے مار کھانے کی وجہ سے احساسِ کمتری کا شکار ہو رہے ہیں۔ مگر میں خود کو انھیں مارنے سے روک نہیں پا رہی۔۔۔
- ڈاکٹر نے کہا۔۔۔ہم تمہاری بیوی اور بچے میں سے کسی ایک کو بچا سکتے ہیں؟ میں نے

بیوی کو چن لیا۔۔۔

- اس نے کہا کہ میں تم سے محبت کرتا ہوں۔ مجھ سے غلطی ہوئی کہ میں نے اس کی محبت کو مان لیا۔۔۔
- میں اس کے لئے کافی نہیں تھی۔۔۔
- مجھے تم سے محبت ہے۔ یہ پہلا جھوٹ تھا جو اس نے مجھ سے بولا۔۔۔
- میرے دل کا ایک کونا کہتا ہے کہ اس سے اتنی محبت نہ کرو۔ وہ اتنی محبت کے قابل نہیں ہے۔ مگر باقی دل تمہارے ساتھ ہے۔۔۔
- اپنی محبت اپنے پاس رکھو مجھے اس کی ضرورت نہیں۔۔۔
- میں جلدی کسی کو پسند نہیں کرتی مگر میں نے اسے فوراً پسند کر لیا۔۔۔
- اتنا تو پرندوں کو بھی پتا ہوتا ہے کہ ایک جگہ پانی سوکھ جائے تو وہیں تڑپ تڑپ کر نہیں مرتے دوسری جگہ چلے جاتے ہیں۔۔۔
- میرا ہونے کے بعد وہ کسی اور کا کیسے رہ سکتا ہے؟۔۔۔
- جسے تم مل جاؤ اسے اور کیا چاہیے ہوتا ہوگا؟۔۔۔
- اب تو مجھے آنسو پونچھنے کی عادت ہوگئی ہے۔۔۔
- جب وہ میرے ساتھ ہوتا ہے تو کھویا کھویا سا رہتا ہے۔۔۔
- ایسے جیسے آنسو میری آنکھوں کی جیل میں رہائی کا انتظار کر رہے ہوں۔۔۔
- وہ چال چل رہا تھا میں چاہت سمجھ رہی تھی۔۔۔
- کل میں بہت دیر تک تمہیں ڈھونڈتا رہا۔۔۔
- میرے دل میں تمہاری یاد کا دیا ہر وقت جلتا رہتا ہے۔۔۔
- میں لوگوں کی باتوں کو بہت اہمیت دیتی ہوں۔۔۔
- میری امّی بہت سخت تھیں۔۔۔

- میرے ابّو بہت مارتے تھے---
- میرے اندر کا خوفزدہ انسان مجھے اذیت دیتا ہے---
- میں نے اپنے شوہر کے بارے میں سوچا کچھ اور تھا مگر وہ کچھ اور نکل آیا---
- میری میٹرک میں شادی ہوگئی---
- میرا دل چاہتا ہے کہ وہ مجھ سے بات کرے---
- مجھ میں خوداعتمادی کی کمی ہے---
- میری اَمّی بے وقوف کا لفظ بہت زیادہ استعمال کرتی تھی---
- میرا تعلق اس گھرانے سے ہے جہاں بیٹیوں کو اہمیت نہیں دی جاتی۔ان کی خواہشات کو مار دیا جاتا ہے۔انھیں تعلیم نہیں دی جاتی۔انھیں سکول نہیں بھیجا جاتا---
- میرا تعلق بروکن فیملی سے ہے۔امّی کو طلاق ہوگئی تھی---
- جس طرح موبائل نوٹ رسپونڈ نگ ہوجاتا ہے۔میں بھی نوٹ رسپونڈ نگ ہو جاتی ہوں۔کسی کو کوئی جواب نہیں دیتی---
- تم جتنا کہوں گے میں اتنا ڈیٹ کرلوں گی---
- ایک ہی دروازے سے مجھے بار بار دردمل رہا ہے۔مسئلہ یہ ہے کہ میں اس دروازے کو چھوڑنا بھی نہیں چاہتی---
- وہ امیر ہے اور ہم مالی لحاظ سے ذرا کمزور ہیں---
- اس نے لفظوں سے محبت کی انتہا کردی---
- زندگی میں کبھی دوست نہیں بنا سکا---
- میری ماں مجھے میرے باپ سے مار پڑواتی تھی---
- میرے والد ایک غیرذمہ دار انسان تھے۔وہ کوئی کام نہیں کرتے تھے---

- میری ماں نے مجھے نوکری کر کے پالا۔۔۔
- میں چھوٹی تھی اور اس کے ہاتھ بڑے۔اس لئے مجھے بڑے بڑے ہاتھوں سے ڈر لگتا ہے۔میں سب سے پہلے کسی مرد کے ہاتھ دیکھتی ہوں۔اگر وہ بڑے ہوں تو میں ڈر جاتی ہوں۔۔۔
- میری ماں اکثر مجھے کہتی تھی کہ شکر ہے ابھی تو پیاری نہیں ہے۔اگر پیاری ہوتی تو پتا نہیں کیا ہوتا؟۔۔۔
- تمہیں درد دینے والے بڑی دردناک موت مریں گے۔۔۔
- وہ ایسی نہیں تھی کہ میں اسے میسج کروں اور وہ جواب نہ دے۔۔۔
- میں ماضی میں پھنس گئی ہوں۔۔۔
- مجھے اندازہ تھا کہ میں تمہیں ضرور پسند آؤں گی مگر اس قدر پسند آؤں گی اس بات کا اندازہ نہیں تھا۔۔۔
- پہلے میں مجھ تک محدود تھا۔اب تمہاری سرحد میں داخل ہو گیا ہوں۔۔۔
- تم سے ملنے کے بعد میرا اپنے اوپر سے کنٹرول ختم ہو گیا ہے۔۔۔
- تمہارے سوا کسی اور کو پتا نہیں چلتا کہ میرے اندر کیا چل رہا ہے۔۔۔
- اسے پتا ہے کہ مجھے اس کی ضرورت ہے۔۔۔
- اسے پتا چل گیا ہے کہ مجھے اس سے محبت ہے۔۔۔
- ڈیئر (amnesiac) کبھی ہمارا کوئی تعلق تھا؟۔۔
- بس اتنا یاد ہے کہ بارش ہو رہی تھی اور ہم بھیگ رہے تھے۔۔۔
- تمہیں اس بات سے کوئی دلچسپی نہیں ہے کہ میں کیا چاہتی ہوں۔۔۔
- باقی باتیں چھوڑو۔۔۔بس یہ بتاؤ۔۔۔تم مجھ سے کیا چاہتے ہو؟۔۔۔
- مجھے لگتا ہے کہ مجھے جتنا لڑنا تھا۔میں نے لڑ لیا ہے۔اب میں مزید لڑنا نہیں

چاہتی۔۔۔

- کہو۔ جو کہنا چاہتے ہو۔ میرے منہ پر کہو۔ یہ نہیں۔ وہ کہو۔ جو میرے پیچھے کہتے ہو۔۔۔
- اس پر آنسوؤں کا بھی اثر نہیں ہوتا۔۔۔
- مجھے پتا ہے کہ میں خود کو دھوکہ دے رہی ہوں۔۔۔
- تمہیں لگتا ہے کہ میں نے سب کچھ کھو دیا ہے مگر میرے پاس ابھی بہت کچھ ہے۔۔۔
- زخم ابھی بھرا نہیں ہے اور آنسو ختم ہو گئے ہیں۔۔۔
- تم۔۔۔ میرا ایک غلط فیصلہ تھے۔ بس۔۔۔ اس سے آگے مجھے کچھ نہیں کہنا۔۔۔
- جہاز میں بیٹھ کر بھی تمہارے بارے میں سوچتی ہوں۔ زمین تک تو بات ٹھیک تھی مگر اب بات زمین سے اوپر جا پہنچی ہے۔۔۔
- اگر تم مخلص ہو تو مجھے اس جادوگر کے پاس لے کر چلو جس سے تم نے مجھ پر جادو کروایا ہے۔ ورنہ میں۔۔۔ ہاں میں۔۔۔ کسی پر ایسے نہیں مر سکتی۔۔۔
- جس دن میری جان تمہاری یاد سے چھوٹ جائے گی وہ دن یوم نجات کہلائے گا۔۔۔
- میں بار بار ایک ہی خواب دیکھتی ہوں کہ سفید کپڑے پہنے۔۔۔ گندے پاؤں میں اس کے پیچھے بھاگ رہی ہوں۔۔۔
- تم اپنے گھر والوں سے نہیں ملو گی۔۔۔
- اپنی یاد کو منع کرو کہ یہ مجھے تنگ نہ کرے۔۔۔
- تمہارا نام لکھتے ہوئے میری آنکھوں میں آنسو آ گئے ہیں۔۔۔
- جب کچھ بھی ٹوٹتا ہے تو تمہاری یاد کیوں آ جاتی ہے؟۔۔۔
- ہم دونوں ایک دوسرے سے جتنا مرضی دور بھاگ لیں۔ ایک وقت آئے گا۔ ہم مل

بیٹھے گے۔۔۔

- تم سے دور رہنا مشکل ہے۔۔۔
- میں نے کئی بار لڑنے کی کوشش کی مگر وہ لڑتا نہیں تھا۔کوئی اتنا اچھا کیسے ہو سکتا ہے؟۔۔۔
- میرے حالات بہت سخت خراب ہیں۔ مجھے ہر روز تمہاری یاد آتی ہے۔میرا ہر روز تم سے بات کرنے کو دل کرتا ہے۔۔۔
- سنا ہے کہ سندھ میں لڑکیاں آگ پر چل کر اپنی سچائی کا ثبوت دیتی ہیں۔ مجھے بتاؤ کہاں چلنا ہے؟ میں چلنے کو تیار ہوں۔ کہاں جلنا ہے؟ لاؤ آگ۔ جلاؤ آگ۔ میں جلنے کو تیار ہوں۔۔۔
- اگر مجھے محبت نہ ہوتی تو ساری عمر مجھے یہ سمجھ نہیں آنی تھی کہ پرندہ پنجرے میں پَر کیوں مارتا ہے؟۔۔۔
- میرے حالات چیک کریں۔ جو مجھے زندگی برباد کر رہا ہے۔ میں اسے دعائیں دے رہی ہوں۔ جو میرے اندر عیب تلاش کرتا ہے۔ میں اس کے اندر خوبیاں تلاش کرتی ہوں۔۔۔
- جتنی محبت تم مجھ سے کرتے ہو۔۔۔اتنی کافی نہیں ہے۔۔۔کیا تم مجھ سے تھوڑی سی اور زیادہ محبت کر سکتے ہو؟
- ہمارا تعلق بس خوابوں میں ہی خوبصورت ہوتا ہے۔۔۔
- جب میں تمہارے کہے گئے جملے جوڑتی ہوں تو میری جان نکل جاتی ہے۔۔۔
- ویسے کہتے ہو میرا حافظہ کمزور ہے۔ مجھے کچھ یاد نہیں رہتا۔ لیکن میرے خلاف کیا گیا فیصلہ یاد رکھتے ہو۔ وہ نہیں بھولتا تمہیں۔۔۔
- تمہیں درد دینے والے برباد ہو کر مریں گے۔ دیکھنا برباد ہوئے بغیر انھیں موت بھی

نہیں آئے گی۔۔۔

- تم وہ جنگ ہو۔ جسے صدیوں لڑ کر بھی نہیں جیتا جا سکتا۔۔۔
- بہت پہلے ہی مجھے پتا چل گیا تھا کہ میں ایک سادہ انسان ہوں۔ اور آج کل کے دور میں سادہ ہونا انتہائی نقصان دہ ہے۔ مجھے محتاط رہنا ہوگا۔۔۔
- تب تم نے مجھ سے کہا تھا کہ تمہیں مجھ سے محبت نہیں ہے۔ آج میں تم سے کہتی ہوں کہ اب مجھے تم سے محبت نہیں ہے۔ حساب برابر۔۔۔
- ایک دن آئے گا۔ جس دن میں تمہیں مکمل بھول جاؤں گی۔ مجھے اس دن کا انتظار ہے۔۔۔
- میرا ذہن تمہارے کہے گئے لفظوں سے لڑتا رہتا ہے۔۔۔
- مجھے تمہاری طرح کسی سے محبت کرنا نہیں آتا۔۔۔
- میرے لئے اس بڑی سزا کیا ہوگی کہ تم نے مجھ سے اپنا آپ چھین لیا ہے۔۔۔
- مجھے اپنا آپ بطور تحفہ دے دو۔۔۔
- ابنارمل معاشرے میں نارمل لوگ خود کو ابنارمل سمجھتے ہیں۔۔۔
- میں انجام جانتے ہوئے بھی اس سے محبت کرتی تھی۔۔۔
- اگر ہمارے درمیان میں سے لڑائیاں نکال دی جائیں تو اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ ہمارا تعلق بہت کمال کا ہے۔۔۔
- تم۔۔۔ بڑی مشکل سے ملے ہو۔۔۔
- مجھے صبر نہیں آتا۔۔۔
- یہ جو میرے اور تمہارے درمیان ناراضگی ہے۔ کیا یہ عارضی ہے یا مستقل؟ بس اتنا بتا دو۔ باقی میں خود سنبھال لوں گی۔۔۔
- نصیب سے کون لڑ سکتا ہے۔۔۔

- کیا ہم ایک دوسرے کے بغیر مکمل ہو سکتے ہیں؟۔۔۔
- اگر راستے میں تم نہیں ملتے تو آج میں ولی ہوتا۔۔۔
- تمہارے لئے روز روز رونے سے بہتر ہے کہ بندہ ایک بار ہی تمہیں رو لے۔۔۔
- میں تمہیں ڈھونڈ ڈھونڈ کر تھک گئی ہوں۔۔۔
- میں بار بار خود کو سمجھاتی ہوں کہ مجھے تم سے محبت نہیں ہے۔۔۔
- بارش تمہارے شہر میں ہوتی ہے۔ بھیگ میں یہاں جاتی ہوں؟۔۔۔
- میں بہت جلد لوگوں کو بھول جاتا ہوں۔ آپ مجھے بے وفا کہہ سکتے ہیں۔۔۔
- تم سے بار بار ملنے کو دل کرتا ہے۔۔۔
- تمہیں سوچ کر سکون بھی ملتا ہے اور اذیت بھی ہوتی ہے۔۔۔
- ٹوٹا ہوا انسان مزید ٹوٹنے سے ڈرتا ہے۔۔۔
- وہ رابطے میں نہیں رہتا۔۔۔
- میں نے ذلیل ہونے اور چھوڑ دینے میں سے چھوڑ دینا چن لیا۔۔۔
- تم سے ملنے کے بعد مجھے محبت کے نام سے بھی نفرت ہو گئی ہے۔۔۔
- میں نے اپنی زندگی بچانے کے لئے خود کو تم سے دور کر لیا ہے۔۔۔
- لوگ مجھ سے محبت کیوں نہیں کرتے؟۔۔۔
- تم میری شکل تک دیکھنے کو ترسو گے۔۔۔
- میری بے چینیوں کے وارث۔ ایک بات تو بتاؤ۔ تم میرے بغیر کیسے رہ لیتے ہو؟
- میرے تو خواب تک ہجر کا شکار ہیں۔۔۔
- میری تھکی ہوئی آنکھوں کا بھی اس نے پاس نہیں رکھا۔۔۔
- میرا ایک حصہ ابھی بھی تمہارا انتظار کر رہا ہے۔۔۔
- میں تمہاری تصویریں دیکھ دیکھ کر تھک گیا ہوں۔ پانی کی تصویریں دیکھنے سے بھلا

پیاس کہاں بجھتی ہے۔۔۔

- مجھے وہاں لے جاؤ۔ جہاں ہم ملے تھے۔۔۔
- لوگ مروں کا ماتم کرتے ہیں میں زندہ کو رو رہی ہوں۔۔۔
- تم سے بات کرنے کے بعد بے چینی بڑھ گئی ہے۔۔۔
- بس مرنا ہی باقی ہے ورنہ باقی کچھ نہیں بچا۔۔۔
- تم نے ملنے کے بعد میرا معیار بدل گیا ہے۔۔۔
- میں تم پر کتاب لکھوں گا مگر اس میں درد نہیں ہو گا۔۔۔
- اتنا درد دیکھ لیا ہے کہ اب تو کچھ ہونے سے پہلے ہی الہام ہو جاتا ہے کہ کچھ ہونے والا ہے۔۔۔
- جتنے دور ہوتے جا رہے ہو۔ اتنے خوبصورت ہوتے جا رہے ہو۔۔۔
- دکھ یہ ہے کہ آنسو کسی جانے والے کا رستہ نہیں روک سکتے۔ اگر آنسو کسی کو روک سکتے تو خدا کی قسم میں رو رو کر برا حال کر دیتی مگر کبھی تمہیں جانے نہ دیتی۔۔۔
- میں تمہارے دکھ سے شفاء یاب ہونا چاہتی ہوں۔۔۔
- تم سے محبت میری زندگی کی سب سے بڑی غلطی ہے۔۔۔
- ایک مقناطیسی طاقت ہے جو مجھے اس سے جوڑے ہوئے ہے۔ جسے کوئی نہیں سمجھ سکتا۔ میں چاہوں بھی تو اس سے جان نہیں چھڑا سکتی۔۔۔
- اس دن میرے ہاتھ سے گلاس گر کر ٹوٹا تھا۔ ٹوٹے ہوئے گلاس نے مجھے کہا تھا کہ کچھ ہونے والا ہے۔۔۔
- یہ جو تم میرے ساتھ "مجھے پروا نہیں ہے" کا کھیل کھیل رہے ہو۔ اسے کہیں اور جا کر کھیلو۔ اگر تم واقعی جذبات سے خالی ہو تو اپنا علاج کرواؤ۔۔۔
- تمہیں میری تکلیف تب تک سمجھ جائے آئے گی جب تک تم خود اس سے نہیں گزرو

گے۔۔۔

- اس سے محبت کرنا ایسے ہی ہے جیسے خود کو سزا دینا۔۔۔
- تم میرے مجرم ہو۔۔۔
- کبھی کبھی میں بے حس لوگوں کو آئیڈ لائز کرنے لگتی ہوں۔۔۔
- یونیورسٹی والو۔۔۔تمہارا بیڑا غرق ہو۔فیس بھی لے لی مجھے برباد بھی کر دیا۔۔۔
- میں دوسروں میں تمہیں تلاش کرتی ہوں۔۔۔
- کبھی کبھی میں خود سے سوال کرتی ہوں کہ خوش رہنے کے لئے مجھے تمہاری ضرورت کیوں ہے؟
- میرا ذہن میدان جنگ بنا ہوا ہے۔ ہر وقت تمہاری یاد سے لڑائی لڑتا رہتا ہے۔۔۔
- میں تمہیں بھولنے کی دعائیں مانگتے مانگتے تھک گئی ہوں۔۔۔
- تم مجھے تین بار قبول تھے۔۔۔
- تم سے محبت کرنے والے پاگل کہلاتے ہیں۔انھیں تمام عمر پتھر پڑتے ہیں۔۔۔
- مجھے شروع سے ہی پتا تھا کہ تم مصیبت ہو میں نے جان بوجھ کر تمہیں گلے ڈالا تھا۔۔۔
- آج تمہارے نام کا مطلب دیکھا تو اندازہ ہوا کہ تم اپنے نام کے مطلب کے بالکل مختلف ہو۔۔۔
- بہت عرصہ بعد تمہیں اپنے ساتھ دیکھا تو مجھے خواب میں بھی پتا تھا کہ یہ خواب ہے۔۔۔
- جسم کو چھوڑ و میری روح کو چیک کریں۔وہ کیوں بے چین ہے؟۔۔۔
- حساب کرنا مشکل ہے کہ کس کا کتنا نقصان ہوا ہے۔ میں نے تمہیں کھویا ہے یا تم نے مجھے کھویا ہے؟

- یہ وہ جگہ ہے جہاں سے یادوں کا آغاز ہوا۔ تعلق کی تاریخ شروع ہوئی۔۔۔
- تمہیں دیکھنے والوں کا سارا دن خراب ہو جاتا ہے۔۔۔
- کچھ لوگوں کو تعلق بنانا نہیں آتا اور تم ان لوگوں میں سے ایک ہو۔۔۔
- کبھی آپ روئے ہوں تو آپ کو اندازہ ہوگا کہ آنسو بہت مضبوط ہوتے ہیں۔ یہ ہر کسی کے لئے آنکھوں کا آنگن نہیں چھوڑتے۔۔۔
- تم کسی دن اکیلے میں تعلق کا تجزیہ کرنا۔ تم تمہیں پتا چلے گا کہ تمہارے تعلق نے مجھے سوائے درد کے کچھ نہیں دیا۔۔۔
- زندگی میں نہیں رہے تو اب خوابوں میں کیا کرنے آتے ہو؟۔۔۔
- کچھ دن تک کچھ نہ لکھوں تو میری انگلیاں رونے لگتی ہیں اور پھر انھیں چپ کروانے کے لئے مجھے لکھنا پڑتا ہے۔۔۔
- مجھے تمہارے ساتھ نہیں رہنا۔۔۔

☆ کچھ چیزیں انسان کے بس میں نہیں ہوتیں۔

0345-4060430
cabirchaudhary@gmail.com

ویسے تو اتنا کہنا ہی کافی ہوگا کہ میں ماہر نفسیات ہوں
زخموں کو بڑی احتیاط سے سیتا ہوں۔۔۔

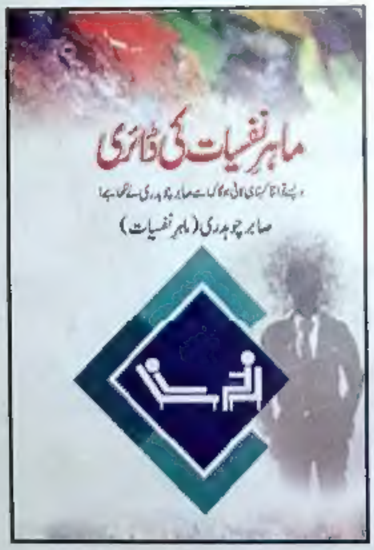

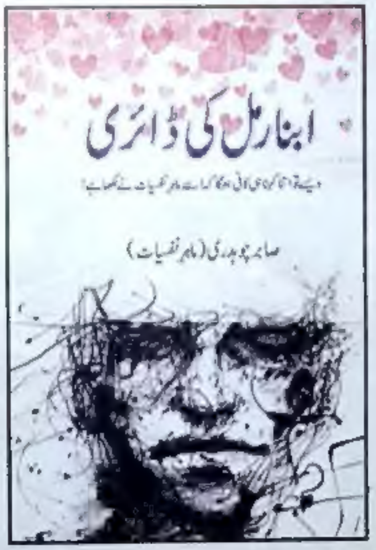

علم و عرفان پبلشرز
الحمد مارکیٹ، 40-اُردو بازار، لاہور۔
فون: 37352332، 37232336، 37223584
www.ilmoirfanpublishers.com
ilmoirfanpublishers@hotmail.com
www.facebook.com/ilmoirfanpublishers